HOMER'S ILIAD

اره علم وفن

پشاور

رزمیہ

آشوبیہ

HOMER'S ILIAD

منظوم ترجمہ

(حصّہ اوّل)

شوکت واسطی

سنہ اشاعت

تحفۂ نیک نذر ست

(۱۹۸۳)

مادۂ تاریخ از نذر محمد خان

حصۂ اول ——— چھ دفتر

مطبع ——— اشرف پرنٹنگ پریس ۹ ایبک روڈ لاہور

ناشر ——— ادارۂ علم و فن پاکستان

قیمت: پچاس روپے

کمرشل سروسز، ۱۳-سی ہارون مینشن

خیبر بازار پشاور

انتساب

بنامِ استادِ گرامی

ابو البیان سیّد عبد الحمید عدؔم

مسودہ کتابت

نظرِ ثانی   شمشاد مازلی

○

مرکزی خیال

(الف)

فساد انسان کی فطرت ہے
عورت فساد کی جڑ ہے
مزید محرکاتِ فساد
زر و مال ہیں۔

○

(ب)

بنی نوع انسان قسام کے ہاتھ میں کھلونا ہیں۔
وہی ایک دوسرے کے در پے
رکھتے ہیں۔

○

در کوئے نیکنامی مارا گزر ندادند

○

پس منظر

آشوبیہ ہومر کی شہرۂ آفاق رزمیہ الیڈ ILIAD کا قریب ترین منظوم ترجمہ ہے
شروک نے زن، زر، زمین انسانی مثلثِ معاشرہ کے تین خطوط قرار دیئے ہیں۔ یہ
ابتدائے آفرینش سے بنائے فتنہ و فساد ہیں۔ اور یہی زن (ہیلن)، زر (مالِ
غنیمت)، زمیں (علاقائی عصبیت) اس عظیم رزمیہ کا مرکزی خیال ہیں۔ موضوعی
طور پر یہ کہانی برصغیر کے دو مشہور رزمیوں ـــ رامائن و مہابھارت سے ملتی جلتی
ہے کہ سیتا اور دروپدی، ہیلن ہی کی صورت جنگباری کا محرّک ہوئیں۔ چندر بھان
کی مثنوی پرتھوی راج راسو میں سنجوگتا کا اغوا ساری داستان کی اساس ہے
اور یہ تاریخی واقعہ ہے، جس کے باعث راجپوتوں میں پھوٹ پڑ گئی اور شہاب الدین
غوری نے یکے بعد دیگرے پرتھوی راج اور جے چند کو شکست دے کر ہندوستان
میں سلطنت اسلامی کا سنگِ بنیاد رکھا۔

○

میرے قریب ترین دوست ایوب محسن کے نزدیک پرائی تخلیقات کی
اردو قلب ماہیت پر محنت و وقت کا اسراف مستحسن نہیں۔ میرے مرحوم رفیق کا
جسٹس کریم اللہ خان درانی کی تمنا تھی کہ الیڈ کے یونانی بدن پر اردو نظم کی قبا چست

ہ جائے۔ میری یہ کاوش اسی تعمیلِ خواہش کی مابعد POSTHUMOUS شکل ہے!

ایوب محسن سے میری رفاقت کے پچاس سال ۸۳ء میں پورے ہوتے ہیں۔ یں وہ، محمد امین (انٹر ہوم) اور مرحوم (ڈاکٹر) ظفراللہ ۱۹۳۳ء میں درجہ ششم اسلامیہ ائی اسکول راولپنڈی میں ہم سبق بنے۔ میں ڈلہوزی سے آکر وہاں داخل ہوا تھا۔ حسن ہی کی ہمراہی میں مجھے شعر گوئی کا درک ہوا۔ ان کے قرابت دار، مشہور شاعر عبدالعزیز فطرت کی صحبت میسر آئی، شوق بڑھا، ذوق پروان چڑھا۔ محسن سے فنِ شاعری میں مجھے خاص استفادہ بھی تسلیم ہے، تاہم اس نکتہ پہ مجھے ان سے اتفاق نہ ہوا۔

جان ملٹن کی مقبولِ زمانہ پیراڈائز لاسٹ PARADISE LOST کا ایک دفتر ارتجالاً اردو نظم میں ڈھالا تو عام طور سے سراہا گیا۔ اصولی اختلاف کے باوجود محسن نے بھی محنت کی داد محبت سے دی۔ سمندِ شوق کو تازیانہ ہوا، اور بکمال عرق ریزی سے میں نے مکمل بارہ دفتر اردو میں منظوم کر دیئے۔ یہ ترجمہ فردوس گم گشتہ کے نام سے ادارۂ علم وفن پاکستان نے شائع کیا۔ ملک بھر میں اسکی تعاریب رونمائی منعقد ہوئیں، اردو انگریزی اخبارات وجرائد نے اس پر حواشی لکھے ـــــ ایک ادبی لطیفہ سنیئے ـــــ ایک صاحب کے کہنے پر میں نے اپنی اس کتاب کے چند صفحات مرکزی اردو بورڈ لاہور کو بھجوا دیئے۔ اگر اسکو کتاب کی اشاعت درخورِ قرائن ہو۔ پھر میں یہ بات بھول گیا، کتاب چھپ گئی دو سال بعد بورڈ سے ایک خط موصول ہوا جس ئیں اشاعتِ کتاب سے معذوری ظاہر کی گئی تھی۔ انہیں ضابطہ کی اس حوصلہ شکن کاروائی میں شاید چار سال لگے ـــــ باخبری کا عالم یہ کہ نہ کسی اخبار پہ نظر پڑی، نہ کسی رسالہ میں تبصرہ پہ، کتاب تک مقدورِ رسائی تو کیا ہوتا ـــــ خیر اس قسم کی

زاری سے بھی تراجم کا یہ جذبہ مجروح نہ ہوا۔ میں نے کرسٹوفر مارلو کے "فاؤسٹ"
(CHRISTOPHER MARLOWE'S FAUSTU) کو اردو نظم مقفیٰ
امہ پہنچایا۔ ڈان (کراچی) میں جناب محمد علی صدیقی نے اس پر حوصلہ افزا تبصرہ کیا
سالانہ راؤنڈ اپ میں بھی تذکرہ "المیہ حکیم فسطاس" اور "فردوس گم گشتہ" کا خصوصی
ایا۔ ادھر ابوسعادت خلیلی (کراچی) نے ڈیوائن کامیڈی کے اردو نثر ترجمہ
ڈو سٹیٹ نقل بہم پہنچائی جو عزیز احمد مرحوم نے کیا اور جسے ۱۹۴۲ء میں انجمن
ی اردو دہلی نے چھاپا تھا۔ یہ نسخہ اور نثر ہی میں عنایت اللہ دہلوی کا "طربیہ ربانی"
یہ تمام برِ صغیر میں عام طور سے نایاب ہیں۔ میں نے کمر ہمت باندھی اور دانتے
س ادق کتاب (DANTE'S DIVINE COMEDY) کے حصۂ جہنم
طربیہ کے نام سے اردو شعر میں منتقل کیا اور بقول ضمیر جعفری صاحب دانتے
اپنی دانت کاٹی روٹی ہو گئی۔ اب حماسۂ ہومر کے چھ دفتروں پر مشتمل پہلا حصہ
یۂ منظوم میں ادب اردو کی نذر ہے۔ باقی کے اٹھارہ دفتر بھی بشرطِ صحت و
ت اسی طور آئندہ تین سال میں ہدیۂ قارئین کئے جائینگے ۔ پھر محسن صاحب
وعدہ رہا کہ اس خارزار بیشہ میں داخل نہ ہوں گا۔

○

تواریخ کے طالب علم کی حیثیت سے مختلف اقالیم و عہود کا ادب جستہ جستہ
رے مطالعہ میں آیا۔ فکر و خیال کی باہمی مماثلت اس امر کی تحریک بنی کہ انسانی قدروں
یتوں اور نظریوں کی ہم آہنگی کے تقابلی اسباب مہیا ہوں، کیوں کہ فطرت و محبت و
سن کے اثرات نگاہ و دل پر حیرت انگیز پیرائے میں یکساں مرتب ہوتے آئے
ب ۔ جوش نے سرشار صبح ہو کر بے ساختہ کہا تھا:۔

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لئے

اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

اسمٰعیل میرٹھی کی نظم "اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں" مناظرِ صبح کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ تقابل کے لئے میں رگ وید (۱۱۳، منڈل ۱) کی ایک نظم اسی موضوع پر یہاں ترجمہ شدہ نقل کرتا ہوں جو زمانۂ طالب علمی کی سعی ہے۔

(۱) ہویدا ہوئی دخترِ آسمانی

وہ دھرتی کے وافر خزینوں کی رانی

مبارک سحر ہم پہ روشن ہوئی ہے۔

(۲) بسیطِ فلک پر درخشندہ شعلہ نما ہے

وہ دستِ حنائی سے اوشا نے تیرہ قبا چاک کر دی،

حسیں رتھ میں اشہبِ شہابی جتے ہیں

درخشاں سحر آرہی ہے جگاتی زمیں آسماں کو۔

(۳) فراواں عنایات ہمراہ لے کر

ضیاؤں کی برسات کرتی ہوئی وہ سحر آگئی ہے

کئی ان گنت ان گنت بیتے بیتے سویروں کے پیچھے۔

(۴) اٹھو اب، جاگ پھر سانس اور زندگی مل رہے ہیں

اندھیرا گھٹا ہے، اجالا بڑھا ہے۔

وہ اک جادۂ نو عطا کر رہی ہے کہ سورج روانہ ہوا اپنے سفر پر،

ہم اک اور منزل پہ پھر آن پہنچے!

ابوالبیان عدمؔ نے فرمایا تھا:

تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا تو ہو گا آپ بھی یزداں کبھی کبھی

غالبؔ نے کہا کہ — عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے — یہ ایک ایسی چیستان ہے کہ "لاکھوں پنڈت ہزاروں سیانے" کھوج اس کا پا نہیں سکے۔ "تخلیق کا گیت" رگ وید کے دسویں منڈل کی ۱۲۹ ویں نظم ہے۔ اس موضوع پر دنیا کے دیگر ادب سے لسے کیا مناسبت ہے، اندازہ شرط ہے۔

نہ ہست ہست تھا جب اور نہ بود بود تھا جب
کہیں جہاں میں کسی کا نہیں وجود تھا جب
محیط چرخ فضائیں نہ مثل دود تھا جب —
ہر ایک شے پہ مسلط تھا کون، کس کا تھا
ہر ایک چیز پہ سایہ — جہاں پناہ تھا کون؟
تباؤ، تھی جو یہ پاتال اتھاہ پانی کی!
اجل تھی کتم عدم میں ابھی، مگر پھر بھی
کوئی امین نہیں تھا ثبات ہستی کا!!
نہیں کچھ اور تھا جز ایک ذات یکتائی
خلا خلا تھا فراواں جہان تنہائی
اگھور گھور اندھیرے کی چیز چیز پہ پرچھائیاں محیط محیط
تمام بحر، ضیا سے تہی، وسیع و بسیط
سمٹ کے خول میں بیٹھا ہوا تھا جز توممہ
جدا حیات کی تابانی دمادم سے — اسی پہ مرقومہ

جمالِ ذہن کی تازہ بہار کی صورت
ہوئی نمودِ محبت — ہمارے شاعر نے
جسے وجود و عدم کی کڑی بتایا ہے
کہو کہو یہ شرارہ کہاں سے آیا ہے
زمینِ قلب سے ہو کر طلوع، چھایا ہے
ہوئے ہیں وہ ازاں بعد تخم کاریدہ
عظیم قوتیں جن سے ہوئیں پھر افریدہ
قضا و قدر فلک پر، زمیں میں فطرت
کسے خبر ہے مگر رازہائے سربستہ
ہے کنہِ کہنہ کی کیا چیستان کُن کس نے
کہا تھا، دہر ہوا جس سے مثلِ گلدستہ
کہاں سے آئی ہے یہ رنگ رنگ کی خلقت؟
ہوئی ہے فیض سے جس کے جہان کی تخلیق
خبر نہیں، تھی رضا اسکی کارخانہ ساز
رضا کو اسکی مگر جانئے، کسے توفیق
سریرِ عرش پہ باصر بصیر، وہ افراز —
کسے ہے علم اسے بھی ہے علم گر اس کا!

○

ایسے مطالعہ کا ماحصل یہ مطالبہ ذوق و شوق کا ٹھہرا کہ عالمی ادب کو مزید

کھنگالا جائے اور اسے اردو میں ڈھالا جائے۔

○

ادارۂ علم وفن پاکستان کے مالی ذرائع متحمل نہیں ہیں کہ میں اپنی کاوشوں کو تمام تر اس کے سرمایہ پر انحصار کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کروں۔ پس میرے پیارے بیٹے سید التفات علی واسطی نے "کربیہ" پر بھی زرِ کثیر خرچ کر کے اسے صوری آراستگی سے طبع کیا اور وہی "آشوبیہ" کو منصۂ شہود پر لانے کے ذمہ دار ہیں۔ خدا انہیں اپنے کاروبار میں مزید برکت دے۔ آمین

شوکت واسطی

۲۰ رگل بہار ۱
پشاور
۱۹۸۳ء

مقام

یونانی شہر ٹرائے

•

رزمگاہ   ساحل

•

اہم کردار

اہلِ ارگوس (ارگوسی) موسوم بہ اخائی و دنان

پسرانِ اطریس اگامِ امنان و منی لیاس۔ سردار

ہیلن۔ منی لیاس کی بیوی، پارس نے اغوا کیا

اخیلیس بن پلی یوس، اڈیسیس بن لارتس، والیومدیس بن ٹائڈس نسطو

ایاس کوتہ قامت، ایاس طویل قامت (تیلامناس)

ادومنی اس و دیگر

(۲)

اہل ٹرائے (ٹروجی) موسوم بہ داردن، ان کے متعدد اتحادی

پریام سردار

ہلینس، پولطس، ہکبٹر، اسکندرس پارس اور کئی شہزادے۔ پریام کے بیٹے

(۳)

دیوتا

زیوس (اندر) ہیرا (زیوس کی بیوی) ایتھنہ، عزلیبہ (یون دیوی) افرادیت

(ہوس دیوی)، اپالو، اریس (جنگ دیوتا) پسیدان (سمندر دیوتا)

ہیلی اس (دیو بھاسکر۔ سورج)

آشوبیہ

•

پہلی کتاب

•

تکرار قول و قرار

بنے ترا گیت قہر، اب لازوال ہستی، بنے اخیلس کا قہر— منحوس، پائمالی
ہوا تھا جس سے اخائیوں کا زیاں — زیانِ زیاد، یعنی
اندھیر پاتال میں دلیر آتماؤں کے ٹھٹ،
ہزار ہا لوگ جان دادہ، یہ ان گنت لوتھ اور لاشیں
گدھوں کے، کتوں کے واسطے — رزمگاہ میں منتشر پڑے تھے،
زیوس کا مدعا بر آیا!
کہ ابتدا، جب ہوئے تھے اوّل بہم در آویز آدمی دو—
عساکر ارباب اگام امنان بن اطریس، قاآن اخیلس۔
یہ دیوتاؤں میں کون باعث نزاع کا تھا؟

اخیلس ACHILLES مشہور یونانی فسانوی کردار۔ زیوس: ابر و باراں کا دیوتا بمثل اندر سب سے بڑا دیوتا مثل مہادیو، ابن کرنوس، رومی دیوتا JUPITER یہی ہے۔ باڑھ یا نمٹی بڑے چھوٹے سپہ گر RANK & FILE

زیوس زادہ — شکم سے بستہ کے — سرگراں کر دیا تھا اس کو
اگام امنان نے، لہٰذا وزید کی فوج پہ وبا کی سموم اس نے
کہ باڑھ پانٹھی ہوئے تھے بیمار، چل بسے تھے۔
یہ ان کے سرخیل سے خطا ہو گئی تھی سرزد
بڑی اہانت سے پیش آیا وہ مردِ مرتاض سے — خریسس
یہ راہب — اس کے جہاز کے پاس لے کر آیا
کثیر سوغات بیش قیمت بطورِ فدیہ برائے دختر
عصائے زریں پہ دیوتا کی سفید انٹی۔
ہوا التجا جت سے ملتجی، سب اخائیہ کے مقیم اس پر
کریں تلطّف — پھر ان میں دو ایطرائیدی بالخصوص، "عزت مآب امیر د!
منی لیاس و اگام امناں، تمام اے اوچی اخائی سپہگر و تم!!
سرِ المپس کے حکمراں دیوتا تمہیں کو
دیارِ پریام کے غنائم کریں عنایت، تمہیں کو بخشیں
مزید سے وطن کو بر خیز باد شرط،
قبول کر کے خطیر فدیہ خراج لوٹا دو میری بیٹی،
زیوس کے نورِ چشم اپالو سے بھی عقیدت کا واسطہ ہے۔"
کیا تب اثبات اس پہ سارے سپاہیوں نے دبی زباں سے:

اوچی۔ ہتھیار بند، لیس، اپالو۔ یونانی / رومی دیوتا برائے شباب و مردانگی
راچھ۔ چھڑی یا اڈا جس پہ کپڑا چڑھا کر بنتے کاڑھتے ہیں۔

سلوک احسن روا پروہت سے، رست گاری کا زر قبول لو،
اگامم انسان کو تھا انکار، آرزو خون ہو رہی تھی،
تحکمانہ جھڑک کے بولا، دفان مردود اس جگہ سے:
"تجھے نہ پاؤں قریب اپنے سفینۂ بے کراں کے گرداں
نہ اب یہاں، اور نہ پیر فرتوت ہو تجھے بعد ازاں جسارت
پلٹ کر آئے کہ پھر تجھے آس پاس دیکھا
تو یہ عصا، دیوتا کی انٹی، ترے لئے جائیں گے اکارت،
کروں گا غارت،۔
خیال اس لونڈیا کا جی سے نکال دے تو،
مجھے ہے سوگند اب وہ ارگوس میں گذارے گی عمر باقی
مرے حریم حرم میں، بیرون اپنے مولد سے دور کوسوں،
کبھی اگر گرم کار اک راچھ پہ تو بستر مرا کبھی گرم عیش کر کے۔
نہ مغز کھا، چل چھٹے یہاں سے سلامتی کی طرف نکل جا!"
خشونت ایسی، رعونت ایسی
کہ پیر مرد انتہائی مرعوب و خوف خوردہ
جھکائے سر خامشی سے چمپت ہوا وہاں سے۔
تلاطم انگیز قلزم تند کے کنارے پہ گامزن وہ
دعا برابر یہ کر رہا تھا
خدیو کی بارگاہ میں جو ملائم ابریشمین کا کل، گداز زیتہ کے بطن سے تھا،
"مری ہو شنوائی تیتنی دس اور دو سرے تیر تھکوں کے حارس،

بدوشِ سیمیں کمان، اے سمیتی اپالو!
اگر تری خوشدلی کو میں نے
کبھی کسی بن میں پاک روضہ پہ سقف ڈالی،
بساطِ قربان گاہ پر گھی میں ران کی ہڈیاں بگھاریں،
بُز اور گائے کا گوشت — میری مراد بر لا
دمان پر میرے آنسوؤں کے جواب میں تیز تیر برسا!"
ہوئی جب اسکی دعا سماعت نواز تو فوق بس اپالو
رواں ہوا قلہ؟ المپس سے، دل میں طوفان موج زن تھا۔
کمان و ترکش تھے پیٹھ پر بار، تیر گھٹوں میں بج رہے تھے —
سرِ فلک وہ غضب کے مارے لرز رہا تھا۔
رُکا جہازوں سے کچھ پرے رات کے دھندلکے میں وہ اتر کے،
مجاز پراں، کمان کی زہ کھنچی کہ چاندی کی قوس کوندے،
گرج بلا کی چلی گئی دور تک لڑھکتی،
تھے بار بردار جانور اوّلیں ہدف اس کے — اور کتّے،
مگر پھر اس ابتلا کے جلد ہی تشکار ہونے لگے سپاہی،
شدید ہلتوں کی بے اماں ضرب سے لگاتار چھد رہے تھے
چتائیں دن رات جل رہی تھیں، فضائیں مرگھٹ بنی ہوئی تھیں۔
سپاہ پر دیوتا کے تیروں کا تیز ریلا
رہا اسی طرح نو دنوں تک

تیرتھ — مقدس مقام

کئے بروزِ دہم اخیلس نے بیگ سردار خان یکجا،
خموشش اور دم بخود سنبھالی جگہ ہر اک نے جب اپنی اپنی
میانِ پیکار ضیغمِ تند کی طرح کوئی زور آور،
اسی طرح اٹھ کے واں یہ گویا ہوا اخیلس :
"مجھے ہے تسلیم اگام امنان ختم ہے یہ محاصرہ اب،
سفینہ راں ہم یہاں سے ہوں گے،
اگرچہ یوں بھی اجل کو پیچھے نہ چھوڑ دیں گے۔
کوئی لڑائی سے بچ گیا بھی تو بھینٹ چڑھ جائے گا وبا کی۔
ہمیں یہ ڈر کا ہے کہ پوچھیں کسی پروہت سے، غیب داں سے
یہ بلکہ اس سے کہ خواب خواں ہو کہ خواب القا زیوس سے ہیں،
خدیو اپالو کا ہم پہ آخر یہ قہر کیوں ہے؟
اسے ہے پرخاش کوئی منت رہی ہے ہم سے
کہ ہم نے قربانیاں نہیں دیں۔
نیاز دیں گوشت بھون تل کر
کہ بھاپ اگلتے ہوئے پسندے پسند فرمائے گا، وہ کیسے
وبائے خونیں سمیٹ لے گا؟"
سوال یہ کر کے اس نے اپنی جگہ سنبھالی،
وہ کالخس، کالخس تسی دوریس اٹھا، وہ فہیم و زیرک،
ذکی زیادہ تمام سے جو پکھیروؤں کی اڑان آنکھیں۔
سب آشکار اس پہ — جو ہوا، ہو رہا ہے جو اور جو بھی ہو گا،

اخائی بیڑہ لئے الی یوم تک جو آیا تھا، کالخس وہ
اسے اپالو کے فیض سے تھا کمالِ غیب آگہی ودیعت،
فلاح مدِ نظر تھی، ان سے ہوا مخاطب:
"زیوس کے من چڑھے اخیلس مراد تیری
مجھی سے ہے، میں بتاؤں برہم ہے تیر انداز دیوتا کیوں؟
بلے کروں گا ضرور افشا، مگر سماعت جواب کرو گے،
فلک کی سوگند کھاؤ تم پشت پر رہو گے۔
مجھے بچاؤ گے، البتہ یہ دغدغہ بجا ہے
وہ صاحب اقتدار جس کے مطیع ہیں سب اخائی لشکر،
وہ ملک ارگوس کا بزرگ، ایک شخص میرا جواب سن کر بپھر اٹھے گا۔
کوئی بڑا آدمی نہ آپے میں جب رہے تو
کہیں کمیروں کے حق میں بے حد ضرر رساں ہے۔
عیاں نہ غیض و غضب کرے وہ، جگر ہی میں ملتہب رکھے وہ
حساب جب تک نہیں چکا لے، نہ ان کا یوم حساب آلے۔
قیاس کر، تو مری حفاظت بھی کر سکے گا؟"
تو یوں اخیلس اسے جواباً: "ہراس مت کر
تجھے ہے جو آگہی بتا بے دھڑک اسے پڑھ
اشارہ جو تیری روشنی اب سجھا رہی ہے
مجھے ہے سوگند اس اپالو خدا کی، بے گمان جس سے
مدد کا تو خواستگار ہوتا ہے سچ اگر بے نقاب چاہے،

اگر مرے دم میں دم ہے باقی، مری نگاہوں میں روشنی ہے
کسی میں کس بل نہیں ہے اتنا، نہیں کسی کی مجال ہوگی
سوادِ ساحل میں، اس جگہ تجھ پہ ہاتھ ڈالے
کوئی سلحشور، سارے لشکر میں فرد کوئی،
اگام امنان بھی نہیں، گر مراد اس شخص سے تری ہے
اخائیوں میں وہ منصبِ ولیں کا حامل ہزار بھی ہو"۔
بندھی تب اس غیب داں کی ڈھارس، ہوا مخاطب:
"یہ جان ہم سے نیاز منت میں اور نہ قربانیوں میں کوتاہیاں ہوئی ہیں،
اگام امنان مردِ مرتاض کو اہانت سے پیش آیا،
کہ اسکی بیٹی حرم میں ڈالی ہے، اور ٹھکرا دیئے تحائف۔
حمایت اس آدمی کی منظور اسے ہوتی ہے
کہ ہم پہ یہ تیرزن نے نازل کئے مصائب
مکرر اب اور بھی کرے گا، دنان پہ اس وبا سے وہ دستکش نہ ہوگا،
وہ ماہ پارا ــ کہ دامنِ چشم آدمی کھینچتی ہے ــ جب تک
بغیر فدیہ، بغیر تاوان اسے نہیں ہم
سپرد اس کے پدر کو بے کچھ لئے کریں گے،
مزید، جب تک مہابلی دان دیں نہ جاکر خرائسی میں۔
اسی طرح ختم ہم کریں گے فرو، اسے رام کر سکیں گے"۔

وہ ختم کرکے کلام بیٹھا، اگام امنان بن اطریس اٹھا ــ اپاری
عریض خطہ کا حکمراں، منہ پہ جھاگ آنکھوں میں آگ، دل میں

کرودھ رس ناگ، اور ڈالی

نگاہ بھرپور، قہر آلود کالخس پہ، گرج کے بولا:

"اے جہنم کے بیشش ہیں میں نے تیری پیشین گوئیوں میں

کبھی بھلائی نہ خبر پائی ـــ تیرا تعلق عذاب سے ہے،

سدا خرابی سے تیرا لہنا، سدا یہی کچھ سجھائی دے گا،

تجھے یہ توفیق ہی نہیں ہے کہ دے کبھی مژدہ و بشارت،

ترے تئیں سازگار حاشا نہیں کہیں بھی وقوع ہوگا۔

یہ رو برو ئے سپہ ستادہ، ترا دگر بار استخارا۔

کہ میرے باعث وہ مبتلائے گزند ہیں تیر زن کے ہاتھوں،

خرالصی دخترک کو روکا ہے اور ٹھکرا دیئے تحائف

ملے، کیا ہے یہ میں نے اقدام، وہ مری زینتِ حرم ہے،

تجھے گوارا ہو، یا نہیں ہو

کروں گا ممتاز ترا سے خاص زوجہ کلھی تمنترہ سے،

کسی سے حسن و نسائیت، خوبی و ذہانت کے سلسلے میں

موازنہ کیجئے تو وہ نازنین ہیٹی نہیں رہے گی ـ

وہ کامنی ہے، وہ پدمنی ہے، مہاگنی ہے ـ

سنو، کہ بایں ہمہ، ابھی میں بطیبِ خاطر

مہابلی داتی، HECATOMB (یکصد قربانیاں)۔

۱۱ر۷۶ ـــ ۱۱ محذوف۔ کرودھ رس، غصہ، غضب

اٹھاؤں ہاتھ اس حسین دوشیزہ سے، یہی گر
علاج ہے، سودمند گُر ہے۔
مری تمنّا ہے فوج محفوظ ہو، نہ اس کو گزند آئے۔
معاوضہ میں، صلہ فراہم کرو گے تاہم وقار کا بھی،
ضرور، فی الفور۔ تاکہ محروم حق نہیں ہوں، ملے نہ بالکل ہی کوئی حصّہ،
تمام باشندگان ارگوس میں فقط ایک یہ مجھی کو۔
یہ ناروا مستزاد ہوگا۔ کرو تماشا
مری بی دوشیزہ صرف، ہو کر وداع چل دے۔
نہیں نہ ہوگا کبھی یہ ۔ حاشا!"
تو آن اخیلس لے سے جواباً: "قستون آغہ!
تجھے کسی چیز سے نہیں ہے قبول ناغہ
تمام مخلوق میں کبھی سیر تو نہیں ہو،
بھلا تجھے فوج نذر سوغات اور کیا دے؟
کوئی غنیمت کا ایسا انبار یاں دگر ہے،
کہاں ہے، تیری نگاہ میں یہ کہیں مگر ہے؟
دیار تاراج جو کئے، جو ہوا غنیمت کا مال حاصل
تمام تقسیم ہو چکا ہے۔ ترے حوالے
کرے جو یہ فوج اور کچھ، اب کہاں سے لائے؟
رہا کر اس لونڈیا کو فی الحال، واسطہ دیوتا کا تجھ کو،
کریں گے دگنی کبھی تلافی، ترے لئے بلکہ سہ گنی ہم

زیوس جس دن کرم نما ہو،
ٹرائے کے اندرون سنگین حصار میں جب
بزور گھس جائیں، خوب غارت گری مچائیں۔"
اگامم امنان اسے جواباً: "نہیں یہ بھرا نہیں چلے گا،
دلیر اخیلیس کو زیب دیتا نہیں کہ شیشہ میں یوں اُتار کے
مجھے کرے گھیرنے کی مذموم سعی — بارے
یہ کیا اگلوانا مجھ سے اب چاہتے ہو سارے
عجیب ہے نفع سب تمہارے — مرے خسارے،
عجیب ہے اپنی غنیمتیں تو سنبھال رکھو، مگر نہ میرا خیال رکھو
مری غنیمت کو تم تلافی کا مال رکھو،
مری کنیزک، مری دلآرام ہاتھ سے دوں اسے، فقط میں
اسے کروں یاد اسکی خواہش میں سرد ہونکے بھروں — غلط ہیں
کبھی گوارا نہ یہ کروں — یہ کبھی نہ ہوگا۔
سپاہ دے گی عوض میں تحقیق سے مساوی،
ضرور دے گی مجھے، اگر مصلحت ہے، بالفرض کوئی حاوی
تو میں کوئی مہ جبین خود انتخاب اپنے لئے کروں گا —
تری کنیزک، ایاکس کی یا اڈیسیس کی
مرے تصرّف میں آئے گی، وہ رہے گی مدخولہ بن کے میری،
کسی کے پہنچوں گا اس غرض سے —
اگر فراواں غضب سے پاگل وہ آدمی ہو، مری بلا سے۔"

معاملہ یہ، مرا ہے کہنا، مگر چکائیں گے بعد کو ہم
اُتاریئے اک جہاز فی الوقت قلزم بیکراں میں، اس پہ
لگایئے چند ایک ملّاح، جانور جس قدر ہیں مطلوب بہر قربان گاہ، بھریئے
بٹھایئے، پھر بہ ہمہ جمال و ادا دلآرام خرصیہ کو،
مرا مصاحب ادومنی اس، ایاس، ناٹک اڈیسیس، یا
تمہیں اخیلس، کہ اس قدر ہو جری — چڑھاؤ
نیاز قربانیوں کی، جاؤ — غصیل کمنیت کو مناؤ۔"

اخیلس اب چین بر جبیں، گھور کر لسے یوں :
" بڑی ہی موٹی ہے کھال تیری، حریص، بغلول، چشم خیرہ!
کسی اخائی کے واسطے تو یہ باعثِ احترام کیوں ہو،
تری اطاعت متابعت کس لئے کریں ہم ؟
شدہ چہ شد، اس کے بعد ہو کوچ یا لڑائی —
مرا تو اتنا معاملہ ہے، چلا تھا جب لام کے لئے تو
ٹرائے کی سمت، تیرے ہمراہ آ گیا میں
مجھے تو پُرخاش ان ٹروجی سنان داروں سے کچھ نہیں ہے،
ہنکائے جبراً مرے مویشی کبھی انہوں نے نہ راس گھوڑے،
نہ سرمئی مزرعہ علاقہ میں پیتھیا کے ہماری فصلیں کھڑی اجاڑیں۔
یہ اسلئے بھی ہے، کو سہا کوس درمیاں ہیں

کمنیت، برچھیت کی طرح، کمان انداز،

گھنیرے کہسار، کف اڑاتے ہوئے سمندر!

نہیں نہیں ہم شریک آئے ترے لئے گاوڈی، گنو یلے

بیپاس خاطر ترے ہم آئے ترے برادر کے واسطے یاں،

ہوئے نبرد آزما، تمہارا ٹروجیوں سے چکائیں بدلہ،

تجھے تو سگ چہر کوئی احساس ہی نہیں ہے،

ہمارے احسانِ خاص کا پاس ہی نہیں ہے

ہمارا ممنون تو بھلا کیا، الٹ کے بلکہ تری یہ دھمکی

مری کنیزک کرے گا اغوا، ملی جو انعام میں جتن سے،

سند مری کارکردگی کی مجھے عطا کی سپہگروں نے،

یہ دھونس تیری وہ چھین لے گا۔

ترے برابر مجھے کسی لوٹ میں سے حصہ نہیں ملا ہے،

مقابلے میں مدام بخرہ یہ کم رہا ہے،

دیار قبضہ کیا، ٹروجی حصار یا سر کیا کبھی ہم اخائیوں نے۔

اگرچہ میں ان مجادلوں میں لڑا ہوں تجھ سے کہیں زیادہ

مگر غنیمت کی بانٹ کا وقت جب بھی آیا،

مدام حصہ جناب ہی نے کثیر پایا۔

جہاز پر مضمحل لڑائی سے میں ہمیشہ لئے ہوئے ہیچ پوچ لوٹا۔

شدہ چہ شد، اب اٹھاؤں لنگر، سفینہ راں ہوں وطن کی جانب،

یہاں سے رخصت۔ رکوں یہاں کس لئے، بھلا کیوں،

لڑائی میں ہاتھ آئی چیزوں پہ کھاؤں دھوکا،

لگاؤں داؤ پہ جاں کی بازی،

جو خواہش، کروں مال و زر ترے واسطے مہیا،

شہید ہم اور آپ غازی!

جھٹ اس پہ سیناپتی بپا سنج: "فرار، اچھّا

ہوا اب اس رُخ چلے گی — تجھ سے کروں گا میں کیا

یہ التجا، مہرباں براہِ کرم ٹھہر جا!

نہیں میں ایسا نہیں کہوں گا —

مجھے میسّر ابھی حمایت ہے دوسروں کی،

زیوس کی مستزاد اس پر، وسیع دنیا کا دیدباں وہ،

بیٹیں، سرِ خیل تجھ سا آشوب چشم کوئی مجھے نہیں ہے،

نہ جیتی ہی کہ تیری مانند بات بے بات سر بھڑائے،

ہے آج گردن دراز یوں جو درشت لہجہ

دماغ سرگشتہ، واہ کیا کوئی دیوتا مہرباں ہوا ہے،

جہاز لے کر یہاں سے اپنے، دفان ہو جا

ہو دفع گرگرکں کے غول پر، ہیکڑی یہ ان پٹھوؤں پہ جتلا،

تجھے ملامت کروں نہ غصہ، مگر مرا انتباہ یہ ہے —

گیا ہے جو فوبی لِس اپالو نے خرصیہ کا مطالبہ، میں

اسے تو فی الوقت کر رہا ہوں وداع اپنے جہاز پر، جو

مرے ملازم چلائیں گے — یہ معاملہ جب تمام ہو لے

تو پھر بہ نفسِ نفیس تیرے پڑاؤ ڈیرے پہ آؤں گا میں،

تری دلآرام برصیبہ کو اٹھاؤں گا میں'
حسین یقیناً' گلاب جملہ جمیل نوخیز لڑکیوں کا'
ترے چمن زار سے اُسے نوچ لاؤں گا میں۔
یہ امر بھی تجھ پہ آشکارا اسی جگہ ہو'
قوی ہے تو کون آدمی' کون سا جری ہے'
کسی دگر کو بھی گر کوئی زعمِ ہمسری ہے'
کوئی اگر مدعی ہے میری برابری کا'
اُسے خطرناک دل کا دورہ ابھی پڑے گا۔"
دباؤ مثل ملال تھا درد کا پلی یوس کے پسر پہ
تھا اُس کے موی دار سینہ میں ابتری کا عالم'
دماغ آماجگاہِ ہیجان کی بنا تھا'
دل اضطرابِ اضطراب کا کیفیت نما تھا'
میان سے کھینچ لے وہ صمصام' اور باقی کریں تماشا
کھڑے ہوئے دور فاصلہ سے' کہ جیسے کئی ہیں
وہ اس اطریس کے ڈھیٹ بیٹے کو بے محابا ہلاک کر دے'
رکھے ابھی تاؤ جھاؤ یا بس میں' اور رسی دراز چھوڑے۔
یہ کشمکش' حیص بیص' یہ پیچ تاب — آخر
میان سے دھیرے دھیرے تیغِ گراں نکالی۔

گرگے' اصل لفظ (MERMIDON)

جھٹ ایتھنہ آسماں سے نازل ہوئی، جھٹ اس کے قریب پہنچی،
وہاں فرستادہ آئی کافور دست ہیرا دیوتی کی،
اسے یہ دونوں عزیز تھے، فکر مند دونوں کے واسطے تھی۔
رہی وہ ہر اک نظر سے اوجھل، ہوئی اخیلس پہ وہ نمایاں
جب اس کے زرین و سرخ بالوں کو اس نے آہستگی سے کھینچا،
وہ بھونچکا سا مڑا تو یک لخت ایتھنہ کی شناخت کر لی،
کہ اپنی خاکستری سی آنکھیں وہ اس پہ گاڑے ہوئے تھی گہری۔
الگ، بعجلت وہ نرم لہجہ میں اس سے بولا:
"یہ کیا ہے اے دخترِ خداوندِ عرش ـ وہ ابر و رعد بردار ـ کیوں یہاں پر
فرود تشریف آور ہی ہے؟

اگامم امناں کی گرگ طبعی کا تجزیہ ہے پسندِ خاطر،
مرا یہ وعدہ ہے خیر تم سے کہ جلد اس مرتبہ وہ اپنے
لہو سے سارے کئے دھرے کا قصاص دے گا۔"
تب ایتھنہ، گریہ چشم دیوی، اسے جوابا:
"یہی ہلاکت فزا غضب روکنے تو اُتری ہوں آسماں سے
اگر سنو تم، مجھے روانہ کیا ہے ہیرا نے، تم اسے ہو پسند دونوں،
وہ اسلئے فکر مند دونوں کے واسطے ہے۔
بہت ہوئی، جنگجوئی بس کر، یہ ہاتھ قبضہ پہ روک لے ـ اب،

یکیکی = DUEL، دوبدو لڑائی

اسے مگر چاہیئے کہ ڈے مار تو زباں کی۔
جتا ئیو پھر جو ماجرا ہو، مرا یہ وعدہ ہے اور ایفا ضرور ہوگا۔
یہ بر محل جب ہوا تو بدلے میں جبیت کا مال سہ گنا تک تجھے ملے گا۔
مظاہرہ اس نے بد تمیزی کا جو کیا ہے۔
مگر سر دست روک لے ہاتھ، مان کہنا"
کبیر چاؤش باش اخیلس اسے جوابا:
"معاوضہ چاہیئے نہ دیوی! مگر جو امر آپ دو اُمر دیں
کرے ہی تعمیل آدمی، ہوں دل و کلیجہ اگرچہ شق بھی،
بجا یہی دیوتاؤں کی ہم رضا بجا لائیں، وہ ہماری
دلی مرادیں تہہال کر دیں۔"
تب اس نے مضبوط ہاتھ چاندی کی مٹھ پہ روکا،
دم سلاح گراں ہوا پھر میان میں دم،
اکاشش دیوی کا حکم تھا جو — وہ شخص تعمیل کر چکا تھا۔
ہوا پہ اڑتی ہوئی المپس کی سمت، دیگر
خدائیگاں میں چلی گئی شادماں خدیوہ،
زیوس کے ہاں فروکش ارباب آسماں وہ۔
اگامِ مناں کی سمت لوٹا ادھر پلی لیوس کا پسر بھی،

دوامر: دو لاحاصل ہتیاں، مراد ایتھنہ و ہیرا (۱) دم، پھل (۲) دم ہونا، دم پخت سے
خدیوہ، ایجاد بندہ، خدیو سے مؤنث، دیوی دیوتا کے معانی میں

درشت لہجہ میں طلیشنا کی سے یوں ملامت کناں اسے وہ :

" شراب کے مٹ ہے دل چکارے کا، تیری آنکھیں کتوڑے کی،

نہیں ہے پتہ کہ جسم پر تو گئے عساکر کے ساتھ بکتر،

نہ حوصلہ منتخب حلیفوں کے ساتھ مل کر کرے چڑھائی

نہیں، کہ اس راستہ میں شاید اجل پڑی ہو۔

لڑے گا تو بچ بچا کے قلب سپاہ میں ہی،

اسی طرح بس، مجھے ہے سوگند دیوتا کی،

یہی نہیں، ملکہ غصب کرنا غضب یہ، ہر آدمی کا غنیما

ہر آدمی کا جو ہمرکاب اور ہم عناں ہے۔

امیرِ ہفوات، جونک، پچھڑی، مجھے قسم ہے

کسی سپاہی کو اب نہ دشنام دے سکے گا،

مزید ہرزہ سرا نہ ہو گا!

کہوں بہ بانگِ دہل، قسم کھاؤں ہاتھ میں یہ عصا اٹھا کر ــــ

قسم عصائے عظیم و برتر کی ــــ دیکھ کونپل، نہ بور، پتہ

پھر اس پہ دوبارا آئے لہراتے لہلہائے،

گرا ہے کٹ کر تنے سے اپنے یہ چوب پرور پہاڑیوں پر

تو پھر نہیں پھول پھل سکے گا،

کہ چھل چکے چھال اور ڈنٹھل، کہ جھڑ چکے پھول اور پتے،

مگر تلافی ہوئی بہر حال شکل بے برگ و بار کی یہ

اخائی احدی و یاوری سب

اسی کو شوریٰ میں باری باری خلوص سے ہاتھ میں اٹھائیں
بڑے تحمّل سے بحث فرمائیں — جب یہ منشا زیوس کا ہو! —
اسی کو اب تھام کر قسم میں اٹھاؤں، یہ برملا بتاؤں
ضرور اک دن طلوع ہو گا، ضرور بے اختیار اک دن
بصد پشیمانی و ندامت کرے گا تو آرزو بہ شدت،
تو اضطرابی سے انتظار ایک ایک اخائی سپاہ گر بھی
اخیلس اے کاش لوٹ آئے.
مجھے نہ اس روز تو مگر یوں پچھاڑ پائے،
کہ خشک لکڑی نہ جس طرح پھر یہ، لہلہائے.
تجھے وہ پسپا کریں گے پیچھے دھکیل دیں گے،
ہزار ہا لشکری زبردست — وہ ہلاکو
وہ ہیکڑ گھاٹ موت کے جب اتار دے گا،
ہزیمت ایسی ترے لئے باعث اذیت شدید ہو گی،
ملی جُلی ایک غصہ و غم کی کیفیت، کیوں
دلیر اتنا یک سے تو اہانت سے پیش آیا"۔
اگام امنان اب لسے دیکھ دیکھ کر داں
کچھ اور بھی ہو رہا تھا غصہ میں لال پیلا،
مقرّرِ پیلیان نسطور دیکھ کر یہ
کھڑا ہوا دونوں صاحبوں کا خیال کر کے،
فصیح، جادو بیان ایسا

دلیل اسکی زباں سے شیریں تر کہیں انگبیں سے، ٹپکے
وطن پئی لوس میں بقیدِ حیات تھا وہ
گذار کر مردمانِ فانی کی پیڑھیاں دو،
اک اسکی اپنی تھی، بعد کی ایک اور اب تو
ہوا عمل دخل تیسری نسل میں بھی قائم۔
ملائمت سے جہاں دیدہ بزرگ نسطور یہ مخاطب
ہوا اب ان سے ملامت آمیز لہجۂ دلگداز میں یوں :۔
" ضرور روزِ سیاہ کہیئے
پڑی ہے ایسی شدید آفت اخائیہ پر۔
خوشی کا ہوگا نہیں ٹھکانہ
غنیم پریام، اس کے فرزند شاہزادوں، تمام دشمن ٹروجیوں کی،
جلائیں گے وہ چراغ گھی کے اگر بھنک پڑ گئی ذرا بھی،
یہاں پہ جو تو تکار اب ہو رہی ہے ایسی،
تمہارے مابین جو یہ الفاظ کی لڑائی ٹھنی ہوئی ہے،
مشاورت میں مقدم، اتنے مقدم اب تلخ گوئی میں بھی۔
مری سنو گوش ہوش سے صاحبو! مجھے تم عزیز یکساں،
کیا نہیں اختلاف مجھ سے کبھی کسی نے۔
جو اگلے وقتوں میں مقتدر لوگ میں نے دیکھے،
مری نظر سے نہ لوگ گزرے ہیں پھر نہ گزریں گے اس طرح کے۔
پرائتھس، میرِ خیل درِیاس، کانئے ٹیس،

اژادیس، پول غیم لیس، تھیس لیس، اسی کا سپوت ایجی،
خدیو، امر دیوتاؤں کا بالصفات ہمتا۔
سنو کہ یہ داستاں ہے دھرتی کے رستموں کی
ہوئے نبرد آزما جو رویئن تن پہاڑوں کے وحشیوں سے،
مقابل آئے مہیب قنطور انہیں شکست تباہ کن دی۔
بتاؤں ان ہستیوں میں کیا حیثیت مری تھی۔
وطن پہ پی لوس سے اگر دور بھی ہوا میں،
مجھے کیا مدعو، مجھی سے مشاورت کی۔
مقام لاریب میں نے حاصل کیا عرق ریز کاوشوں سے۔
عظیم کردار کے تھے وہ لوگ، آج مدِ مقابل ان کا
نہ کوئی ذی روح شخص گیتی میں بن سکے گا۔
یہ بات دہراؤں گا مکرر، کہ سیکھ مت کی
انہیں کبھی جب طرح بھی دی، کان اس پہ دھرتے تھے، مانتے تھے۔
بھلے سے تم بھی گرہ میں باندھو اگر، تو اس میں بہت بھلا ہے۔
اگامم امناں تواب، دوشیزہ اس کے حصہ میں آ چکی ہے،
بوقت تقسیم یہ غنیمت سے فوج نے کی اسے حوالے۔
کرو نہ محروم اسے، حرم میں رہے بدستور وہ اسی کے،
مری اگر مانتے ہو تم دستکش ہو اپنے مطلبے سے۔
ترا اخیلس یہ فرض ہے ہو کبھی نہ سرتاب پیشوا سے،
برائے اعزاز کیوں مبارز طلب ہو اس آدمی سے کہ جو

زیوس نے اقتدار جس کو عطا کیا ہے۔

کمال تم میں جوانمردی سہی کہ دیوی کے بطن سے ہو،
تمام لوگوں میں زور اس کا مگر ہے تم سے کہیں زیادہ۔
اگامم امناں تم بھی لیکن یہ طیش اپنا فرو کرو گے،
مری یہ درخواست ہے تحمل سے کام لو گے،
یہ جان لو ہم اخائیوں کے لئے اخیلس
سیاہ سیل محاربت میں عظیم دیوارِ قلزمیں ہے۔"

اگامم امناں نواب اس کو جواب میں یوں :-
کہا گیا خوب — جو کہا ہے!
مگر یہ اس آدمی کے تیور، جناب، کہیئے
کرے قیادت، کرے یہ ہر ایک کی سیادت
چلائے گا حکم جیسے ہم پہ ہر ایک کو زیر زار کر کے،
اگر مہا دیوتاؤں نے — جو سدا امر ہیں — اسے بنایا ہے نیزہ افگن
تو کیا دہن بھی بھرا ہے ناپاک گالیوں سے؟"
ہوا اخیلس مخل :" نرا گاؤدی ہے، آنکیں گے لوگ میرا
کلیجہ کنجشک کا، کہ چینچتا انگلیاں ہی رہوں یہاں میں
وہاں مگر تو تمام کر لے — تمام کہہ لے!
جا کسی دوسرے پہ تیری یہ دھونس مجھ پہ نہیں چلے گی۔
کہوں یہ البتہ — دھیان سے سن،
حسیں کنیزک کے واسطے تیرے ساتھ ہی کیا

کسی دگر شخص سے بھی جھڑ کاؤں گا نہ کھانڈے،
اگرچہ حق پہ ملا مجھے جو، اسی کو ہتھیا رہا ہے ناحق۔
رہی کوئی اور چیز میری سیاہ زورق میں جو دھری ہے
لگا سکے گا اسے نہ تو ہاتھ بھی، نہ مرضی اگر مری ہو۔
یہ آزمالے، یہ بات ہر شخص صاف سن لے
اسی گھڑی تیرے گرم خوں سے مری سناں وا غدار ہو گی"۔
ہوئی جو برخاست ایک ہڑلونگ میں جہازوں کے پاس مجلس
حلیف دستے لئے روانہ ہوا پڑاؤ کی سمت اخلیس
ندیم پیتراکلس اگر ساتھ ہم قدم تھا
تو دیگر اصحاب ہم قدح تھے جلو میں اس کے۔
اگام امناں جہاز کا انتظام کرنے ہوا روانہ،
کئے سبک دست بیس ملاح تب مقرّر،
بھرے چڑھاوے کے جانور سب،
ہمہ جمال و ادا دلآرام خرصیہ بھی سوار بیٹھی
اڈیسیں صاحب ہنر نے کمانِ عرشہ سنبھال لی تو
اٹھائے پتوار ماجھیوں نے، چلے سمندر کے آب گوں راستہ پہ کھیتے،
ادھر اس اثنا میں حکم صادر سپاہیوں کو ہوا، کہ چوکس
کریں پڑاؤ پہ گشت — تعمیل کی انہوں نے۔
بہایا پانی میں کوڑا کرکٹ۔
کف فضولی کے پاس ان کا مہابلی دان پھر حضور خدیرا پالو۔

چڑھائی سالم نیاز، مرغولے بن کے بھبکے فلک کو پرّاں،
یہ دن گزارا سپاہیوں نے تمام ایسے ۔
اگامامنان کے حافظے میں خلش بدستور تھی جھڑپ کی،
رکابدار اور ایلچی ۔۔ اربتوس و تلتی بیاس فوراً
طلب کئے اور یہ دیا حکم : " جاؤ دونوں
ابھی اخیلس کے مستقر پر،
پکڑ کے بازو سے بریصیہ کو اٹھاؤ میرے حضور لاؤ،
کرے اخیلس جو کوئی حجّت، مزاحم آئے،
حوالے کرنے میں ہو اسے پیش و پس ذرا بھی
تو آؤں گا خود لئے سلحشور تاکہ حاصل بزور کر لوں،
مقام یہ اس کے ڈوب مرنے کا اور ہو گا ۔"
پس اسطرح سہمناک چلتا کیا انہیں اپنے راستے پر
نہ ایسی بے ڈھب مہم کی ہمت تھی گرچہ ان میں ۔ مگر گئے وہ
رواں سمندر کی پوُچ بجری پہ اور پہنچے
جہاز گروں کے لنگر انداز تھے جہاں پر
پڑاؤ تھا جس جگہ پر ان کا ۔
نہیں ملا خاص دور بیٹھے وہ خانخاناں،
دیئے دکھائی وہ دونوں آتے تو بدمزہ ہو گیا اخیلس ۔
خجل بھی، ہیبت زدہ بھی، وہ آ کھڑے ہوئے تھے واں
مگر نہ تھا حوصلہ کہ بولیں ۔

لگا کر اندازہ ان کی حالت کا، خود اخیلیس نے بات چھیڑی :۔

" مجھے ہے معلوم — بر رسولاں بلاغ باید'
زیوس و انساں کے دوت ڈھنڈوریاؤ تم پر سلامتی ہو'
بڑھو' کہو تم' مجھے تمہارے خلاف پُرخاش کچھ نہیں ہے۔
اگامامناں وہ آدمی ہے' اسی نے یاں برصیہ کی خاطر
تمہیں سراسیمہ یوں بھگایا ہے — خیر آؤ
ندیم پتراکلس کنیزک کو لا کر ان کے سپرد کردے
رہیں یہ دونوں گواہ اس پر
خداؤں کے سامنے جو آنند بس رہے ہیں'
تمام لوگوں کے سامنے بھی — جنہیں فنا ہے
انہی میں وہ سخت گیر سلطان بھی ہے شامل
انہیں مگر کل کلاں ضرورت مری پڑے گی
شکست فاش اور پائمالی سے جا بچاؤں۔
اس آدمی کی مت ایسی ماری گئی ہے لیکن
اسے نہ پیچھے کی سوچ ہی کچھ رہی' نہ آگے کی سوچ باقی'
اگر جہازوں کا معرکہ ہو کرے نبرد آزمائی کیسے؟
کیا کہا اپنے دوست کا اس طرح ہی پتراکلس نے، لا کر
بروں کٹی سے وہ جانِ زیبائی برصیہ کی انہیں حوالے۔
انہوں نے مگیٹ لیا جہازوں کا راستہ جھٹ
گئی یہ لڑکی بھی ساتھ — کس بے دلی سے لیکن!

نہ ضبط گریہ ہوا، اخیلس جگر تپاں دوستوں سے اٹھا۔
نشستہ تنہا، سرھانے خاکسترانہ موجہ کے تک رہا تھا
ابھی اگر بحرِ بیکراں کو، پیارے ہاتھوں کو مانگتا تھا
ابھی دعا عاجزانہ ماں سے،
"تری عطا جس طرح مجھے ہے یہ زندگانی — یہ چند روزہ سہی۔
کم از کم
زئیس — جس سے فلک پہ ساری گرج کڑک ہے۔
بحال عزت وہی کرے جس قدر مری تھی — مجھے گلہ ہے
ذرا بھی اب مرحمت یہ نعمت مجھے نہیں ہے!
خیال فربا، وسیع خطوں کا حکمراں، یہ اگامم امناں
مجھے کرے یوں ذلیل، یہ راج ہٹ، اُڑالے
مری متاعِ غنیمت اپنے لئے کھلے عام دھاندلی سے"۔
بھرے تھے آنکھوں میں اشک فریاد کر رہا تھا،
یہ — فخرِ نسواں — اسکی مادر
ضعیف والد کے پاس بیٹھی ہوئی تھی سرسبز گھاٹیوں میں
دہائی جب کان میں پڑی تو اٹھی — رپٹ کر
درونِ ساحل سے دھند جیسی،
ہوئی نمودار ملگجی سطحِ قلزمیں پر کہ آن بیٹھے
اس آبدیدہ پسر کے پاس اور دے تسلّی۔
ملائمت سے کہا اسے: "رکھ نہ جی میں اپنے

مجھے بتا صاف صاف جو بات ہے کہ دونوں کو آگہی ہو"۔
مصاف کا وہ ثریاں غضنفر اخیلس اب بلبلا کے بولا :
"تجھے خبر ہے، بتاؤں میں کیا،
جہاز راں ہم ہوئے تھے تاراج و تاخت کے واسطے وطن سے
ہوئے تھے پھر ہم اتاتی شہر قدیم تھیبی پہ حملہ آور،
بزورِ یورش کناں ہوئے ہم تو اس پہ قبضہ ہوا ہمارا۔
مچائی واں لوٹ مار — لوٹے، لئے غنیمت، غلام، غلّہ۔
ہوئی ازاں بعد بانٹ، حصہ میں خرصیہ آئی بادشہ کے۔
تو یاں دھنک دھر خدیوا پالو کا پیر راہب خریسس آیا،
برائے دختر بطور فدیہ خطیر سوغات ساتھ لایا،
عصائے زریں پہ دیوتا کی سفید انٹی کئے تھی سایا
ہوا اخائی سپاہ و لشکر سے مہربانی کا ملتجی وہ،
خصوص سے دونوں ایطرائیدی میر لشکر سے کچھ زیادہ۔
کیا تھا اثبات اس پہ سارے سپاہیوں نے دبی زباں سے،
سلوک احسن کرو پروہت سے، رستگاری کا زر قبولو؛
اگام امنان کو تھا انکار، آرزو خون ہو رہی تھی۔
تحکمانہ جھڑک کر اس نے وہاں سے اس شخص کو بھگایا۔
وہ مرد پیر انتہائی کیفیتِ غم و غیض میں پلٹ کر
خدیوا پالو سے محوِ زاری ہوا، تو اس پر ہوئی توجہ
قبول کی التماس اس نے۔

سپاہِ ارگوس پہ وبا کے سیاہ کوندوں کی یورشوں سے
گرے سپاہی و جانور ابتلا کے مارے۔
بڑی اذیت سے وہ مرے، مار کی جب اس دیوتا کے گولوں
نے وندناتے
ہمارے کاہن نے فاش تاویل سے کیا تب
وبا سے مقصود دیوتا کا جو لابدی تھا۔
انہیں دیا میں نے مشورہ دیوتا بہادر کو رام کیجے۔
برس پڑا پھر مجھی پہ آپے سے ہو کے باہر اگام امناں،
جمائی دھونس اور دھاندلی کی سنائی دھمکی۔
یہ دھونس دھمکی کی بات، یہ دھاندلی کا قصّہ گذر چکا ہے۔
سوار اخائی جہاز پر کر رہے ہیں وہ اک
حسین دوشیزہ، کوچ جو اب کرے گی سوئے کنارِ خرصی،
خدیوا پالو کی نذر کے واسطے تحائف مزید بھی ہیں۔
مرے پڑاؤ سے دوسری کو ڈھنڈورئیے چھین لئے گئے ہیں۔
مری کنیزک، بریصیص کی حسین دختر
جسے غنیمت سے خود دیا تھا مجھے سپہ نے۔
مری مدد کر، اگر یہ امکاں میں ہے المپس کی سمت چل دے،
منا بہ منّت زیوس گردون آستاں کو،
کبھی اگر قول و فعل سے تو رہی ہے خدمت گزار اسکی،
رہی ہے بے شک تجھے یہ میکے میں خود جتاتے سنا ہے میں نے۔

دلاؤں گر یاد وقت، تنہا فقط تجھی نے
تمام امر دیوتاؤں میں، شرمناک رسوائی اور خطرناک سانحے سے
جب ابن کرنوس کو بچایا!
خدیوگاں دوسرے — پلاس ایتھنہ، پسیدان اور ہیرا
یہ آرزومند تھے رہے مستقل یہاں دیوپا بجولاں۔
تڑپ تجھے تھی وہ طوق و زنجیر سے رہا ہو۔
گئی اگائیوں کے پاس سرپٹ سرالمیس،
جسے دگر دیوتا بریرس پکارتے تھے۔
مہیب سو بازوؤں کا رادن، جری، قوی اپنے باپ غطریف
قلزمیں سے۔

وہ ابنِ کرنوس کے قریب اس ادب سے بیٹھا
کہ جیسے اس کو یہ خاص اعزاز مل گیا ہو۔
ٹھٹک گئے خوف کھا کے میمون دیوتا سب،
زئیوس کو زینہار پابستہ سلاسل کوئی بناتا۔
اسے دلا یاد واقعہ یہ، جتا اسے یہ تمام باتیں،
لپٹ کے پھر اس کے زانوؤں سے مراد یہی جی کی مانگ لینا۔
ٹرائے کا وہ بنے طرفدار، اخائیوں کو دھکیل ڈالے
کنارۂ بحر تک جہازوں پہ — غارتی خوب اور نقصان سخت جانی

ابن کرنوس یعنی زیوس

مزا ملے فوجیوں کو ان کے لئے بٹورا جو پیشوا نے
حماقت اپنی اسے بھی معلوم ہو کہ اس نے گنوا دیا کیا،
مجھے کیا جب ذلیل، رسوا — اخائیوں میں، یہ ہیں کہ ہوں
بے گمان یکتا!"

بھر آئی دیوی کی آنکھ اور ایک اشک ٹپکا،
دیا اسے یوں جواب: "افسوس لال میرے!
تجھے چڑھایا تھا ہائے پروان، نوج جس دن، جنم دیا تھا،
کنارِ ساحل، محاصرے میں، نہ آہ تجھ کو سکون ہوگا،
تری حیات اس قدر بسُرعت گزر رہی ہے،
اجل بھی در پے ہے آہ، افسوس، دل شکستہ
نصیب یوں، واژ گوں نہ ہوگا — جلا نصیبہ،
تجھے جنم کن مصیبتوں کے لئے دیا — اُف!
زیوس، آقائے برق و باراں کو خیر جا کر
المپس برف ضوفشاں پر
کروں گی تجویز پیش، جو تیری آرزو ہے۔
مجھے بھروسہ ہے وہ رضا مند اس پہ ہوگا۔
جہاز ہیں پاس لنگر انداز سلسلہ میں، خموش ہو جا

AIGAION غطریف، شجاع والی BRAIREUS صد بازو پنجاہ دست
جس نے زیوس کو TITANS سے چھڑایا۔

سپاہ سے برہمی بجا، برقرار ہی رکھ،
لڑائی سے دستکش اگر ہے تو ٹھیک ہے،“ رہ۔
زیوس کل رات ساحلِ بحرِ بیکراں کو سفر کناں تھا،
بڑی ضیافت کا اہتمام آفتابِ سوزاں پہ ہو رہا ہے،
گئے ہیں ہمراہ دیوتا سب،
پلٹ کر آئے گا بارہ دن میں سرِ المپس،
وہاں پہ جاؤں گی اور دہلیز جست ہے تب گزر کر، اس کے
چرن نواسوں گی میں عقیدت کے ساتھ — بے شک
مجھے بھروسہ ہے میں اسے رام کر سکوں گی۔
چلی گئی تھیٹس اپنے بیٹے کو چھوڑ کر تب۔
قبا ملائم کنیز کے واسطے جو اب تک سلگ رہا تھا،
جسے بزور اس سے چھین کر لے گئے تھے ظالم۔
ادھر چڑھاووں سے بار لپنے جہاز لے کر
اڈیسیس اس سمے خرائس پہنچ گیا تھا۔
عمیق بندر میں ہو کے داخل
انہوں نے تہ بادباں کئے اور کھول دیں پیش رسیمانیں،
کہ ڈھیلا مستول ٹھیک دنبالے میں ٹکے سازداں کے اندر

THETIS — پلی یوس سے اخیلس کی ماں، جل پریوں NOREIDS (NEREUS) کی مہارانی، جو ساگر دیوتا کی پچاس بیٹیاں ہیں۔

وہ پھر اسے کھیتے کھیتے لنگر ٹھرے پہ لائے،
گرائے اگوا ڑ روڑ، پچھوا ڑ تنگ باندھا
اتر کے پایاب موج میں چل پڑے، اُتارے
انہوں نے جو جانور کماں باز کے لئے تھے۔
عمیق قلزم کے اس سفینہ سے خرصیہ بھی فرود آئی،
بزرگ شاطر اڈیسیس ساتھ اسے لئے کنڈ سار پہنچا،
سپرد کر کے پدر کو، بولا: "اگام امنان کا فرستادہ، اے خریسیس
لئے ہوئے ہیں یہاں تک آیا تری یہ بیٹی، (سنبھال اس کو).
مزید، نام دنان اپالو کے واسطے نذر کی نیازیں.
ترے خداوند کی تشفی ہمیں یقیں ہے کہ اس طریقے سے ہو سکے گی،
وہ جس نے ارگوسیوں پہ سنگیں عذاب بھیجے،
دلوں کو چھلنی کیا، دیئے بے حساب صدمے۔
تھما دیا ہاتھ، اور بیٹی ملی پروہت کو ۔ وہ ہوا شاد انتہائی.
ہنکائے پھر دیوتا کو نذر و نیاز دینے
انہوں نے قربان گاہ کو غول بیل اپنے.
کھنگال کر ہاتھ بوھیوں میں وھنسائے گھرے.
بجانبِ عرش تب خرسیس نے ہاتھ بہرِ دعا اٹھائے:
دو کمانِ سیمیں کے صاحب، اے سینی دس، مقدس دگر مقامات کے نگہباں،

کنڈ سار ۔ قربان گاہ   بوہیا ۔ کاغذ کے ملغوبے کی ٹوکری

دُعا ہماری سن، اے دعا ایک بار پہلے سنی ہے میری،
کیا مجھے سرفراز، تنبیہہ و سرزنش کی اخائیوں کو،
مری مراد ایک مرتبہ آج اور بر لا،
وبا و قہر اب دنائیوں پر سے دور فرما!
قبول فرمائی التجا یہ خدیوا پالو نے —— جب دعائیں
پڑھی گئیں اور جَو کے دانے گئے بکھیرے۔
چھرے کے نیچے لٹا دیئے بیل، اتار کر کھال جوڑ توڑے،
لپیٹ چربی میں تہ بہ تہ خام ماس، کچی نسوں میں باندھے،
بھگو بھگو کر شراب میں پیر مرد کے واسطے مُرغّن،
چڑھی ہوئی لکڑیوں کے گٹھے پہ بھون ڈالے۔
کھڑے تھے ہاتھوں میں لے کے ترشول گرد گبھرو،
کٹڑاہ پرشاد چکھ لیا، ہضم کر لئے گُردہ و کلیجی
تمام پٹھے اور دستیاں بھی تیار جو لکھوں کے واسطے کیں،
بڑی برابر کی آنچ تکّوں کو دی، پسندے کباب سینکے،
شراب سے مست گبھروؤں نے بھرے، لبالب بھرے پیالے،
چلائے کنگھے ہر اک پیالے میں، بھینٹ دیں دیوتا کو بوندیں،
بھجن رضا جوئی کے لئے گائے، رام ہو، آرتی اُتاری۔
تمام وہ دن ہوا، اپالو کے کیرتن سب، اسی سے مانگیں دعائیں ساری۔

کنڈسار — قربان گاہ
بوہیا — کاغذ کے ملغوبے کی ٹوکری

وہی وباٹا لیتا ہے دل سے دکھوں کے کانٹے نکالتا ہے۔

خدیوا پالو بھی خوب خورسند اس بھجن بھینٹ سے ہوا تھا۔

ہوا غروب آفتاب پھیلی ردائے تیرہ۔

جواریانِ اڈیسیس بہر استراحت

سوئے طنابوں کے نیچے دنبالہ ہیں دراز — اور سو گئے سب

بڑھائے اوشا نے انگلیوں کے حنائی پورے گلاب سے جب

سفینہ راں چھاؤنی کی جانب ہوئے سمندر پہ وہ اخائی۔

خدیو ناوک فگن نے ان کے جلو میں بادِ شتاب بھیجی

سنوار کر استوار مستول پر انہوں نے پلاس ڈالی

ہوا بھری اور بادبانوں کے پیٹ پھولے

سیاہ کف خیز نیلگوں رو عقب میں گلہی کے زمزمہ زن

رواں دواں اس طرح سمندر میں اس سفینہ نے راہ طے کی۔

سوادِ ساحل پہ چھاؤنی میں پہنچ کے ٹھہرے۔

بدل کے رُخ پھر سیاہ بجرے کو لائے اوپر

قریب بالو پہ گھاٹ کھونٹوں کے ساتھ باندھا۔

ہوئے ازاں بعد منتشر وہ پڑاؤ پر اپنے اپنے ڈیرے کو سب

سدھائے!

اسی سمے واں پہ دیوتا سا کنورِ اخیلیس

پسر پیلی یوس کا پڑا تھا قریب اپنے سیہ جہازوں کے دل تپیدہ

وہ کیفیت تھی کہ اس بہادر کو جیسے سکتہ سا ہو گیا ہو۔

نہ مجلس ہمسراں میں بیٹھے، نہ بہر پیکار ہو کمر کس،
عجیب احساس اس کے سینے میں موجزن تھا،
یہ الکسی جیسے اسکی جرأت کو زنگ آلود کر رہی ہو،
مصاف کے نعرہ ہائے مرداں سے کس قدر دور ہو گیا تھا۔
گزر گئے بارہ دن تو لوٹے
سر المپس زیوس کے ساتھ دیوتا سب،
زیوس ان کا عظیم آقا!
وہ بات بیٹے کی تھیٹس کے دھیان میں رہی تھی۔
اٹھی سمندر سے اب سویرے کی دھند ایسی
فلک کی جانب گھٹا کی صورت بلند اڑتی
سر المپس پہنچ گئی وہ۔
گھنی بھنوؤں کا زیوس پایا الگ تھلگ ایک خاص چوٹی پہ مسند آرا،
ہوئی ریٹ کر وہ سامنے، بائیں ہاتھ کو اک
کٹور کنڈل کیا، دھرا اس کے زانوؤں پر۔
اٹھائی پھر دائیں ہاتھ سے ٹھوڑی، اور درخواست یوں گذاری:
"زیوس" لے باپ میں اگر قول فعل سے جا و دانیوں میں
رہی ہوں سب سے زیادہ خدمت گذار تیری، ۔ مراد بر لا،
مرے پسر کے وقار کا مسئلہ ہے، چند سے خیال فرما،
معز ز و مستند وہ سب سے، اسی کی تقدیر واژگوں ہو،
سلوک اس سے اگام امناں نوا نے ناروا کیا ہے۔

نہ صرف سختی سے پیش آیا، کیا تصرف میں اس کے حصہ کا مالِ غنیما،
بزور چھینا بزور ہتھیا لیا ہے ناحق۔
پکڑ کرے گردنی یہ اسکی مگر یہ تو ہی
سرِ ابلیس ہر اک سے عالی دماغ تو ہے،
ڈرجیوں کا شجاعت و زور کر فراواں،
انہیں فزوں حوصلہ عطا کر — اخائی جب تک
مرے پسر کو نہ اس کا حق و معاوضہ دیں،
نہ اس کا اعزاز اور عزت بحال کریں"۔
یہ بات وہ کہہ چکی لے صاف، لفظ لیکن
نہ ایک وہ بادلوں کا شیرازہ بند بولا،
سکوت سے دیر تک وہ بیٹھا رہا اسی طور بلکہ ساکت،
لپٹ گئی تھیٹس اس کے گھٹنوں سے اور دوبارہ یہ دہائی :۔
"سنا اٹل فیصلہ سنا اور سر کو اثبات میں ہلا دے
وگرنہ دھتکار دے مجھے تو۔
تجھے تردد ہی کیا ہے مجھ پہ اگر کھلے یہ
تری نگاہوں میں ہیچ ہیچ ہوں دیوتاؤں سے کس قدر میں"۔
زیوس شیرازہ بند ابر اب اسے تحیر کے ساتھ گویا :
"یہ امرِ تکلیف دہ ہے تم زود یا بدیر اب
دھکیل کر ہی رہو گی ہیرا سے اک کھلی چپقلش پہ مجھ کو،
بری مری جان کو وہ آئے گی اور کوسا کرے گی دن بھر۔

یہ صورتِ حال ناگواری کی بلکہ موجود آج بھی ہے۔
کہ بے تکاں، دیوتاؤں کے روبرو مجھے وہ
خراب و بدنام کر رہی ہے، یہ مجھ پہ الزام دھر رہی ہے
ٹروجیوں کا لڑائی میں ہوں حمایتی میں۔
سدھار گھر کو بس اس سے پہلے تجھے یہاں کوئی دیکھ پائے،
یہ مسئلہ، اعتماد کر تو توجہ اس پہ ضرور دوں گا
کروں گا کچھ بندوبست — اثبات میں تسلی کے واسطے، لے
یہ جنبشِ سر سے خود کو پابند کر دیا ہے،
یہاں، سب ان دیوتاؤں کے روبرو — یقیں کر
کچھ ایسی کچی نہیں مری بات، ٹوٹ جائے
اگر اشارے سے میں پھروں ایک بار بھی۔"
جھکائے نیچے وہ اپنے بوجھل سیاہ ابرو
تو آ پڑے اس کے سرمدی سر سے گیسوئے تابداران پر،
تمام المپس لرز اٹھا تھا!
معاملہ طے ہوا بہم تو جدا ہوئے وہ،
المپس ضوفشاں سے واپس عمیق ساگر میں کہر آلود تھیٹس، کودی
زیوس تشریف لے گیا اپنے قصرِ عالی کو — دیوتا سب
حضور اپنے پدر کے سنجیدہ و مودب
وہاں کھڑے ہو گئے نشستوں پر احتراماً،
مجال کس کو تھی بے ہلے اس کے روبرو ہو،

حضور اس کے کھڑے ہوئے اسلئے وہ سارے
سر پہ آرا ہوا زیوس لیسے دبدبے سے۔
اب اسکی دلچسپیاں نئی ہوشیار ہیرا نے تاڑ لی تھیں،
بھنک اسے کچھ یہ پڑ چکی تھی۔
جھلک بھی دیکھی تھی سیم پا بنتِ بحرِ دیرینہ سال کی — جب
کھُسر پُسر اس کے ساتھ وہ تھیٹس کر رہی تھی۔
پس اس کے پیچھے وہ پڑ گئی پنجے جھاڑ کر اب۔
کیا کرونی زیوس سے یوں سوال: "فتنہ یہ کونسا ہے؟
دھرا گیا کان کس کی ہفوات پر یہ اس بار — اور کیسا
پڑا ہے چوری چھپے کا لپکا، معاملہ چپکے چپکے صاحب نگر چکانا!
کہاں روادار مجھ سے دو ایک لفظ کا التفات کر دے
ہوئی ہے جو ساز باز تازہ"۔
خدیو و آدم کا جدِ امجد اسے جواباً:
ہوا ہے سودا تجھے کہ ہیرا فضول اڑاتی ہے ٹانگ میرے
معاملوں میں
تجھے ہے یہ ناروا، اگرچہ مری شریکِ حیات ہے تو،
مجھے نہیں یہ ضرور، بے شک نہیں سزاوار کوئی اس کا،
وہ آدمی ہو کہ دیوتا، میں صلاح اس سے
کروں ترے روبرو ہمیشہ۔
نہیں ہمارے امور میں دخل دوسرے فرد کو نہیں ہے،

مرا کبھی ہوا اگر یہ منشا تو غور فرماؤں گا اکیلا بلا توقف،
مجھے کسی ضمن میں سوالات سے پریشان مت کیا کر۔"

کشادہ دیدہ، خدیوہ ہیرا، اسے جوابا:
"یہ کیا جلالت مآب فرما رہے ہیں، میں نے
نہیں سوالات سے کیا ضیق خاص ایسا۔
بتائیے جو پسند خاطر ہو، آئے طبعِ شریف میں جو۔
مجھے کچھ اس سلسلہ میں تشویش ہو گئی تھی،
ہوا ہے یہ وہم کلموہی تھیٹس نے نہ گمراہ کر دیا ہو،
وہ سیم پا بنتِ بحرِ دیرینہ سال، ابھی جو
ہوئی ہے کچھ دیر، پو پھٹے آئی تھی یہاں پر۔
چرن تو اسے تھے، پاس بیٹھی رہی تھی خاصی،
قیاس ہے آپ نے بھی دی تھی برائے اثبات سر کو جنبش۔
ہوا ہے پیمان کوئی محکم، بحال اخلیس کا مرتبہ ہو،
اخائیوں کا اگر جہازوں کے پاس اب قتل عام ہو گا۔"

زیوس شیرازہ بند ابر اب اسے جوابا۔
"قیاس، اُفوہ، بوجھنے میں بجھارتیں طاق ہو گئی تو
مگر نہ اس ضمن میں تری پیش چل سکے گی
نہ باز آئی، مغائرت ہی بہم بڑھے گی،
یہ بات ہو گی تجھے بہت باعثِ اذیت۔
چلو، اگر تو مُصِر ہے جس پر وہ مان بھی لوں،

تجھے ہو معلوم، جان لے، یہ مری خوشی ہے۔
سنبھال اپنی نشست، جا، ٹک کے بیٹھ، تجھ پر
سرِ المپس ہے شرط لازم —— مری اطاعت،
وگرنہ یہ سارے دیوتا کچھ مدد نہیں کر سکیں گے تیری،
گرفت اگر اپنے آہنی سخت گیر پنجہ کی تیری گردن پہ تنگ کر دی"۔
کشادہ دیدہ خدیوہ ہیرا یہ سن کے تھرائی، خوف آیا،
جھکا دیا سر بڑی خموشی کے ساتھ اس کی رضا کے آگے۔
زیوس کے بے کنار ایوان میں فلک کے خدیو سارے
کبیدہ خاطر، ملول، ترچھی نگاہ سے دیکھتے تھے ٹک ٹک
مگر نہ دم مارتا تھا کوئی۔
عظیم صنّاع ہیفیس تس نے خامشی کا طلسم توڑا۔
بہ مہربانی اس اپنی برفاب دست مادر خدیوہ ہیرا پہ خاص اس کی۔
بہ تاسف، یہ دن ہے منحوس انتہائی
بچاؤ گر تو نکار مخلوقِ چند روزہ کے واسطے تم،
ہوئی بہت بس بہت یہ پہلے ہی ہو چکی ہے۔
یہ دیوتاؤں کو زیب دیتی نہیں یہ ٹکاّ فضیحتی، دند فیل، دنگا۔
نظ آئے گا خاک پر تکلف عشائیہ میں
سورِ مجہول ایں چگونہ اہم اگر ہوں؟
ر تو ماں کو یہ مشورہ ہے، اسے ہے یہ خوب آگہی بھی،
ہی پدر کو کرے گی ہموار، ورنہ بے قفل رعد کر کے

وہ اس ضیافت کا ستیاناس مار ڈے گا۔
تجھے ہے معلوم اتھل پتھل کس طرح کرے گا،
اگر وہ چاہے تو صاعقہ کے شدید کوندے
رہا کرے، خاک میں ملا دے یہ شہ نشینیں
فقط سزاوار ہے اسی کو تمام قوت۔
کر اب اسے رام، مہربانی، ملائمت میں سنوار لہجہ
پھر اس کے فضل و کرم کی امیدوار بن جا،
ضرور اپنا وہ بارِ دیگر شفیق ہوگا۔"
سخن طراز اس نمط، وہ لغزیدہ پا اٹھا پھر،
اسے دیا بھر کے مے سے دو دستہ آبگینہ
یہ بات اب اور زور دے کر کہی: " مری ماں
زباں کو روک بس مری پیاری ماں، اگر اضطراب بھی ہے،
مری بھلی ماں، تجھے کبھی دل زدہ نہ دیکھوں۔
مجھے سوا ہی ملال ہوگا ___ تری مدد کر نہیں سکوں گا،
مدد ذرا بھی
مخالفت صاحبِ المپس کی کارِ دشوار و پُر خطر ہے۔
تری حمایت کبھی جو کی تھی، بھگت لیا تھا۔
پکڑ کے اک پاؤں سے مجھے، آسماں پہ اس نے
گھما کے پھینکا تھا ایسے گمبھیر آستاں سے
تمام دن ڈولتا پھرا میں ___

ڈھلا تھا سورج تو نیچے آیا تھا ادھ مُوا سا
جزیرہ لمناس پر، فرو ماندہ دیوتا کے
بنے ''تو تیماردار، بندے، جہان والے!''
سنا، تو ہنس دی حسین کا فوردست ہیرا،
پکڑ لیا اس کے ہاتھ سے، مسکرا کے جام شراب ـــــ پھر وہ
سبو سے سرمست انڈھیلتا، جام جام، دائیں طرف سے بائیں
سرو وصد شکر کا یہ نکتار دیوتاؤں کو پیش کرتا۔
ہوا بلند ایک قہقہہ سعد زا، صفِ جاودانیاں سے
بلند بانگ ایک قہقہہ، دیکھ ہیفیسی تس کا رقصِ مستی
نشہ سے مخمور اب وہ سب گنگنا رہے تھے۔
ترانے ایوان میں ـــــ رسیلے
اسی طرح سارا دن خورد و نوش میں گزارا،
ہوا نہ جب تک غروب سورج۔
بڑے تکلف کا تھا ضیافت کا اہتمام ـــــ ایک ایک نے کی
وہاں تواضع خود اپنی اپنی اسی طرح بے تکلفی سے۔
رباب اپالو کے ہاتھ میں تھا، اکاس سورٹھ۔ ملہار، دیپک۔
غنا یئے جو گلو و ناہید لب حسیں راقیاؤں نے منڈلیوں میں چھیڑے۔
کھلے چمکدار دن کا سورج غروب مغرب میں ہو گیا جب
ہر اک نے لی راہ، استراحت کے واسطے عافیت کدے کی
گھران کے، وہ گھر کہ سارے بانگور ہیفیسی تس، بدیع صناع نے بنائے،

مہارت بے مثال سے اُن کے واسطے زرف آسماں پر ۔
زیوس آقائے برق و باراں بھی اپنے خلوت کدے کو تشریف لے گیا تھا
مندی وہ آنکھیں ہمیشہ جن میں سکون آمیز نیند آتی ۔
طلائی مسند کی دیوتانی، حسین ہیرا، دراز پہلو میں ہو گئی، گود میں سمائی ۔۔

بانگو ر : ہنگ ٹنگا، کج پا

دوسری کتاب

اجلاس : فوجوں کا اجتماع

خدیوسب محوِ خواب تھے، جنگ آزمودہ لڑائے کے بھی،
سپاہ گر، اسپ راں، رتھ بان رات کے پُرسکون ماحول میں۔
مگر نیند کا ذرا بھی

زیوس پر بس نہیں چلا تھا۔
اسے برابر یہ سوچ ہلکان کر رہی تھی
کرے اخیلیس کو کس طریقے سے سرخرو پھر،
وہاں پہ موجود جب نہیں وہ۔
قطار اندر قطار، اخائی جہاز تلپٹ تمام کر دے۔
اسے یہ سوجھی بالآخر اک بات خوب گر کی
کہ وہ اسی شب اگام امنان کی طرف ایک خوابِ مرگ آفریں بھیجے۔
طلب کیا خواب کو، اسے حکم یہ دیا ” تو
اخائیوں کے اچل جہازوں کو خوابِ وحشت اثر، چلا جا!
اگام امنان کے مظلّہ میں بے تکاں گھس

تجھے کروں جس طرح ہدایت ذرا ذرا ٹھیک ٹھیک جا کر اسے بتا تو !!
یہ چاہیئے اب اسے کہ یکدم لڑائی کے واسطے صف آرا
اخائی گیسو دراز بلکے جوان کر دے۔
بس ایک ہلّہ میں وہ کشادہ ٹرائے کا شہر جیت لے گا،
اسے بتا دو دلوں میں دل اب نہیں رہا ہم المپیوں کا،
ہمیں رضامند کر کے ہیرا تمام ہموار کر چکی ہے
ٹرو جنوں کے سروں پہ منڈلا رہا ہے روزِ سیہ کا سایہ !!"
یہ حکم ملتے ہی خواب رخصت ہوا وہاں سے صبا کی صورت،
اگام امنان بن اطریس کو ڈھونڈھتا تھا۔
ملا اسے وہ بسا ہوا عودِ خواب شیریں میں اپنے ڈیرے،
سرھانے چند ے کیا توقف،
شبیہہ پھر نیلیئس کے فرزند پیرِ نسطوری بنائی،
اگام امنان کو مشیروں میں تھا زیادہ رجوع اس سے،
پس اس کے بہروپ میں ہوا محوِ خواب سے خواب ہم سخن یوں :۔
" پسر اطریس کا اور خوابیدہ —— تند گھوڑے سدھانے والا !
تجھے تو یوں رات بھر نہیں سونا چاہیئے —— کہ خدا، نہیں یوں
سپرد لوگوں کی جب اسے ذمہ داریاں بے شمار بھی ہوں۔
مدام تیری صدا رہی ہے بلند جنگی مشاورت میں۔
مجھے بخوبی شناخت کر لے زیوس کا میں پیامبر ہوں،
بعید تر وہ سہی، اسے تو عزیز تر ہے۔

پیام بھیجا ہے اس نے کہ مت ذرا توقف،
سپاہ کر لیس اور جنگگاہ میں نکل آ،
بس ایک ہلّے میں تو کشادہ بڑائی کا شہر جیت لے گا،
نہیں رہا دو دلوں میں دل ان المپئی دیوتاؤں کا اب،
انہیں رضامند کرکے ہیرا تمام ہموار کر چکی ہے،
کچھ اس طرح کی تری وکالت،
زیوس سے اب ٹروجیوں پر برے دنوں کا نزول ہوگا۔
پیام نسیاں تلف نہ کر دے، یہ دن کی ساعت ہیں یاد رکھیو
کہ جب اچٹ جائے خواب تسکیں نواز تیرا۔"
وہ آدمی رہ گیا وہیں، خواب شب میں تحلیل ہو گیا ــــ یوں
کہ عالم بیخودی میں دیکھے، نہیں کبھی جو وقوع ہوگا۔
دیا، پریام فتح کرنے کی دھن میں اس دن مگن رہا وہ
عجیب طفلانہ حسن ظن تھا ــــ اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا
خیال میں تھی زیوس کے کاروائی کیسی!
ہما ہمی میں لڑائی کے روگ سوگ جنگگاہ میں مقدر
ٹروجیوں اور اخائیوں کے لئے وہی تھا مساویانہ۔
ہوا وہ بیدار تو بدستور خواب کانوں میں بج رہا تھا۔
کھڑا ہوا، زیب تن کیا ایک خاص فرغل،
کہ ویسی پوشاک اس سے پہلے نہیں بنی تھی۔
عبا لپیٹی، کھڑاؤں میں صاف پیر ڈالے،

بشانہ پھر کر کے پر تلہ چست، تیغ براں کمر سے باندھی،
وہ آبدار و دراز مسٹھ جس کی نقرئی تھی۔
لئے ہوئے صولجان — اپنا وہ دو دماقی عصا — جہازوں کے
درمیاں سے ہوا روانہ۔

ادھر المپس کے پہلو تے خوشنما پہ آئی منوہر آشا
زیوس عالی جناب اور دیوتاؤں کو نور زا فرید سحر سناتی۔
اگام امنان ادھر بلا اپنے بوق منادوں سے — پھر ان کو
یہ دی ہدایت کریں منادی کہ ہوں اکٹھے اخائی سارے
مکمل اجلاس کے لئے جھٹ —
تمام کا اجتماع فوراً ہوا یہ اعلان گونجتے ہی۔
مگر مصاحب کچھ احتیاطاً جہازِ نسطور پہ بلا کر
انہیں کیا یہ معاملہ پیش اوّل اس نے:
"سنو ندیمو! کل انجمیں شب یہ خواب القا ہوا ہے مجھ پہ —
مرے سرہانے کھڑا ہوا ایک طیف آ کر۔
قد و شباہت میں عین نسطور، یوں ہوا ہمکلام مجھ سے:
"پسر اطریس کا اور خوابیدہ — تند گھوڑے سدھانے والا!
تجھے تو یوں رات بھر نہیں سونا چاہیئے — کہ خدا، نہیں یوں
سپرد لوگوں کی جب اسے ذمہ داریاں بے شمار بھی ہوں،
مدام تیری صدا رہی ہے بلند جنگی مشاورت میں،
مجھے بخوبی شناخت کر لے زیوس کا میں پیامبر ہوں،

بعید تر وہ سہی، اسے تو عزیز تر ہے

پیام بھیجا ہے اس نے کرمت ذرا توقف،
سپاہ کریس اور جنگاہ میں نکل آ،
بس ایک ہلّے میں تو کشادہ ٹرائے کا شہر جیت لے گا،
نہیں رہا وو دلوں میں دل ان المپئی دیوتاؤں کا اب
انہیں رضامند کر کے ہیرا تمام ہموار کر چکی ہے،
کچھ اس طرح کی تری وکالت،
زیوس سے اب ٹروجیوں پر بُرے دنوں کا نزول ہو گا۔
رہے تجھے یہ پیام ازبر"۔
وداع وہ لطیف طائر آسا ہوا، مری نیند اچٹ گئی تب۔
مجھے تو اس پر یقین آیا ہے، فوج آراستہ کریں ہم،
بلا توقف کئے ہوئے عزم جنگ، جنگاہ کو چلیں ہم،
رہے مگر پہلے جا تزہ بات چیت ان سے کروں ذرا میں،
شگون حسب طریق لے لوں،
اڑان، تدبیر ہو، جہازوں سے آ نکلوں میں۔
وہیں پہ روکو، جہاں پہ کوئی کھڑا ہوا ہے،
کسی کو کہنا ہے کچھ اگر تو، وہیں پہ اپنی جگہ سے بولے"۔
کمال تجویز تھی، نڈر کہہ سنائی اس نے۔
رتیلے ساحل کے ساتھ واقع وطن پئی لوس کا جہاں ہیں
بزرگ نسطور اٹھا، — وہ ہمدرد، فکرمندی سے یوں مخاطب:۔

"مرے رفیقانِ کار، ارگوس کے عمائد!
یہ خواب اگر اور کوئی انساں ہمیں سناتا،
تو واہمہ جانتے، اسے مالیخولیا ہم قرار دیتے،
ضرور محتاط ہو کے سنتے۔
مگر یہ رویت ہمارے سلطانِ معتبر کی ہے چشم دیدہ،
اسے نہیں جانیے شنیدہ،
ہمیں یہ لازم ہے فوج آراستہ کریں ہم
بلا توقف کئے ہوئے عزم جنگ، جنگاہ کو چلیں ہم"۔
پلٹ گیا تب اگام امناں، ہوا وہ برخاست خاص جلسہ۔
امیر، اتابک، پٹیل سب دوسرے بھی اٹھے،
کریں ہدایات کے مطابق وہ کار روائی۔
پڑاؤ سے لشکری نکل کر
برون، انبوہ اندر انبوہ اب وہاں جمع ہو رہے تھے۔
کسی پہاڑی کی درز سے جس طرح لگاتار باہر آئے
بہارِ گرما میں جھنڈ مکھیاں، اِدھر اُدھر، بھنبھنائے، کوندے
مگن لگن میں بجل، اُجاگر ہوا کے اوپر!
اسی طرح ان گنت مٹو مکھیوں کی صورت
اتر اتر کر کے عرشہ عرشہ سے ریلا ریلا
سپاٹ پھیلے ہوئے کنارے سے دستہ دستہ
جیالے واں جلسہ گاہ کی سمت چل پڑے تھے۔

زیوس کی مرسلہ سب افواہ منتشر ہوگئی تھی ان میں ڈھنڈورچی سی
کھڑک بھڑک کر — بسیط میدان میں بھر سو بلا کا ہلڑ مچا ہوا تھا،
جیسے جوش و خروش کے شور شر میں آکر
دنادن اس پر جبر بیٹھتے تھے —— زمین نیچے کراہتی تھی۔
ہاہمی کا عجیب ہنگام تھا، بپا ہو رہا تھا ہنگامہ اک دما دم۔
خموش کرنے کے واسطے نو ڈھنڈورچی اس طرح پکارے:
"خموش، خاموش، ہاں توجہ —— سنو سنو قائدوں کا فرماں!"
ہوا فرو شور و شین یکدم، ہر اک نے اپنی جگہ سنبھالی۔
کھڑا ہوا صولجان لے کر اگام امناں،
جسے تراشا تھا ہیفیستس نے خاص صنعت گری سے، پھر یہ
پسر کو کرنوس کے دیا تحفتہً، تو پھر یہ
زیوس عالی مقام نے مرحمت کیا تھا
ذہین ہرموس راہ جو یا کو اور پھر یہ
ذہین ہرموس راہ جو یل نے دیدیا تھا،
دلیر پیلاپس، نامور سارتھی کو، پھر یہ
دلیر پیلاپس نے اطریس کو دے دیا تھا،
اسے اطریس نے بالدی تھئیٹس نس کو بخشا،
یہ تھئیٹس نس نے کیا حوالے
اگام امنان کے —— وہ ارگوس اور کتنی ٹاپوؤں کا حاکم!
وہ ٹیک اسکی لگا کے، ارگوسیوں سے اب یوں ہوا مخاطب:

سارتھی: رتھ بان، نیتیا

"دناں' رن ویوارلیس کے ہمنوا رفیقو' نبرد جوؤ!
مجھے تلون پسند کرنوس کے پسر دیوتا نے، کیسی
ستم ظریفانہ سادہ لوحی میں مبتلا کر دیا ہے' دیکھو
کمال سنجیدگی سے کی ہے یقیں دہانی اٹھاؤں اس وقت تک
نہ لنگر
نہیں ٹرائے کا اندروں شہر جب تلک پائمال کر دوں۔
بڑا بدیہی ہے دوغلا پن — وہ آرزو مند غالباً ہے
شکست خوردہ و منہزم لوٹ جاؤں آخر
اٹھا کے نقصاں شدید، ارگوس کی طرف میں۔
یہ اس کا منشا — پسند خاطر یہ بات اسے ہے' خبر نہیں کیوں'
کیا تہ و بالا اس نے کتنی ہی آسماں بوس بستیوں کو
اسے یہ مقدور — زور یہ بیشک انتہائی۔
یہ صورت حال باعثِ شرم ہے خصوصاً
ہمارے اخلاف جب یہ تواریخ میں پڑھیں گے
کہ مدت العمر ہم نبرد آزما رہے یاں'
بہت ہی افراط ساز و سامانِ جنگ بھی تھی
مگر اکارت — فضول ہم نے طویل جنگ آزمائی یہ کی
کچھ اس کا انجام ہی نہیں ہو —
ہمیں اگرچہ مسابقت اور برتری ہے —
بہت زیادہ، قیاس اگر کیجیے کہ باہم

ٹروجیوں اور اخائیوں میں قرار طے صلح عارضی ہو۔

لگائیں تخمینہ جانبین اور طرزِ ترتیب اس طرح دیں،
بٹیں اخائی جیوش دس دس کی ٹکڑیوں میں،
ہر ایک ٹکڑی پہ اک ٹروجی لگے بکاول،
ملے نہ کتنی ہی ٹکڑیوں کے لیئے کوئی بھی،
گناؤں تو ہے اخائی نفری شمار میں اس قدر زیادہ۔
مگر یہ قصہ مقابلے میں اہالیانِ ٹرائے کا ہے۔
مزید ان کے حلیف بے شک ہیں اتحادی،
کمک میں آئے ہیں نیزہ باز ایشیا کے نزدیک دور سے جو،
انہوں نے روکا ہوا ہے آگا — مرے مزاحم بنے ہوئے ہیں،
ٹرائے کے شہر کا نہ حصن حصین تسخیر کر سکوں میں۔
جہاز کی چوب گل گئی ہے، پرانی چرخی پہ کھل لپیٹ کر گھسی طنابیں،
وہاں سمندر کے پار دالان و در میں اہل و عیال تکتے ہیں رہ ہماری،
مگر ابھی تک حصول مقصد سے دور ہم ہیں،
جہاں سے جس واسطے ہم آئے — کہو بدستور اس غرض سے قریب
کم ہیں۔

مگر بہر حال — شد چہ شد — جو
نشاں دہی کارروائی کی کر رہا ہوں اب میں،
عمل در آمد اسی پہ ہے وقت کا تقاضا۔
مراجعت چاہیئے جہازوں پہ ہوں سوار اور کوچ سوئے وطن کریں ہم،

امید بالکل نہیں ٹرائے کا شہر تسخیر ہو سکے گا۔"

یہ کہہ کے سینوں میں ان کے دل بلیوں اُچھالے۔

یہ کیفیت صف بہ صف ہوتی تھی،

تمام کا حال یہ، جنہیں آگہی نہیں تھی،

کہ اس کی تجویز عبرت آثار کس قدر ہے!

شدید ہیجان کا سماں تھا — ہجوم — جم غفیر یوں مارتا تھا ٹھاٹھیں،

کہ بے اماں سیل تر میں گہرے سمندروں کی

زیوس کے شہر ابر سے جب فرود اتر کر لگائیں مہمیز پوربی دکنی ہوائیں۔

کسی کھڑی فصل کھیت پر سے گزر کے پھیلائیں نرم جھونکے

خمیدہ ٹُسوں کی جھالروں کو جھکول جائیں!

وہ اجتماعِ کثیر اس طور مرتعش تھا۔

اٹھائے منہ، ابترانہ بھگدڑ میں وہ خروشاں

چلے جہازوں کی سمت یوں ریل پیل کرتے

کہ افراتفری سے تن گئی تھی فضا پر ابرِ غبار کی اک دبیز چادر۔

ہدایتیں دم بدم — سنبھالیں

جہاز ان ٹھیک ٹھاک اگواڑا اور پچھواڑا لین ڈوری،

سیہ جہازوں کو شورِ ذخار قلزم نیلگوں میں ڈالیں۔

روانگی کا معاملہ طے، دلوں میں اب دیس بس چکا تھا۔

ہٹائیں جب ٹیک تھونیاں تو خوشی کے نعرے بلند گونجے۔

سفینہ راں، قلزمیں سفر پہ وطن کی جانب

رواں دواں، ایسے اہلِ ارگوس تن بتقدیر چل ہی دیتے،
اگر نہیں ایتھنہ سے ہیرا رجوع کر کے پکار اٹھتی،
"کرے گی باور یہ تازہ دم دخترِ زیوس (ابر کی سپر جس کے ہاتھ میں ہے)!
سوار عرشہ پہ، چل پڑیں گے وطن کی جانب
رواں، کشادہ کمر یہ قلزم کی، اہلِ ارگوس، انہیں گوارا
یہ کس طرح ہے کہ خانم ارگوس کی، حسین و جمیل ہیلن
رہے بدستور دست پریام میں یہاں اور ہر ٹروجی
گزاف زن، جانستان ہیلن وہی ہے یہ جس کے واسطے جانسپار لاکھوں
وطن سے یاں دور کالے کوسوں گئے ہیں جاں سے۔
فرود جا کر مسلح افراد کی صفوں میں
ملائم انداز میں انہیں آہ روک لے ایک ایک کر کے
کریں نہ وہ سطوتی بجہازوں کو سینۂ بحر پہ خراماں۔"
تو ملگجی نین ایتھنہ جھٹ برائے تعمیل حکم لپکی
بلند اُلمپس کی چوٹیوں سے صبا کی صورت،
بڑے جہازوں کے درمیان وہ زمیں پہ آئی،
دیا دکھائی زیوس کا فن قریب ہمسر اڈیسیس واں،
ڈٹا ہوا تھا جگہ پہ اپنی ثبات پا وہ،
نہیں جہازِ سیہ کی گلہی کو ڈھیل دی تھی،
وفورِ اندوہ سے دل و جاں چھلک پڑے تھے۔
رکی قریب آ کے ملگجی نین دیوی، اس سے ہوئی مخاطب:

" بزرگ سردار، لارتس کے عظیم فرزند اڈیسیس ــ ہو

مہارتی میرِ بحر، جیدار، فردِ مرد بمرد ــ کیا تم

ضرور اپنے کلاں جہازوں کے چپوؤں کو سنبھال کر سب

فرار کی راہ لو گے اپنے وطن کی جانب،

یہاں بدستور اسیر پریام کی رہے گی حسین ہیلن ــ

تمام ارگوسیوں کی ناموس، اسے یہیں چھوڑ جاؤ گے کیا؟

گزاف زن ہو ہر اک ٹرو جی

کہ خانم جانستان ہیلن وہی ہے یہ جس کے واسطے جانسپار لاکھوں

وطن سے یاں دور کالے کوسوں گئے ہیں جاں سے۔

نہیں نہیں ان سپاہیوں میں دل اس طرح بھی نہ ہارنا تم،

اک ایک کر کے ملائم انداز میں انہیں آہ روک دینا۔

کریں نہ وہ سطوتی جہازوں کو سینۂ بحر پر خراماں۔"

اڈیسیس نے جھٹ اپنا جبّہ اتار پھینکا،

جسے لپک کر اٹھا گئی پیش کار را در یطس نے تھاما،

اگام امناں کے پاس وہ تیز تیز پہنچا،

جہاں وہ ساکت کھڑا ہوا تھا،

جھپٹ لیا اس کے ہاتھ سے صولجان چھینا۔

گیا جہازوں کو دوڑ کر پھر، ملا کوئی صیغہ دار یا میر خیل، اس کو

وہیں پہ ٹھہرا کے، کان میں زور دار یہ چیخا:

" بنو نہ احمق ــ یہ زیب دیتا نہیں کہ بھاگو

تم ایسے میدانِ جنگ سے، بزدلوں کی صورت ——
رکو، رکو لوٹ جاؤ اپنے سپاہیوں کو
کرو ہدایت ہر ایک اپنی جگہ پہ پھر مورچہ سنبھالے۔
اگاممنان کے عندیہ کی تمہیں خبر مطلقاً نہیں ہے،
اسے تو منظورِ آزمائش ہے، بعد میں سرزنش کریگا،
ابھی وہ مجلس میں کہہ چکا جو —— سنا نہیں کیا
معاذ گردون، طیشنا کی میں یوں بنائے
سپاہ ناکارہ آپ جس کی کماں کرے وہ،
ترنگ ہوتی ہے بادشاہوں کی اک نرالی،
زیوس سے اقتدار ان کا، زیوس کو وہ عزیز تر ہیں۔"
اگر کہیں سامنا کسی عام و ننگِ لشکری سے ہوتا
دھکیل دیتا اسے وہ اپنا عصا گھما کر،
سپہگری تیرے واسطے خوب ہی نہیں ہے،
نکھٹو ہے تو بل بہن سماں رزم بزم میں تو!
یہ کیا ہے کل اختیارِ شاہی سنبھال لیں ہم
روا نہیں پیشوا کئی —— یہ بھلا نہیں ہے۔
بس ایک سردار، ایک سرکار، کدخدا اک،
زیوس —— اس کج دماغ کرنوس کے پسر سے
جسے ودیعت ہی شہی عصا اور مرتبت ہو،
وہ فردِ واحد، اسی کو زیبا یہ حکم فرمائے اور اپنا کہا چلائے۔"

اسی طرح فوج میں پھرا وہ تحکمانہ،
مڑے جہازوں سے، تنبوؤں سے پلٹ گئے سب،
ہوئے وہ میدان میں اکٹھے،
غل اور غوغا مچا ہوا تھا، ہجوم یوں مارتا تھا ٹھاٹھیں —
بلند پیچیدہ موج طغیاں زدہ سمندر سے تند تر ہو،
بزور ٹکرائے ساحل مرتفع پہ شوریدگی سے بڑھ کر،
بہے کنارے سے جزر آسودہ سر سراتی ہوئی پرے پھر —
بعینہٖ رفتہ رفتہ مدھم وہ پڑ گئے تھے.
بس ایک جھکی تلنگا بکواس کر رہا تھا.
یہ شخص، تھرسیٹس، خیرہ چشمی سے منہ جب آتا تھا افسروں کے
تو یہ سمجھتا تھا اسکی ہفوات اہل لشکر کو دل لگی ہے.
یہ ابلہ، سفلہ لگا لگا ان کے ساتھ ٹروئے آیا.
تمسخر انگیز، بنگ ٹنگا، کھٹھولیا، لنگ ٹانگ میں تھا،
دھرے تھے سینہ پہ گول کاندھے ملمبو تری کھوپڑی، تو انگلیوں
خارشی، پلپلا، سفنجی۔
یہ شخص لگتا تھا زہر اخیلس کو اور بھاتا نہیں تھا اک آنکھ اڈیسیس
خلاف اب بھونک بک گے ان دو کے، کر رہا تھا زباں درازی
اگامامنان کی شان میں بھی، قیاس کر کے
سپاہ ساری حقیقتاً اس سے مشتعل تھی.
بلند آواز سے وہ ہرزہ سرا ہوا یوں تمسخرانہ:۔

"اگام امناں تجھے سیا پایہ کیا پڑا ہے،
ٹپک رہی ہے یہ رال کیسی،
کہ تیرے خرگاہ اور سراچے تمام کانسی سے اٹ چکے ہیں
بسیکھ کانسی، نگاہ پرور کنیزکوں سے
ہمیں نے جو بانٹ میں دیئے ہیں ہر اک سے پہلے
کبھی کوئی جب حصار زیرنگیں ہوا ہے
قلیل اگر پڑ گیا ہے سونا، بطورِ فدیہ
کثیر کوئی پدر ٹروجی، معاوضہ میں پسر کے دے گا،
تجھے — لڑائی میں گو گرفتار اسے کیا ہو
مجھی نے یا مجھ سے اک پیادہ جوان ہی نے۔
برائے ہمبستری کنیزک نئی نویلی،
چہ خوب — جی بھر کے دے سکے دادِ عیش جس سے
ہوس کی آخر ہے کوئی حد بھی، کہیں تری حرص ختم ہو گی؟
سمائی کیا جو ہمیں دوبارا
لڑائی کی خون ریز گلخن میں جھونکتا ہے۔
مرے رفیقو کچھ ایسے زنخے نہیں اخائی،
مری سنو تو سفینہ راں جانب وطن ہوں،
یہیں اسے چھوڑ کر اکیلا، پڑا رہے یہ کنارِ ساحل
بغل میں لے کر اسیر کنیاؤں کو، گرفتار لونڈیوں کو،

بسیکھ — بکثرت

اسے یہ معلوم ہو سلحشور ہم اہم کس قدر ہیں ـــــ کوئی
نہ اس کے ہمراہ جب رہے گا۔
حقیر وہ جانتا ہے جس آدمی میں دو چند وصف اس سے۔
حرم میں ڈالی کنیز اخیلیس کی، اور اس نے
نہ دل میں ڈالی گرہ ـــــ نہ بگڑا، نہ بیر باندھا۔
وہ بات ہی کر گیا ہے آئی گئی، نہیں تو
جناب تلوار سونت لے گر کوئی نہ یا وہ دہن یہاں ہو۔"
عسا کر ارباب اگام امنان پر مسلسل
بڑی ڈھٹائی سے گند تھر سیٹس اچھالتا تھا،
کہ پاس آ کر اڈیسیس نے کہا اسے خشمگیں نگاہوں سے گھور کر یوں:
"کمین ستیاس ٹوٹکے، تو برے ہوا کے، خموش ہو جا،
نہ اس طرح منہ کمانداروں کے آ، اکیلے
لڑائے کے وہ محاصرے کے لیے یہاں آئے ہیں، کہوں میں
پلید تجھ سا کوئی تلنگا نہیں ہے ـــــ سن لے
اگر ہے مطلوب خیریت تو کمانداروں کی شان میں یوں
نہ تھو تھنی کھول اب زیادہ ـــــ فضول ہرزہ سرائی مت کر
تری نظر کا کھلے ہیاؤ، یہ خبط تیرے دماغ میں ہو،
جہاز راں ہوں وطن کی جانب ـــــ
قیاس آرائی کا ہمیں تو نہیں ہے مقدور، کون جانے
مہم کا انجام کیا رہے گا ـــــ

کسے خبر کامران یا منہزم جہازوں میں لوٹتے ہیں،
نصیب میں ساحلِ وطن بھی ہے یا نہیں ہے۔
مگر لگاتار تو بکے جارہا ہے، کیچڑ اچھالتا ہے
عساکر ارباب اگامامنان پہ اس لئے، جنگ آزمودہ
دمان نے بعد جنگ اس کو کئے ہیں پیش انتہائی تحفے۔
مجھے تو بیزار کر گیا تو — ولی ارادہ کروں گا پورا
اگر تری رینک جھینک میں نے سنی دوبارا۔
اوڈیسیس کا نہ سر رہے بارِ دوش، بے شک ڈھلک ہی جائے،
نہ مدعی ہوں کہ ہوں پدر میں تلی مخس کا
اگر نہیں ٹینٹوا دبا کر، ترا شلوکا اتار ڈالوں
جو تیرے بنجر نے مڑھ رکھا ہے۔
سبھا سمیلن سے بڑبڑاتا تجھے نکالوں،
دفان کردوں جہاز پر، چابکوں سے کھلڑی ادھیڑ ڈالوں،
یہاں سے کتا بنا کے بھیجوں۔"
یہ کہہ کر اپنے عصا سے بھر کی رسید اسے سخت ضرب
پیٹھ اور پسلیوں پر،
خبیث وہ بلبلا اُٹھا، آنکھ سے یہ موٹا سا اشک اُمڈا۔
جڑاؤ زریں عصا پڑا تو کمر پہ اس کی
اُبھر گئی ایک قرمزی رنگ گومڑی سی۔
دبک گیا خوف سے بلبلا، ہوئی وہ تکلیف، کچکچایا۔

بسور کر آستین سے آنسوؤں کو پونچھا۔
سپاہیوں پہ اگرچہ افتاد تھی، مگر وہ
ہنسی نہیں ضبط کر سکے دیکھ کر یہ درگت۔
اک آدمی اپنے اگلے ساتھی سے کہہ رہا تھا:
دکھڑا اکر مچی ہدف ہے، توبہ!
بسا کیا ہے اڈیسیس نے یہ کام اچھا،
کہ جنگبازی کے ہر قرینے پہ غور کر کے
ہمیں سکھایا ہے کام کیسے نبھائے کوئی
یہ کام اب جو کیا ہے، بیشک ہے معرکے کا
بُری ہوئی کرکری، برا بس بھرا، جھگڑ ہوا ہے تپٹ
قسم مہادیوتا کی جُگ بیت جائیں گے اب
کرے جسارت یہ اپنا خوجی امیر پہ پھبتیاں کسے پھر
معاملہ یہ تمام مجمع کو یوں لگا تھا۔
ادھر وہ ہلہ زن دیاراں اڈیسیس اب
عصا سنبھالے تنا کھڑا تھا۔۔ تھورانہ،
وہیں یہ ہمراہ ملگجی نین ایتھنہ بھی لگی کھڑی تھی۔
کیا یہ اعلان اس نے جیسے ڈھنڈورچی ہو:
"خموش، ساقہ میں ہے کوئی یا مقدمہ میں،
بگوش ہوش اس کی بات سُن لیں،
وہ کوئی تجویز دے رہا ہے اسے پرکھ لیں۔"

ہوا وہ تب اس طرح سخن راں: "اگامامنان بن اطریس، بزرگ آقا!
سپاہ گویا ملی ہوئی ہے،
تجھے بیکبار چشم مردم میں آج کر دے،
اسے ہے تعمیل سے ابا — ہے بہت تذبذب
کرے وہ تکمیل، جو قسم راستہ میں لی تھی۔
مگر یہ امران، یہ صاف ہو جائے آشکارا،
نہیں پلٹ پائیں گے زمرد گیاہ ارگوس دیس کو اب
نہ تاخت تاراج جب تلک وہ ٹرائے کریں۔
گھروں کو جانے کے واسطے خواہ بین بیواؤں کی طرح یا
کریں وہ بچوں کی طرح زاری ——
مجھے ہے تسلیم یہ کشاکش ہر اک کو اعصاب کش بہت ہے،
مجھے ہے تسلیم گھر پلٹنے کی یہ تمنا بھی قدرتی ہے،
نہ اک مہینہ بھی سطح قلزم پہ بھول پائے۔
غضب ہے اس سے ہو گر زیادہ ——
کوئی شریک حیات اپنی، کہ دور یوں ہو،
یہ صورت حال ہو مسلسل اگر تو بیزار کر ہی دے گی
کسی محارب کو بھی جہاز اور اسکی پتوار پیڑھیوں سے
یہ بے کراں بحر سیل پرور، ہوائیں تند اور تیز خیزاں،
مراجعت میں وطن کو آڑے مہینہ بھر کے لئے گر آئیں۔
ادھر ہمارا معاملہ یہ محاصرے کو کھنچے ہیں نو سال سے زیادہ

نہیں اچنبھا، تمہیں نہیں دوش دوں رفیقو،
تم اپنے منقار یئے جہازوں سے یوں جو بیزار ہو گئے ہو۔
یہ آہ پھر بھی تو شرمناک انتہائی ہو گا،
کہ مدتوں اس قیام کے بعد ہم تہی دست گھر کو لوٹیں
اڑے رہو تم عزیز یارو، ڈٹے رہو، ہم بصد مشقت
مہم طرازی سے یہ پرکھ لیں
ہمارے اس کالخس کی پیشن گوئی آیا صحیح بھی تھی۔ ۸
کہ وہ دن یاد جب جہازوں پہ باراولس پہ لنگر انداز ہم ہوئے تھے۔
ہمارا ہر فرد شاہ پریام اور اہل ٹرائے کو قہر بے اماں تھا۔
ہم ایک چشمہ کے پاس اگن ہوتروں پہ آئے،
اک ابلقی جیمس کے تلے دیوتاؤں کو بھینٹ نذر کر دیں،
وہاں پہ شفاف صاف پانی نکل رہا تھا،
ہوا شگن آشکار اس جا پہ ___ ایک اژدر للت لہو سا،
زیوس نے جو وہاں اُجالے میں آپ بھیجا،
کچھ اس طرح رینگتا ہوا گر نظر پڑے خون خشک کر دے،
ہماری قربان گاہ کے پاس کچھ کھسے بن،
چڑھا وہ بیباک تیز اس پیڑ پر، جہاں تھیں

اگن ہوتر ___ قربان گاہ　　جیمس　SYCOMORE

للت ___ لال

پٹر پٹر چڑیاں، وہ ننھی منی سی جان، چوٹی کی ڈال پہ
آٹھ، سبز پتوں میں اپنی چونچیں
دیئے روئیں دار سے پروں میں۔
نواں پرندہ، اک اور، ماں جس نے سہہ کر انڈے انہیں نکالا۔
وہ سانپ بچوں کے پاس آیا سرک سرک کر،
انہیں کیا چٹ دکھی دکھی دھن میں جب کہ وہ کر رہے تھے چیں چیں
بچاری ماں پھڑپھڑا کے اندوہ میں بلکتی تھی، چیختی تھی۔
پلٹ کر اژدر پھر اس پہ جھپٹا ــــــ
دبوچ کر پھڑپھڑاتے اک پر سے نوچ ڈالا۔
وہ کر چکا جب تمام کا اس طرح صفایا،
کیا تھا جس دیوتا نے نازل اسے، بدل کر
شگن سے پتھر، چھپا دیا پتھروں کے اندر۔
ــــــ کرشمہ اک کج دماغ کرنوس کے پسر کا!
کھڑے ہوئے دیکھتے تھے ہم ماجرا، یہ جس طور پیش آیا۔
نیازیوں اس شگن سے جب دیوتاؤں میں باریاب دیکھی،
تو اسکی توجیہہ کالخس نے ہمیں نکالی،
ہمیں بہ بانگ دہل سنائی ــــــ "اخائیہ کے شریف زادو!
نہ ہو سراسیمہ ــــــ یہ شگن اپنے واسطے تھا۔

پٹر پٹر = روئیں، چھوٹے پر

زیوس نادیدہ نے صریحاً کیا ہویدا،
یہ ایک پیمان (مثل پیمانہ) سامنے ہے،
یہ ایک پیمان جس کا ایفا طویل مدت کے بعد ہوگا۔
کبھی نہ اس واقعہ کی شہرت ضعیف ہوگی"؛
کر و فر ایا وہ پڑ پڑی چڑی کے بچے،
وہ ان کی کنجشک ماں، جنہیں سانپ نے اکٹھا نگل لیا تھا
چڑی کے بچے تھے آٹھ، چڑیا نویں ــــ یہی فال اس سے نکلے
ہمیں لڑائی میں نو برس یاں گذارنا ہیں
کہیں پھر اس بلدۂ کشادہ کی فتح اپنا نصیب ہوگی۔
کیا تھا جب اس نے استخارا،
تو حامل کشف کالخس کو تھا یہ اشارا،
ملاحظہ ہو، رہا ہے یہ حرف حرف کیسا درست سارا،
اڑے رہو اے اخائیو، ہیں کثیر آلات حرب، کم تر نہیں ہے یارا،
اڑے رہو یاں کنار ساحل ــــ تسلط اس شہر پر نہ ہوا جب تلک ہمارا۔"
ہوئی یہ تقریر ختم تو اک بلند نعرہ
ہر اک سفینہ سے اہل ارگوس کے اٹھا ــــ بیچ کر سبھی نے
اڈیسیس نیک خو کے الفاظ پر کیا صاد، تب یہ اٹھ کر
جربینیہ کے نواب نسطور سارتھی نے کیا اضافہ:
"ملال انگیز آپ کی گفتگو رہی ہے،
کہ جیسے بالک، کہ جیسے طفلک، مصافِ خونیں سے اجنبی تر،

حلف اٹھائے تھے، قول و اقرار جو کئے تھے،
رہے گا کچھ پاس، طاقِ نسیاں پہ یا دھریں وہ
کہو کہ آخر ہے مدعا کیا؟
وہ خدع گر سارے حربیہ، داؤ پیچ سارے سپہگرانہ،
تمام میثاق دائیں ہاتھوں پہ جو بندھے جو شراب صافی کے
ساتھ باندھے؟

ہم ان پہ گر ایک مرتبہ اعتماد کر لیں!
فضول تکرار، گنجلک فقرہ بازیوں میں یہ وقت تحلیل ہو رہا ہے.
نتیجہ خیز ایک فیصلہ پہ پہنچ نہ پائیں
اگرچہ باتیں ہم اس طرح مدتوں بنائیں.
رہا ہے جیسے اٹل ابھی تک ــــ پسر اطریس کے، اس طرح رہ،
قشون کر جنگ پر روانہ، لڑائی پہ بھیج لیس دستے،
انہیں بگٹنے دے چند اک جو اخائیوں سے الگ تھلگ ہیں
کھسر پھسر میں،

انہیں نہیں اس میں خاص حاصل وصول ہوگا،
وہ جان جائیں گے پیشتر زاں کہ بہر ارگوس بجرراں ہوں
زیوس آقا نے ہم سے پیمان جو کیا تھا
وہ صادق آتا ہے یا کہ باطل۔
مرا تو اپنا ہے یہ عقیدہ ــــ ضرور تائید قوتِ ماورا، ہماری
اسی سمے کر چکی ہے جب تیز لطمہ پیما سمندروں پر

جہاز ارگوسیوں نے چھوڑے ۔
ٹروجیوں کی اجل ہوئی تھی سوار جن پر، ٹروجیوں کی سیاہ بختی!
فلک سے نوکیین دائیں وہ کر چکا نمودار اک مشیت نما اشارہ،
نہ چاہیے اب مراجعت کے لئے کوئی آدمی مصر ہو،
کرے نہ جب تک وہ ایک دوشیزۂ ٹروجی کو زینتِ
بسترِ نشاطی ۔

چکا نہ لے انتقام ہیلن کی زاریوں دلفگاریوں کا ۔
اگر کوئی چاہتا ہے رکنے سے قبل مرنا
جہاز کو ہاتھ تو لگائے کہ ایک دم وہ
ہر ایک سے پہلے، سوختہ بخت، موت سے ہمکنار ہو گا ۔

مرے امیر، آزمایئے مختلف قرینہ
یہ گر نہیں وہ کہ درخورِ اعتنا نہیں ہے ۔
عساکر ارباب اگام امسان، فوج ساری،
کرے شعوب و بطون کے اعتبار سے یوں قطار بندی،
قبیلہ تائید میں قبیلہ کی، خیل ہو خیل کا معاون ۔
کرو جو یہ اہتمام ترتیب ـــــ وہ جو تعمیل نظم کرلیں،
ہو سہل اندازہ کون نامرد ہیں کمیدان، کون ان میں ہیں
مردِ میداں،

اسی نمط جائزہ پیادہ سپاہیوں کا بھی کر سکیں جو
جدا جدا، دستہ دستہ تقسیم خانوادے لڑائی میں ہوں،

محاصرے میں رہیں جو نا کام، تجزیہ کر سکیں بخوبی

فلک کا منشا ہے، یا کسی خاص خیل کی بزدلی کا مجہول شاخسانہ،

کہ پیش قدمی میں سرزدہ عسکرانہ لغزش؟"

عساکر ارباب اگام امیناں جواب میں اس طرحِ سخن گو:۔

"یقین کر صاحب اپنی تجویز خوب ہے ہم خیال کامل

کیا ہے بار دگر ہمیں یاں۔

پدر زیوس، ایتھنہ، اپالو! کرم کرو تم، اخائیوں میں

مجھے فقط ایسے صاحب الرّائے دس اگر دو،

تو ایک دن میں ہمارے ہاتھوں حصارِ پریام ہو مسخّر،

بس ایک ہی دن میں ہم اسے پائمال کر دیں۔

مگر مجھے بادشاہِ طوفاں زیوس نے اس قدر فلاکت زدہ کیا ہے،

فضول فتنہ فساد، شر شور میں گرفتار کر دیا ہے۔

مرا یہ مطلب ہے، دشمنوں کی طرح اخیلس کے ساتھ باہم

شدید تکرار، تو تکار ایک داشتہ، لونڈیا کی خاطر!

پہل بھی میری طرف سے، پہلے غضب سے مغلوب بھی ہوا میں۔

ذرا بھی ہم متفق اگر اس پہ غور کرتے،

تو جلد اہلِ ٹرائے کا ہو چکا تھا روزِ سیہ معیّن۔

ہر ایک بہرِ طعام جائے، کرے لڑائی کی پھر تیاری،

ہر آدمی خوب تیر تلوار انی تبر سان پر چڑھائے،

سپر اٹھائے بدستِ مضبوط، کس کے حستی جھلم لگائے

کمیت جوڑی کے چارہ پانی کی سارتھی دیکھ بھال کرلیں
رتھوں کے پہیئے ٹٹول لیں اور بانس پچر کی جانچ کرلیں۔
لڑائی کے واسطے ہر اک مستعد بنے یوں
دکھائے گھمسان رن میں دن بھر کمال مردانگی کے جوہر
گھڑی فراغت کی واں نہ ہوگی، کسی کو مہلت نہیں ملے گی،
الگ الگ رات ہی کرے گی صفوں کو، آکر،
وہی کرے گی فرو لڑائی کی طیشناکی!
پٹے سپر کے عرق سے بھیگیں گے پسلیوں پر،
شدید ٹیسیں اٹھیں گی، چپکیں گے ہاتھ نیزوں کی بلیوں پر،
کھنچیں گی صیقل رتھیں، تو بھاری مشقتوں سے
اصیل گھوڑوں کی بکھیاں تر بہ تر — پسینہ سے پانی پانی،
مجھے یہ پرچہ لگا، "تذبذب ہے گر کسی کو،
ملا جہازوں کے گرد دبکا ہوا کوئی بھی،
تو جان لے وہ — اسی گھڑی بچ نہیں سکے گا سگ و زغن سے۔"
چلے جو ارگو سیئے تو ہلڑ مچا کہ جیسے
بپھر بپھر کر خروش زا تند و تیز پروا
سمندری راس کی ابھرواں بکگر کی سنگیں چٹان پر ہو،
ہوائیں لہریں کہیں سے ریلا کریں — اسی کو ہدف بنائیں!

جھلم — زرہ

سپاہ گرسائے — احدی ویا وری جہازوں کی سمت بکھرے،
پڑاؤ کی آگ سے اٹھیں گے دھوئیں گھنیرے،
پکائیں، مَریند ھیں گے، کھائیں گے وہ — مگر ہر اک شخص
دے گا پہلے
نیاز امر دیوتاؤں کو، اور صدق سے التجا کرے گا۔
لہو لہو کارزار میں، مہرباں اس دن اسے بچائیں!
فلک کے صاحب، زیوس کو بھینٹ کے لئے ایک بیل فربہ
اگام امنان نے منگایا — خلوص سے ہدیۃً چڑھایا۔
طلب کئے پھر اخائی سرخیل چیدہ چیدہ —
بزرگ نسطور، میر لشکر ادومنی اس، ایاس نامی رئیس دونوں،
پسر تیدس کا پھر، چھٹا حرب ضرب میں وہ زیوس ثانی اڈلیس تھا،
مصاف کا نعرہ زن، اتا یک منی لیاس، احتیاج اس کو
نہیں تھی ہو مدعو — کہ آگاہ و باخبر تھا
امور میں بھائی کا وہ ہمدست تھا برابر۔
کھڑے ہوئے پاس بیل کے سب، اٹھائے ہاتھوں میں
جَو کے دانے
اگام امناں نے سب کی جانب سے یہ دعا کی:
"خلائے علوی میں اے عظیم اے کبیر اے ابر و رعد کے ماورائی باشی

احدی ویادری: مختلف درجے کے سپاہی

زئیوس! خورشید کنج مغرب کی تیرگی میں نہ آج کے دن اترنے دیجو،
نہ تودۂ خاک جب تلک میں بناؤں پریام کی سویدا کھجور وہی چھت،
نہ آگ میں اس کے پھاٹکوں کو بھسم کروں میں،
کروں نہ نوکیں جست سے تار تار میں ہیکٹر کا پہنا ہوا شلوکا،
کچل نہ دوں، پسلیاں نہیں چور چور کر دوں۔
لگیں وہ کشتوں کے پشتے گرد اس کے ناتیوں ساتھیوں کے، سارے
پڑے ہوئے خاک و خوں میں اوندھے زمین بے آب چاٹتے ہوں"۔
زئیوس کو ان کی خواہشوں کی قبول بر آوری نہیں تھی۔
قبول فرمائے بیل، پھر اور آفتیں آفتوں پہ ڈھائیں۔
دعائیں جب مانگ لی گئیں اور جَو کے دانے گئے بکھیرے،
چھُرے کے نیچے لٹا دیا بیل، اتار کر کھال جوڑ توڑے،
لپیٹ چربی میں تہ بہ تہ خام ماس، کچی تسوں میں باندھے،
چری ہوئی لکڑیوں کے گٹھوں پہ بھون ڈالے،
چڑھائے سیخوں پہ، اوجھڑی کے کباب پونے،
وہ کر چکے ہضم لے کے چٹخارہ مغز گردے،
تمام پٹھ اور دستیاں بھی تیار چولہوں کے واسطے کیں،
انہیں برابر کی آنچ پہ سینک کر نکالا۔
ہوئی پکا رینده کر فراغت — تیار ہر چیز ہو چکی جب
بچھا تکلف سے خوانِ شاہی — اُڑی ضیافت
ہر ایک نے خوب رچ کے کھایا،

نہ کچھ ہوس ناؤ نوش کی پھر رہی کسی کو

کہا یہ نسطور نے: "فضیلت مآب سالارِ لاؤ لشکر، اگام امناں!

یہیں توقف نہیں ضرور اب مزید اس جا،

امیر سب لپنے اپنے حلقوں کو جائیں اب ہم،

نہیں بجا، التوا میں ڈالیں فلک نے تفویض جو کیا ہے۔

کریں جہازوں کے گرد اکٹھا، ڈھنڈورچی اب

سپاہ جرار کے سلحشور، ہم بہ نفسِ نفیس خود بھی

اخائی گُردوں کی سمت جائیں، لڑائی کا ولولہ بڑھائیں۔"

عساکر ارباب اگام امنان نے پلٹ کر

یہ حکم منادو کو دیا نوبتوں پہ اعلان جنگ کر دیں۔

سنا یہ اعلانِ جنگ تو جنگباز دستے

اخائیوں کے دواں دویدہ ہوئے روانہ،

ملی ہدایت کمان داروں کی — راست تومان صینغہ داران کر رہے تھے۔

عقب میں اک گام ان کے پیچھے تھی بلگجی نین ایتھنہ بھی۔

اٹھائے آندھی کی ڈھال آئی، یہ جاوداں، وصف وار دیوی،

سنہری زلفیں گندھی گندھی ریشمین موباف سے نکل کر

پھبن سے دوش ہوا پہ لہرا کے جھولتی تھیں،

صفوں میں یوں ضونگار دیوی فرود اتری۔

جنونِ پیکار ابھارتی تھی،

لڑائی پہ مستعد کرے دل، ہر ایک میدان میں ڈٹے — یہ پکارتی تھی۔

وہ آئی تو کیا بھلی لگی تھی لڑائی — اب کون لوٹتا تھا۔
بھلی لگی کیا بھلی، بھلا عرشہ وار بجروں پہ کون واپس
وطن کو، اب زادبوم کی سمت بیکراں بحر پاٹتا تھا۔
کہ اس تصور سے اب لڑائی کہیں بھلی تھی۔
گھنیر گھپ جنگلوں میں بے انت چوٹیوں پر پہاڑیوں کی
الاؤ دہکے تو میلہا میل شعلہ انگیز طاس چمکے،
کثیر کانسی میں لیس یوں تابناک لشکر دمک رہا تھا،
اسی طرح اب فلک تلک تابناکیاں جست کر رہی تھیں۔
شرر فشاں جست کی طرح تھیں۔
کہ، جیسے نقلِ مکاں کے عادی طیورِ ہم جنس، ڈار باندھے
دراز گردن کلنگ، بگلے بنوں کی کونجیں،
کریں اڑان ایشیائی سرسبز مرغزار اور دلدلوں پر —
نریس وکائس کی آبجوؤں کے پاس اپنے
حسیں پروبالِ اوج آگیں سے کل بہار آفریں علاقہ میں شور خیزاں —
بپا بپا گونج گونج ہو پنکھ پنکھ میں سے!
اسی طرح خیل خیل راؤٹیوں جہازوں سے گرد، تو ہاں
امڈ امڈ، وادئ سکامانڈر میں پھیلے۔
غل اور غوغا مچا ہوا تھا، زمین پامال ہو رہی تھی، دہل رہی تھی

راؤٹی — خیمہ

لپکتے قدموں تلے، سمندان بادپا کے سموں کے نیچے۔
وہ گل فزا وادیٔ سکامان دریپہ، گرد و نواح پھیلے،
شمار میں ان گنت، بہاراں میں جس طرح گھاس، برگ، کونپل،
گرگھمی رُت میں بھنبھناتے ہوئے گھٹاؤں سے جھنڈ بھنائی مکھیوں کے،
کہیں، جہاں پر بھی دودھ بلٹوئیاں مویشی گھروں میں چھلکیں۔
اخائی جاں باز، سرفروش اس طرح ہزاروں
روانہ اب غول غول جنگاہ کی طرف تھے۔
سوار تھی دھن، ٹروجیوں کی وہ تکا بوٹی اڑا کے رکھ دیں۔
الگ الگ سہل بالدی جس طرح کریں چھانٹ بکریوں کی
جب ان کے ریوڑ بہم چراگاہ میں ہوں گڈ مڈ،
بعینہٖ ان کے صیغہ داروں نے بھی مرتب انہیں کیا تھا
لڑائی کے واسطے بڑے قاعدے کے اندر،
ادھر ادھر، گرد گرد، صف صف شتر قطاری۔
اگام امناں کا چہرہ پر جلال دمکا،
سر و بر برق افگنی میں جیسے زیوس کا منہ،
کمر بوطی، خدیو جنگی اریس ایسی، کلاں پسیدان دیوتا سا عمیق سینہ،
دکھائی دے گھاس چرتے گلہ میں سانڈ الگ تمکنت میں جیسے
زیوس نے فوج میں کیا تھا پسر اطریس کا یوں نمایاں۔

گرگھمی - گرمی رت   بالدی - چرواہا   شتر قطاری - سیدھی صف

بتاؤ اے راقیاؤ، جنت فضا المپس کی اپسراؤ
ہر ایک جا تم، ہر ایک شے کی تمہیں خبر ہے!
ہیں در خورِ گوش بس ہمیں تو روائتیں ہی،
نہ سعی اپنی سے فاش ہم پر معاملے ہوں ۔

○

دنان سرخیلِ امیر سالار کرن تھے ۔ نام سے تو احدی
مراتبی، یاوری، ہزاری، صدی، دہی، بیستی، بگاری
جدا جدا میں نہیں کروں گا شمار موجود جو وہاں تھے ۔
یہ بات ممکن نہیں زباں میں مجھے اگر دستیاب دس ہوں ۔
نہ ان کا تخمینہ ٹھیک ممکن، نہ ان کی تعداد گن سکوں گا
زیوسِ مافوق ابر و رعد —— اس المپیئی کی
بناتِ خوش چہرہ راقیائیں مجھے اگر کچھ قیاس کر دیں،
سفینہ راں بہر حملہ جملہ، ٹرائے ہیں جو ہوئے تھے نازل،
مجھے تو یارو یہی ہے یارا —۔ کہ قائدانِ قشون کے نام ہی بتاؤں
جہاز تعداد میں تھے جتنے، انہیں گناؤں :۔

○

۶۰۰۰ (أ) بیاتانی (۵۰ × ۱۲۰) سنو تھے سیناپتی بیاتانیوں کے پہنی لباس لیطس

احدی ۔ بگاری، سپاہیوں کے مختلف درجے، ہزاری ۔ ہزار منصبی، صدی ۔ سو، دہی، دہ باشی، دس کے منصبداروں کے ماتحت بگاری، بیگاری ۔

پروتھسئی ناہ، ارکسی لاس، اور کلونس۔
تھے یہ بیاتان لوگ بریہ کے، اور سنگین شہر اولس کے رہنے والے،
سخونس اسکولس وتشپی اتانس وتھیسپائیہ وگرائیہ کے،
نواح میں لہلہاتے میداں مکالسس کے،
نواحِ دیوار ہائے ہرمہ کے، اور ایلی سیان، ایری تھرائی الیاں، اکالیہ
پیتیان والے،
ہیئیل، مدیون، اور حصن حصین کپائی، الوترہ سوس، فاختاؤں کے دیس
بھتسے کے رہنے والے،
کرونیہ اور گیاہ زارِ پلارٹس کے،
مزید وہ لوگ جن کے قبضہ میں پولتائی کا شہر تھا، اور گلائی سس کے،
تھے پھر انگوٹھی کی طرح دیوار بند پایان تھیبز والے۔
عظیم انیگختاس والے جہاں پسیداں کا جھلجھلاتا جھلار بھی ہے۔
پھر اہلِ ارنہ — جہاں بکثرت ہیں مے چکاں، مے فشاں انگور ارغوانی —
جہاز ان سب کے تھے پچاس — اور سوار ہر ایک میں بیاتان ایک سو
بیس جنگ آور —
۶۰۰۰۔ ہنیان (۳۰×۱۲۰) ۔ تب اُن کے ہمسائے اسپلیدان اور منیان ارخوی نس،
اریس کے دو پسر حمید ان مشترک تھے، سکافس، آئل مناس، جن کا

مقامات و افراد کے نام بلحاظ تلفظ ممکن یونانی محال تھے۔ صوتی اعتبار سے اردو میں قریب تر رکھے گئے۔ ضرورت شعری سے بسا اوقات تلفظ میں تبدیلی روا رکھی ہے۔
جھلجھلاتا جھلار: چمکتا جنگل

ورتنت استائیکھو کو ٹھہرا تھا حمل اکٹور کوٹ ہیں، جب
اریس سے وہ ملی اٹاری ہیں حسب وعدہ
جہاں گرانڈیل دیوتا شادِ وصل اس سے ہوا تھا خفیہ۔
ہوئے پیرہ بندِ جنگ منیان تیس بجرے لئے ہوئے واں +

(۳) پوکھیائی (۴۰ × ۱۲۰)۔ بہادر الیفی تیس بنولی دیس کے بیٹوں ۴۸۰۰ :
سکی دیس اور ایس ترونداس کی قیادت ہیں پوکھیائی۔
یہ رہنے والے کیپارسس، سنگلاخ پیتھو، پنوپی اس، ڈاؤلس، مقدس کرائسہ کے،
جوارِ آنی مرایہ، ہیئم پکیس میں اور کیفسس کے قریب یالیلیہ ہیں، جس جا
وہ آبجو پھوٹتی ہے ـــــ چالیس کالے بجرے
انہیں سمندر کے پار لائے تھے، اور اب وہ
صفوں میں، دستوں میں تھے، بیاتا تیوں کے بازو
کھڑے ہوئے، لیس اسلحہ سے +

(۴) لوکرائی (۴۰ × ۱۲۰)۔ کمان پہ لوکرانیوں کے ایاس فرزند اولیئں تھا ۴۸۰۰ ؛
ایاس مشہور تھا جو پستہ
ایاس تیلا مناس ایسا ورازقامت نہ جثہ ور وہ،
پھکیت نیزہ کا بڑھ کے لیکن اخائیوں ہیلنوں میں سب سے
یہ لوکرائی تھے ساکنانِ کناس واوپیس وکالیاری
انہی میں باشی سکارفی کے، تھرونیو اور قریۂ خوب اگائیہ کے،
پھر اہلِ بیہ تھے، اور باشندگانِ ترفی،
مؤخر الذکر آب رود بوگریئے بہر کنارہ بسے ہوئے تھے۔

لئے ہوئے لوکرانیوں کو ایاس پستہ
سیاہ چالیس زورقوں میں خلیج ایوبیہ سے آیا۔

۴۸۰۰۔ (۵) ابانتی (۴۰×۱۲۰)۔ جزیرہ باشی، جری، الوالعزم ابانتی پھر۔
یہ خارکس، ایریٹیریہ اور تاک زار ایستیانیہ کے،
قریب قلزم کرینتھس کے، ڈیان کی ٹیکری، کرستس، ستائرہ کے،
تمام جن کا امیر لشکر جواں الفنرِ خلاکدن تائی دس، رئیس ابانتی تھا
یہ بادپا، چند پاؤں پہ بودیاں بڑھائے گھنی گھنی اور لمبی لمبی،
ہوئے تھے بھرتی لئے ہوئے آرزو دلوں میں
بدن پہ ہی دشمنوں کے جوشن سیاہ نیزوں سے چھید ڈالیں۔
شمار چالیس ہی الفنر کے تھے وہاں یہ جہاز کالے +

۶۰۰۰= (۶) ایتھنزی (۵۰×۱۲۰)۔ پھر اہلِ ایتھنز آئے ۔ مضبوط شہر کی
دولت شرکیہ

ارخ تھیئس کی محافظت میں۔
بعہدِ طفلی قدیم ایام میں جسے دختر زیوس ایتھنہ نے پالا،
زمین قلبہ شدہ میں اک تخم سے دمیدہ
لے اٹھالائی تھی حریم دیار میں خوبرو خدیوہ،
قبول کرتا رہا چڑھاوے کے بیل مینڈھے، دعائیں ایتھنزیوں کی واں یہ۔
یہاں لڑائے ہیں ان کا سالار ابن پیٹیس، منس تھیئس تھا۔
زمیں پہ جیدار کوئی پیدا نہیں ہوا جو حریف اس کا نبرد میں ہو
سمند پر جاں سپار ہم لیسیوں کو لے کر

کبھی جو یورشش کناں ہو جرّار، جارحانہ ۔

مقابل البتہ ایک نسطور، عمر بھر تجربہ کے باعث شمار کر لو!

پچاس ایتھنز کے جہاز اس کمان میں تھے ۔

(۷) ایاسی (۱۲۰×۱۲) = ۱۴۴۰ - ایاسِ اعظم کمان میں سالمس سے بارہ جہاز لایا،

جہاں تھے ایتھنزی پیرہ بست، واں کنارے انہیں لگایا ۔

(۸) ارگوسی (۱۲۰×۸۰) = ۹۶۰۰ - پھر اہلِ ارگوس خاص آئے عظیم دیوار دار و ثر

تمار تنز کے باشی،

خلیج آبادیوں اسینی و ہرمیانی کے رہنے والے

اہالیانِ ایونیٔ، ساکنانِ ایپی دروس ــــ انگور بیل بستی

ائی جناؤمسس کے شہری، تمام زیرِ کمانِ دایومدیس نعرہ زن نبردی۔

ستھنلس ابنِ کپانیس اس کا ہم کماں تھا ۔

سرِ وپے سندر خدیو اریلس کی تیسری حیثیت مقرّر،

یہ شخص موکن ستوس شیخ تلاؤنی درس کا پسر تھا ۔

مگر مسلّم تمام کا سربراہ دایومدیس نعرہ زن نبردی،

عمیق قلزم عبور کرکے کُل آئے اُن کے جہاز اسّی ۔

(۹) اگام امنانی (۱۲۰×۱۰۰) = ۱۲۰۰۰ تھے لوگ مابعد جن کے قبضہ میں قصبہ

خوب اساس میکے نیائی

کورنتھ فارغ البال اور کلتائی اور ارنائی اور عمدہ تھری ارائی،

انہی میں سکیاں جس میں پیشین ادرسی تاس حکمراں تھا ۔

بپیرسیہ، کوہ قلہ گونوسیہ، پلینی، مضافِ آئیوگیوں کے باشی۔

تمام جو ساحلِ شمالی پہ تھے مسلط، اجی لس و ملحقہ کشادہ ہلائکہ کے نگر نواسی ۔
جہاز تعداد میں تھے سو، میرِ بحران کا اگام امنان بن اطریس ۔
یہ وہ، لئے صاحبِ مراتب کثیر آیا،
یہ وہ طرحدار، وہ سلحشور جست میں لیس فرق تا پا،
یہ سورِ بیروں میں رستمی کے سبب گرامی،
یہ جنگبازی میں فوج کا سربراہ نامی ۔

۲۰۰ء (۱۰) منی لیاسی (۶۰ × ۱۲۰) — پھر آئے لیکو دمان والے،
ترائیوں گھاٹیوں کی بھومی، سپارٹا و فرس کے باسی،
دیارِ قمری و فاختہ خوش بہار میصائی کے نواسی،
اہالیانِ بری سیائی حسین اگائی، امی کلائی
کنارِ قلزم ہلس، لآس و قریب خطہ اداطلس کے،
اگام امنان کا برادر منی لیاس — ایک صف شکن نعرہ باز جنگی ۔
جہاز الگ سے کے ساٹھ ان کے، ہوا صف آرا، بہت مسلّح،
منی لیاس، آرزو لیے تھی قشون تو مان بھر پیکار خود ابھارے،
چھٹی کا یاد آئے دودھ اہلِ ٹرائے کو، بدلہ اس طرح وہ
اسیرِ ہیلن کی بین بپتاؤں کا اتارے ۔

۱۰۸۰۰ء (۱۱) فسطوری (۹۰ × ۱۲۰) - پھر آئے اہلِ پلوس وارنی، تھرون کے
صاف شہر والے،
تھرون جس جا سے پار دریائے الفئیس ہو،
بلند و سنگین آپئی کے — کپرسی اس امفٔ جینیائی

پتی لیاکس و حلص کے باشندگاں ــــ دراؤں کے شہر باشی،
دراؤں جس میں کبھی تھریسی طمائرس سے ہوئی تھیں دوچار راقیائیں،
ایورتس اخلیئی سے مل کر وہ جب اخلیہ کو جارہا تھا۔
انہوں نے اُس بھٹ کا نغمۂ جانگداز خاموش کر دیا تھا،
کہ ان سے شیخی میں آکے بڑ اس نے ہانک دی تھی،
کہ اپنی لے سے وہ گنگ کردے گا راقیاؤں کی نغمگی کو
یہ راقیائیں تھیں دخترانِ زیوس جو رعدو ابر کا صاحب سپر ہے۔
یہ خیرہ چشمی تھی اور پاداش میں اسے کر دیا تھا اندھا،
ہوا کلاونت بے صدا راگ ودیا میں، ہوا سرود اس کا بے نوا چپ۔
جرینیہ کے بزرگ نسطور کی قیادت میں آئے پولس کے دیس باسی،
قطار اندر قطار اس نے کنارِ ساحل لگا دیئے تھے
بسیط عرشہ جہاز نوّے۔

(۱۲) ارکدائی (۶۰×۱۲۰) = ۷،۲۰۰ پھر آئے تومان جن کے گھر ارکدائی میں تھے۔ــ
کلائنی مرتفع کے نیچے ــ زیارتِ آئپیس کے نزدیک ہی فنس میں۔
بڑے بہادر، بڑے دلاور، یہ دوبدو جنگ کرنے والے۔
انہی کے ہمراہ اہلِ ارخمنیاس، ریوڑ جہاں بہت ہیں،
رہیپ، ستراتی، صبا خیز شہر تیگی کے آدمی بھی۔
تھے پھر رہن بارِ خوش سماں متنہ، پارسی اور ستم پھل کے۔
وہاں پہ آیا اگاپنر ابن انگ خانس انہیں لئے ساٹھ کشتیوں میں
عساکرِ ارباب اگام امنان نے فراہم اسے جو کی تھیں۔

سب ارکدائی شجاع عرشہ سواران میں
شراب الوان میں شرابور بحر کرکے عبور آئے ۔
جہاز اپنے تھے پاس ان کے، انہیں نہ درکِ جہاز رانی ۔

۴۸۰ = (۱۳) اپوئی (۴×۱۰×۱۲۰) ۔ سپاہی آئے تھے بوپرازن سے، خوش مناظر
تمام اس خطۂ الیسیے، چار اطراف جس کی حد پر
الیس، ہرمین، مرسنس اور الومسٹن کی پہاڑیاں ہیں ۔
امیران پر تھے چار، دس دس جہاز جن کے الگ الگ تھے ۔
ہجوم اندر ہجوم اپوئی سواران میں ۔
قطی طس و آرطس کے فرزند اور اقطور کے نواسوں
بتال پس اور افی ماخوس کی قیادت میں کچھ اگر تھے،
جری ڈیورس امرگلیدس کے زیرِ فرمان کچھ دگر تھے،
کمان چوتھی پلی زغس بن اگستقنیز آگ آئی دوسی کے ہاتھ میں تھی ۔

۴۸۰ = (۱۴) میگجی (۴۰×۱۲۰۰) ۔ جزیرہ باش آئے پھر دلی خن اور اخن دیس
کے ۔ یہ سارے
الیس پکیشین کے اہالی، مقیم بحرِ بسیط کے تھے ۔
انہیں جلو میں لئے ہوئے میگس آیا، میگس فلائدس، جو
زیوس کے خاص دوست فیلس کی پشت سے تھا ۔
پدر سے یہ گھڑ سوار لڑ کر، کسی زمانہ میں دلغخائن میں جا بسا تھا،
جہاز چالیس آئے میگس کے ساتھ قلزم عبور کرکے ۔

الیسنتھانک ۔ السنتھان والے، مقیم

۱۴۴۰ = (۱۵) اڈیسی (۱۲×۱۲۰) اڈیسیس کی کماں میں پہنچے دلیرِ غازی کفلنیہ کے،
جزیرہ باشانِ ایتھکا، ساکنانِ نیریل اوس سے جس کی
بلندیاں برگ پوش بحری ہوا سے لہرائیں، سرسرائیں،
رفیع سنگیں جزیرہ لیس وکراکلیہ کے ایستھا تک
سموس وزاکینتوس کے لوگ اور وہ بھی
بجانب مشرقِ جزائر ہے جن کے قبضہ میں برِّ قارہ۔
عذار الوان پیٹے والے طویل بارہ جہاز بھر کر
اڈیسیس پیشِ بین مثلِ زیوس — لایا۔

۴۸۰۰ = (۱۶) اطلئی (۴۰×۱۲۰) ـ تھیوس فرزندِ اندریمن لئے ہوئے اطلیوں کو پہنچا۔
اہالیانِ پلارن وآل نوس وپیلن،
خلکس ساحل کے لوگ، کوہِ گراں کلاون کے آدمی بھی،
امیرِ لشکر تھیوس تھا کیوں کہ اڈی نس کے
پسر نہ باقی رہے تھے اور سرخ بال میلی گر اس بھی فوت ہو چکا تھا۔
تھیوس کے ہاتھ میں تھی اس واسطے قیادت۔
کیا سمندر کو پار، یہ لوگ ساتھ اس کے
سیاہ چالیس کشتیوں میں وہاں پہ آئے۔

۹۶۰۰ = (۱۷) کریٹی (۸۰×۱۲۰) ـ دھنی سنانی ادومنی اس کریٹیوں کی سپاہ لایا،
یہ لوگ کنسوس اور شہرِ فصیل اندر فصیل گرٹن کے مبتھ وانک
لتیکس، مالٹوس، چٹے سفید لنکاستس کے باشی،
اہالیانِ رہاشن وفوشاس — دو خوب طرز قریے۔

تمام اس ایک سونگر کے جزیرہ باشی
دھنی ستانی ادومنی اس کی رہنمائی میں آن پہنچے،
مرائنس ثانوی کماندار — ایک شیر دلیر جنگی، خدیو سفاح جنگ ایسا۔
سیاہ استی جہاز آئے تھے قعر دریا عبور کر کے +

۱۰۸۰ء (۱۸) روڈزی (۹×۱۲۰) تلی پلاموس بن ہر کنور روڈز سے نو جہاز لایا،
خشونت آگین روڈزی تھے یہ مشتمل تین لشکروں پر
جیالے کمروس، آئیلی سوس اور لنڈس،
تلی پلاموس کی کماں میں — پھیکت ہر چپیت اسکی ماں استیخی کو لایا
اقیرہ قریہ سے — آبجو سائی لاس کے طاس میں — کبھی، تو
حبالۂ عقد میں ہرکنور کے وہ آئی۔
کئے تھے اس وقت اس نے پامال رونقی شہر اور کتنے۔
تلی پلاموس عنفوانِ شباب میں تھا
کہ اس نے عمِ پدر — بہادر الکمینی کے شجاع بھائی
لکی منی پیرمرد کو جاں سے مار ڈالا،
جہاز میں پھر سوار ہو کر اتھاہ ساگر میں بھاگ نکلا،
فرار میں ساتھ تھے ہر کنور خانوادے کے فرد دیگر،
طویل بحری سفر کی سنگیں صعوبتیں جھیلتا، بھٹکتا
پہنچ گیا روڈز اور آباد ہو گیا واں،
بسائے تینوں اہم قبیلوں کے واسطے تین شہر اس نے الگ الگ تب۔
زیوس، آقائے دیوو انس اس پہ ہو گیا مہربان بے حد،

کیا اسے مالامال وافر نوازشیں کیں۔

۳۶۰ = (۱۹) یمیئ (۳ × ۱۲۰)۔ نروس یمی سے لیکر آیا تھا تین عمدہ جہاز اپنے،
نروس جلہ دنان میں چھوڑ کر اخیلس کو بہتریں کاٹھ قد کا بانکا،
لئے ہوئے مختصر جمعیت یہ ہستی دلنواز آئی۔

۳۶۰۰ = (۲۰) تھیلسی (۳۰ × ۱۲۰) پھر اہل کسروس وپار تھوس وکسوس تھے
اور کاس ٹاپو نگر نواسی،

تمام، جن پر ایورپولوس حکمراں تھا۔
دنائی کے لوگ، آدمی ٹاپوؤں کے، سب جو
تھے زیر فرمانروائی فیدی پوس وانتائی فوس — یہ تھیسلس کے بیٹے۔
وہ تھیلس آپ جو برکنور کا پسر تھا
قطار میں تیس بھاری بھرکم جہاز تھے ان کی ملکیت کے۔

۶۰۰۰ = (۲۱) مرمی ڈان (۵۰ × ۱۲۰)۔ بتا مجھے راقیہ اب ان کا کہ مرزبوم
عظیم سے تھے،

وہی پیسجائیوں کا ارگوس نام جس کا۔
اہالیانِ الوس وآلوپ وترخس وپیتھیا وبلیس
(— زنان زہرہ جمال کے پیتھیا وبلیس) —
اخائی، ہیلنیی، تندخو مرمی ڈان (گرگے)،
پچاس بجروں میں لیکر آیا جنہیں اخلیس،
مگر لڑائی کو پیش قدمی نہ کر رہے تھے،
کہ لام بندی سے کچھ سروکار ہی نہیں ہو،

جری دوندہ — کنور اخیلس پڑا جہازوں میں ہائے تنہا
حسیں دلآرام بریسیہ کے لئے بڑے اضطراب میں تھا۔
لری نسس کی وہ بُرد بردہ —
وہ شہر قبضہ لڑائی سے اس پہ جب ہوا تھا،
فصیل تھیبی کی اینٹ سے اینٹ جب بجی تھی،
انوس سیلی پدرس کے بیٹے پھکیت مے نازو افس ترخس
بُری طرح زِچ کئے گئے تھے!
دل اس کا بے چین تھا دلآرام کے لئے، دل زدہ اخیلس وہاں پڑا تھا۔
مگر بہت جلد آنے والا تھا وقت، جب وہ
اٹھے گا للکارتا ہوا پھر۔

۴۸ = (۲۲) پھلائیکی (۴۰ × ۱۲۰) "پھلائیکی لوگ بعد ازاں" اور حدیقۂ ویمیتر
پرساس کے موالی —
سوسیشیوں سے نہال گلوں کے گاؤں ایتاں کے رہنے والے،
مقیم تھے جو کنارِ دریائے انتراں — وہ،
جو شفقتلی کشت زار پتلاس میں تھے آباد، لوگ وہ بھی،
پراتی سیلوس کی قیادت میں آئے سب، زندگی میں اسکی،
مگر وہ اب زیرِ خاک مردار سو رہا تھا۔
الم رسیدہ دلہن تھی ماتم کناں فلاکی میں خوں چکاں رخ،
مکان بھی رہ گیا دھرے کا دھرا ادھر میں۔
نکل کے کودا تھا اپنے لمبے جہاز سے ساحل ٹرائے پر آن کردہ

کہ سبقت اس کو اخائیوں میں بہت رہی تھی۔

تو ایک درون سنانِ مہلک نے جان لے لی۔

قنتون اس کے رہے نہیں بے کمانِ قائد،

نہ رہنا اس کا دلوں میں تاہم کھٹک رہا تھا۔

بنا تھا سالارِ تب پدرقس ـــ کہ اک وڈیرا تھا ریوڑوں کا،

سپاہی زادہ، پسر اِفِیل کس فلاکدس کا،

سگا برادر پرِاتسی لاس کا ـــ پدرقس۔

اگرچہ وہ نوجواں ابھی تجربے میں کم تھا،

کمی کمیدان کی نہ اس فوج کو رہی تھی،

نہ رہنا گو اس دلیر سہراب کا دلوں میں کھٹک رہا تھا۔

جہاز چالیس جس کے ہمراہ کھیتے آئے

۱۳۲۰ = (۲۳) فرائیوی (۱۱ × ۱۲۰) تھے پھر بڑی جھیل پہ فرائی کے لہنے والے

دلیر بانکے

اہالیانِ بتائی پی وگلیف ری، لاؤلکس بلدہ کے بھی مکینِ نکو سلیقہ۔

امیر ان کے گیارہ بجروں کا ایلس بن اوئیتس، جو

کہ بطن سے تھا پلاکسہ کی جھیل گل چہرہ دختر باوقار آلاق ایستی کے۔

۸۴۰ = (۲۴) پلاکھستی (۷ × ۱۲۰) تھے پھر متھانی، تھاگی، بیہڑا اوزن ولیطی

کے باشی،

جہاز سات ان کے اولاً تھے کمان میں سوربل وھنگ دھر

پلاکتس کے

پچاس ملاح مستعد ہر جہاز پر تھے .
کماں کے نیزہ باز آئے ہوئے محاذ لڑائی پر یہ !
مگر جزیرہ پہ لیمنس کے پڑا تھا ان کا امیر روگی ،
ڈسا ہوا زہری ناگ کا، پس اخائیوں نے
اسے وہاں پہ رکھا ہوا تھا، یہ گھاؤ میں گھُل رہا تھا لیٹا ۔
مگر جہازوں پہ اہل ارگوس یاد اس کو کریں گے جلدی،
اسے بلائیں گے پاس، واپس .
سپہگر اس کے وریں زمانہ بغیر سردار کے نہیں تھے .
پلاکتس کی یہ غیر موجودگی گراں گرچہ تھی زیادہ ۔
مداس بن آئلس کو سالار کر لیا تھا ـــــ حرام بچہ یہ راھنی کے
تسلّم میں ٹھہرا تھا شہر تاراج آئلس سے .

(۲۵) تریکیئی وغیرہ (۳۰ × ۱۲۰ = ۳۶ تھے پھر تریکی کے لوگ، شہر جیو تره
تل اٹھاوی کے .
ایورس کے نگرا غلیہ کے ـــــ دو پسر تھے ضعیف اسکل پی اس کے ان پر
امیر ـــــ دونوں
حکیم حاذق ـــــ مخوں، پدل ارس، جہاز تھے تیس عرشہ عرشہ .
(۲۶) آرمیئی وغیرہ (۴۰ × ۱۲۰ = ۴۸ پھر آرمی نوس کے سپاہی، ندی دہانہ
ہپیریا کے
اسیتری یا نیئے، تتنی، بلند براق برف چوٹی کے نیچے والے،

سوربل ـ بہادر وھنک دھر ـ کمان باز

ایور پالیس امن کا ہونہار بیٹا پٹیل ان کا،
جہاز چالیس کالے کالے کماں میں اسکی.

۴۸۰۰ = (۲۷) طرطونی وغیرہ (۴۰ × ۱۲۰) وہ پھر تسلط ہیں جن کے طرطون و
ارگسا یہ و آر تھی تھے

الاؤلی اور گاچ پتھر کے شہر الکوسن کے لوگ، جن کی
کماں سنبھالے تھا اک نڈر شخص پولی پوٹس
پرائی تھس کا پسر، امر دیوتا زیوس اس پرائی تھس کا پدر رہا تھا۔
پرائی تھس سے ہوا اسیلمہ ہپوڈمائی کو پولی پوٹس کا حمل، جس دن
کئے تھے ہیلون سے دفان اس نے گت بنا کر مہیب قنطور جھاڑ جھبرے،
ایا تھکس کو شکست دے کر بھگا دیا تھا.
شریک سرہنگ پولی پوٹس کا میر کر نرس کینی دس کا سپوت لنتس،
سیاہ چالیس کشتیوں میں یہ آئے ساگر کو پار کر کے،

۲۶۴۰ = (۲۸) کفسی (۲۲ × ۱۲۰) جہاز بائیس پھر کفس سے قیادت گاؤنس میں آئے
دلیر اناس، شجاع ہیرائی لوئی ماتحت امیر اس کے.
وہ لوگ سب اس سپاہ میں تھے شریک، جن کے
شمال سرمائی دودونہ کے نواح گھر، یا
تنارتس کی بھری بھرائی ترائی میں تھے
وہ خوبصورت رواں دواں آب رود ---- بہتی
چلی گئی ہے بناس میں جو ---- لئے ہوئے نقرئی بھنور، تھوڑی دو
آسودہ گام یونہی

وصاف شفاف نیل ایسی ـــــ یہ اک معاون ٹائکس کی،
جہاں بڑی منتیں بہت لوگ مانتے ہیں۔

۴۸:(۲۹) مگانتسی (۱۲۰×۴۰) مگانتس آئے تھے پروتھوس بن تری دان
کی کماں میں
پلان کوہسار کے بہاریں حسین دامن، پناس کے پاس رہنے والے،
جہاز چالیس تھا پروتھوس ساتھ لایا۔

○

دنان کے سرگروہ، سالار، میر یہ سب ـ
مگر مجھے راقبیہ کنا اب اکام امتاں کے زیر فرماں
زیادہ ممتازہ خاص تھے جو ـــ فرس فرس، فرد فرد ـــ اک اک!
اصیل جنگی کمیت تازی، گیاہ زارِ فریس سے وہ منگائے آئے،
ہنکائے لایا ایوملس جن ترنگینوں کو ـــ طیور ایسی نسیم پیما
سجل سجل راس روپ، آیور بل سجیلی،
ایال سے دمچیوں تلک مہرہ دار ایک ایک بال ان کا،
بری بری پنج عیب سے وہ
(نہیں لکد کوب تھے، نہ شب کور ہی نہ کم خور ہی نہ دندان گیر و کمری)
پرائی میں انہیں سدھایا کمان سیمین کے اپالو نے گرہنر سے
تو ہر سمند اور خنگ منہ زور ہو گیا تھا۔

ترنگنی، گھوڑی   آیور بل ـ گھوڑے کی صحیح عمر

مبارزوں میں ایاس تیلامناس اب خوفناک ترتھا

گراں اخیلس جو سرگراں تھا، الگ تھلگ تھا۔

اخیلس ان سب کے درمیاں صورتِ منارہ بلند و بالا

اسی طرح سے تھا رخشِ مشکی

سوار جنگاہ میں پلی یوس کا پسر جو شتاب لایا۔

مگر اکیلا پڑا ہوا بحرگرد بجروں کے پاس اخیلس

عساکرِ ارباب اگام امناں پہ تاؤ پہ تاؤ کھا رہا تھا۔

کنارِ ساحل دو دیدہ موجوں کے ساتھ اس کے دلیر ساتھی

سمے تباتے تھے کھیل تفریح میں —— سناں زن، طباخ انداز،

ناوک افگن۔

یہ چھانٹتے پھر رہے تھے پیتیرسلی، تپتیائی دلدلوں سے۔

پلاس اوٹل لڑائی کے رتھ اٹل پڑے تھے۔

انہیں ہمہ وقت اپنے سرہنگ جنگ کا دھیان آرہا تھا،

پڑاؤ میں اینڈتے تھے، بیٹھے ہوئے تھے خیموں میں ہاتھ دھر کے،

ادھر ادھر پھر رہے تھے یا بے دلی کے عالم میں بے ارادہ،

لڑائی سے کوئی جیسے اس دن انہیں سروکار ہی نہیں تھا

○

سپاہ یوں کوچ کر رہی تھی کہ جیسے میداں نگل رہی ہو۔

پیتیرسل - اجمود کرفس بوستانی شاید PARSLAY سے تپتیا - تشفتل

گیاہ کے خرمنوں میں شعلہ طراز گلخن بھڑک رہے ہوں،
زمین ایسی لرز رہی تھی، دہل رہی تھی،
کہ راجہ اندر — زیوس — تاؤ میں ٹائفس پر
گرج رہا ہو — کڑک رہا ہو،
وہ ٹائفس جس جگہ (روایت ہے) اسکی گھمبیر دیومالائی رتھ کھڑی ہے
زمین آمد پہ پائمالی سے بلبلا کر چیخ رہی تھی،
وسیع جنگاہ میں بھبوکے لپک رہے تھے۔

○

ورائے طوفان ابر و باران کے اتابک
زیوس کی ایلچی عریسہ پون میں پویہ، وہاں پہ آئی،
خبر خرابی کی بہر اہل ٹرائے لائی،
رکی وہ آکر جہاں پہ بوڑھے جوان سارے
تھے آستانہ شاہ پریام پہ اکٹھے،
بنائی آوازہ ابن پریام پولطس کی —
ہراولی دیدباں جسے اعتماد قوت پہ اس قدر تھا،
لڑائی میں حین، جا سنبھالے وہ تاڑ چوکی۔
پر مینی الیتس کے اسٹوپ پر جالگئے نظر کھڑا تھا
جب اپنے نمگیروں اور بجروں سے آرہے تھے برون اخائی،
پون میں پویہ عریسہ اس بھیس میں یہ پریام سے مخاطب:۔
'بزرگ اتابک بزرگ اب بھی زمانہ امن کی طرح سے

وہی ہمیشہ سی غیر محتاط گفتگو ہے۔
مقاومت چاہیئے، مقابل کی جنگ ٹھونسی گئی یہ ہم پر،
اگرچہ میں آزما چکا ہوں یہ ہاتھ کتنے مجادلوں میں،
کسی بھی دشمن کو جنگ بازی میں مستعد یوں
کبھی نہ پایا — بس ایک دُھن مرنے مارنے کی۔
یہ ان گنت جس قدر ہیں پتّے، یہ ریت کے جس قدر ہیں ذرّے،
سپاہیوں کے پرے بڑھے آرہے ہیں میداں سے شہر کی سُو۔
تری طرف ہیکٹر ہے روئے سخن مرا یہ،
تجھے کروں جس طرح ہدایت، اسی طرح کارروائی کرنا،
ہمارے اس شہر میں ہوئے جمع اتحادی
جو دور نزدیک کے علاقوں سے آئے ہیں یاں۔
یہ مختلف لوگ، مختلف بول چال ان کی۔
ہر اک جماعت کو اپنے احکام، گُردسب اپنے ہی کمیدان سے
ہدایت کے منتظر ہیں،
وہی صف آرا کرے، وہی رہنمون ان کا محاذ پر ہو،
لگائے بس وہ بزن کا نعرہ، تو اذنِ یورش انہیں وہی دے۔"
اسی سلیقہ سے ہیکٹر نے متابعت کی۔
جھٹ اس نے دیوی کے حسب منشا وہ جلسہ برخاست کر دیا تھا۔
چلے سپاہی اٹھانے ہتھیار اپنے اپنے،
جماہیاں پھاٹکوں نے لیں چوکھٹوں پہ چوپٹ کواڑ ر پٹے

گروہ انبوہ اندر انبوہ فوجیوں کے اُبل پڑے تھے۔
پیادہ، رتھ بان، گھڑسوار آرہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔
ٹرائے کے پیش گاہ، میداں میں ایک ٹیلہ ہے ارتفاعی
الگ تھلگ، چارسُو کھلا رُخ، جسے بُرا بُر پکارتے ہیں۔
ہے دیوتاؤں کو علم یاں ایمی زان مرینی کا مقبرہ ہے۔
اسی جگہ پہ رُکے ٹروجی، سب اتحادی یہیں پہ ٹھہرے۔
یہیں پہ کی بہر جنگبازی قطار بندی۔
کلاں چمکدار خود پہنے، خود ابنِ پریام ہیکٹر کر رہا تھا اہل ٹرائے کی جنگ میں قیادت
تیار، جرار، مستعد، بے شمار دستے
بڑے مرتب، بڑے منظم، بڑے مسلّح،
ہوا میں نیزے گھما رہے تھے، کماں پہ چلّے چڑھا رہے تھے+

o

(۱) آئی نیس کا لشکر :- ائینیس تھا امیر دردن،
وہ جاودانی، جب ایک فانی کے گرم پہلو میں آن لیٹی،
تو افرادیت کی کوکھ میں حمل اس کا انخی سس سے ٹھہرا۔
ائینیس کے تھے ہم کماندار اکامس وارخیائی لوخس
بہادر و جنگ آزمودہ پسر جہاں بین انتنر کے۔
(۲) پنڈورس کا لشکر :- اہالیانِ زلایہ، ایدا کی ڈھال گھاٹی کے رہنے والے،
وہ ہر طرح خوب ساز و ساماں سے لیس آئے،
یہ لوگ پینے کے واسطے تھا جنہیں مہیا

سکوت زا، نیلگون ایسپس کا آب شیریں ۔ انہیں کماں میں
کموں کا ہونہار بیٹا پنڈورس آیا تھا لے کے، جس کو
بذاتِ خود دیوتا اپالو نے تیر بازی کی تربیت دی ۔

(۳) اوڑے ستاس کا لشکر :۔ عقب علاقہ اپائی سس کے اہالیانِ اور ستائی،
پتیائیہ اور کرداٹر باندا تریریہ کے،
انہیں قیادت میں لے کے اورے ستاس آیا،
جھلم کتانی میں امفیس ہم کمان اس کا ۔
یہ دونوں فرزند پیش ہیں اس مراپس پرکوسیاس کے تھے،
کہ پیش بینوں میں سب سے ماہر زمانہ میں تھا ۔
انہیں لڑائی کی راہ پڑنے سے روکا اس نے
لڑائی، بے شک زوال جس میں ہے آدمی کا!
دھرا نہیں لیکن اس کے کہنے پہ کان، اس کا شگن نہ مانا،
کہ موت کی کال شکتیاں ان کو آگے آگے دھکیلتی تھیں!!

(۴) اسائی اس کا لشکر :۔ پھر اتحادی کہ تھے فروکش نواحِ پرکاٹ میں،
مضافِ پراکشن میں،
قدیم اریجی اپائیدس اور سیستس میں،
امیر ان کا اسائی اس تھا، اسائی اس ارتکیدس، اس نے
کئے تھے گلگون صندلی آبجوئے سلیاس سے درآمد ۔

(۵) ہپوتھس کا لشکر :۔ پلاسجی سخت جاں برلیسہ کے قلبہ زاروں سے
ہپوتھس کی کماں میں آئے،

یہ ہیوتھس نوجواں سیہگر پلاس، دونوں
پسرِ تھے لیتھاس تو تما دس پلاسجی کے۔

(۶) اکامس کا لشکر : اہالیانِ تھریس اس پار آبنائے سے آئے تھے واں،
مکین بیلے کے تیز رو پانیوں میں محصور بستیوں کے،
اکامس ان کا امیر تھا، ہم کمان پیروس جنگ آور۔

(۷) افیمس کا لشکر : بعید ساحل پہ رہنے والے لئے ہوئے ساتھ اپنے آیا
ککونیوں کا امیر افیمس، ترائی زنیس قدس کا بیٹا۔

(۸/۹) پرائی نس و پراکمس کے لشکر :۔ بعید تر دوسرے دھنک دھر،
پراکمس پائنس لئے آئے ایمدن اور آکنس سے، وہ طاس جو مثل آئینہ تھا۔

(۱۰) پلائی مِنس کا لشکر : پلائی مانس کے ساتھ باریش جنگ آور پھیلا گنائی،
یہ آئے صحرائی پچھروں کے وسیع خطہ اناتنیہ سے،
انہی کے ماتحت کائی توروس ڈیمس تھے۔
کنارِ دریائے پھر تھنس جن کی بستیاں تھیں کرومنہ میں،
تھے ان میں حضری اساتی نس کے، لونڈے رفعت طراز ایری تھنائیہ کے۔

(۱۱) ایپس تروفوس کا لشکر : پس تروفوس و اوڈیس ہولزاں کے قائد،
الیب کے بھی، جہاں ہیں پورب میں دور رو پاکی روپ کانیں۔

(۱۲) خرومس کا لشکر : مسانیوں کو لئے خرومس، طیور پہ واز خواں انومس
سمیت آیا۔
مگر علائم نہ پھڑ پھڑاتے پروں کے اس کو بچا سکیں گے / ندی کی موجوں
سے، آخری وہ سیاہ موجیں،

دوندہ باد پا اخیلیس کے سخت دست اجل رسا سے،
کہ غرق سیل اجل ہیں دیگر ٹروجیوں کے سمیت ہوگا۔

(۱۴/۱۳) اسکائینس = انتی فس کے لشکر: فراجی اسکائینس وفرکاس کے جلو میں
سکانتی کے دلیر آئے۔

میئنیوں اور لیڈیوں کے امیر انتی فس اور میسی تھلینز ـــ جن کو
تلائی مینس نے جھیل گیگائی پر جنا تھا ـــ لئے جبل تاملس کی وادی کے لوگ آئے

(۱۵) ناستس کا لشکر: کرانیوں کو انہی کی بولی میں ناستس حکم دے رہا تھا۔

جوان ملتوس کے اہالی، متھاٹراں، برگ بار کہسار کے موالی،
میاندراں، اور قلۂ میقلہ کے باشندے، نومیوں کے اصیل بچے
قیادت امف ماخس وناستس میں پہنچے۔

لڑائی کو ناستس چلا تھا بنا چھبیلا، پہن کے سونا
مگر یہ سونا نہ کام کچھ گاؤدی کے آیا،
نہ اس کا اندوہناک انجام روک پایا،

اخیلس آیاکدس نے اس کو بھی قعر دریا میں پھینک مارا، طلائی زیور
تمام اتارا۔

(۱۶) سرپ دان کا لشکر: لکائی آئے نواح لیکی بعید گرداب خیز زنتھوس
کے قریں سے،

جری سرپ دان کی قیادت میں، اور اس کا
گلاؤکس ہم عنان سرہنگ خاص آیا۔

تیسری کتاب

خانم آشفتہ خاطر کے لئے

یکیکی

○

کمان میں قائدوں کی آراستہ ہوئے جنگ کے لئے یوں ٹروجیوں کے
دبنگ توماں،
شدید گنجار، شور گوہار، ساز ہتھیار، نعرے جیکار، ٹھٹ پہ ٹھٹ مارتے
تھے ٹھاٹھیں،

فضامیں جیسے مچاتے غل، سارسوں کی ڈاریں،
پرے زمستانی آندھیوں دھندلاہٹوں سے،
بلند پرّاں تلاطم قلزمیں پہ — لیکن
گلو گرفتہ وہ پل پڑیں، بول دیں صفایا
سجان بالشتیوں کا منقار ہائے خونیں سے، منہ اندھیرے!
اخائی برعکس لیکن ان کے بڑی خموشی کے ساتھ آئے۔

سجان - دلیر

دم ان کا سینہ سے مثلِ شمشیر گو بروں تھا،
قدم قدم سے ملائے شانہ بشانہ پہنچے ـــ
حلف اٹھائے ہوئے تھے وہ مرنے مارنے کا!
کرو تصور ـــ کہ دھند کہرا دھکیلتی ہو پہاڑیوں پر ہوا جنوبی،
بلا گڈریوں کو ناگہانی، جو ڈاکوؤں کو ہو رات سے بھی فزوں غنیمت،
سجھائی دو چار ہاتھ دے ہاتھ ہاتھ کو، دھند کہر ایسی،
پرے نہ دے آنکھ کو دکھائی ـــ تنا تھا ابرِ غبار ایسا
قشون جنگاہ کو نکلتے ہوئے وہاں کر رہے تھے جس وقت پیشقدمی!
قریب آئیں، صفیں ہراول کی اور آئیں قریب باہم،
تو ایک ساونت لیس اچھی طرح، ٹروجی مقدمہ سے
بڑھا دلیرانہ، ہو طلب گار ان سے پہلے مبارزت کا،
جوان رعنا، حسین بانکا، سکندرس، پوستین چیتے کی زیبِ قامت،
کمان آویختہ کمر پہ تھی اور کولھے کے ساتھ کھانڈا،
اٹھائے ہاتھوں میں دو سنانیں، مڑھی ہوئی جن پہ جست کی تیز
ٹوپیاں تھیں۔
پھر ایک للکار، یکیکی کے لئے بڑھے کوئی رستم ارگوسیوں کا آگے۔
ادھر اجالے میں دوسری سمت سے، یہ ہیکل
بڑے بڑے ڈگ زمیں پہ بھرتا، قریب آتا، منی لیاس ـــ

ساونت ، بہادر

اطرسی نے دیکھا۔

اسے وہ پہچان اک نظر میں، خوشی سے جھوما،
بڑا شکار، اس کو گرسنہ شیر کی طرح وہ دبوچ لے گا،
کہ سینگھے مرگ یا کسی نیل گائے کو جب
دبوچ لے، بے دریغ نوچے، ہڑپ کرے بوٹیاں، نہ چھوٹے
شکاریوں اور سگانِ تازی کی تاخت اس پر شدید بھی ہو۔
منی لیس اس طرح جھپٹ کر بڑھا، جب اس نے
سکندرس کو نظر کے آگے، قریب پایا
اسے یہ دھن اس حرام پلّے کے صاف پرزے اڑا کے رکھ دے۔
لگائے ہتھیار، کیل کانٹے سے لیس بیروں وہ رتھ سے کودا۔
ادھر صفوں سے اسے نکلتے ہوئے جو دیکھا سکندرس نے
کلیجہ دھکے، دل ڈبک ڈبک وہ پلٹ گیا جھٹ حواریوں میں،
تصادم جان کاہ کا حوصلہ نہیں تھا۔
پڑے کسی سنگلاخ وادی میں بیر زہریلے سانپ پہ آدمی کا جیسے
بدک کے اچھلے، بجیں بری طرح کپکپاہٹ کے مارے گھٹنے،
کھنڈے پھٹک پیلک اس کے گالوں پہ وہ پچھل پاؤں بھاگ اٹھے،
ٹروجیوں کی صفوں کو اسکندرس ہٹا یوں، سرے پہ ان کی رکا وہ جا کر،
ہوا تھا ابنِ اطریس اس کے لئے وہ ہیبت فزا کہ تھر تھر لرز رہا تھا۔
یہ بزدلی دیکھ کر اسے ہیکڑ مخاطب بصد حقارت:

مرگ : ہرن

"ارے ٹنگوں، واڈ گوں مقدر یہ دیکھ پارس
نظارۂ جرأت و شجاعت — عظیم مجنوں!
نہ تخم ہوتا ترا، تو اٹھ جائے بن بیاہا، تجھے کوئی دیوتا اٹھائے۔
کہیں بھلا ہے کہ تو جئے اس طرح ہر اک کی نظر میں ہیٹا — حقیر، نکو"،
اخائیوں کو بجا ہے اب زہر خند، تجھ کو جو ان پر نا سمجھ رہے تھے،
نظر میں بانکا نجیب، نہیں ہے مگر یہ بُوتہ
کسی کے تو بیٹھ ٹھونک کر ہو سکے مقابل۔
یہی تری کیفیت جو ہوتی رکھے تھے ملاح منتخب جب،
طویل بیڑا لئے دساور کی آمد و رفت کو سمندر تمام پاٹا،
اٹھا کے تو دور دیس سے جبراً ایک مہوش وطن میں لایا،
بیاہتا قاعدے کی پہلے سے — اور خاوند، جیٹھ، دیور
سب اس کے مانے ہوئے سپاہی،
ہمارے باپ اور اسکی اقلیم کی تباہی
خوشی ہے ان دشمنوں کی، ذلت مگر تری ہے۔
یہ پیش و پس کیوں، منی لیاس اب مقابلے میں ہے، سامنا کر،
پتہ چلے کس قدر لڑائی کا وہ دھنی ہے،
حرم میں جسکی گلاب بیوی کو تو نے ڈالا،
نہ بولے سر چڑھ کے آج جادو، نہ افرادیت کی مہربانی سپھل کرے اب
یہ خوبصورت ترے خد و خال، صاف شفاف جسم ترا،

یہ بال لہرا رہے ہیں جو — ہائے میرے زمانے
گرے گا جب تو زمیں پہ اوندھا، غبار سے یاریاں نبھانے۔
مگر ٹروجی ہیں بے حمیت، کبھی کا یہ کر چکے بھی ہوتے
وگرنہ ملبوس سنگریزوں کے پیرہن میں تجھے — کبھی کا
سب ان غلط کاریوں کی پاداش میں کہ سرزد ہوئی ہیں تجھ سے!"
وجیہہ والی سکندرس یوں لے سے جواباً:
"یہ ترش روئی روا نہیں آہ ہیکٹر، کہ خیال تیزی
لگے کلہاڑی کے پھل کی مانند چیرتی بیچ میں سے لکڑی
کھڑی گئی بجرہ ساز بلی کو جب تراشے،
یہ تیز اوزار سہ گنا اس کا زور کر دے۔
ترے بھی سینہ میں دل کا عالم اسی طرح ہے۔
مجھے تو زرزرد افرادیت سے ہیں ودیعت مرے محاسن،
انہیں کی خاطر نہ طنز کر اس طرح کے مجھ پر،
کہ دیوتا مرحمت کریں جو عظیم چیزیں، تو ان کی تحقیر ناروا ہے!
وہ دیوتاؤں کی دین ہیں، جو کسی کے چاہے نہیں ملیں گی۔
تجھے نبرد آزمائی کی مجھ سے آرزو ہے،
تو دوسرے سب اخائیوں اور ٹروجیوں کو یہ مشورہ دے،
وہ کھول دیں ساز، اتاریں ہتھیار، ڈھیر ان کو زمیں پہ کر دیں،
منی لیاس اور میں لڑیں بیچ میں صفوں کے،
حسین ہیلن سپارٹی زر کے واسطے ہو

فقط ہمارے ہی درمیاں دو بدو لڑائی،
جو غالب آئے اسی کو حق ہو
وہ ساتھ لے جائے گھر کو خاتون اور خزینہ،
وداع ہوں دوستوں کی مانند دوسرے سب،
قسم اٹھائیں رہو ہمیشہ سکون سے خوش ٹرائے میں تم،
سفینہ راں ہوں وہ سوئے ارگوس، سبزہ زارِ اخائیہ، جو
ہے خوبرو، خوبرنگ خواتین کا علاقہ۔"
سنا جو یہ، جی کا بوجھ ہلکا ہوا ___ زبردست ہیکٹر اب
سناں لہراتے نیم بالا، چلا سپاہِ ٹرائے کے قلب میں سے رستہ ہانکتا ہوا،
اور چیختا یہ

"رکو، رکو لشکرو، رکو۔" ___ ہو گئے سب آسودہ ایستادہ،
اخائیہ کے دراز گیسو سپاہیوں نے
لگائی پیکان اور غلوں کی شست، تانے کمان گوشہ،
اگام امنان کی ندائے بلند گونجی: "نہ مار کرنا!
تم اہلِ ارگوس سب ٹھہر جاؤ، ہاتھ روکو،
کہ مغفر تابدار میں، ہیکٹر کے جی میں
ضرور ہے کچھ، جسے وہ اعلانیہ کہے گا۔"
جھکی کمانیں، کمانداروں نے ہاتھ روکے، سکوت پھیلا۔
کلام فوجوں سے ہیکٹر نے بلند آواز میں کیا یوں:
مری سنو اے ٹروجیو اور اخائیو، اوپچی اسلح، مری سنو سب

سکندرس نے کیا ہے تجویز، جسکی باعث ہے یہ فضیتا،
وہ چاہتا ہے کہ سب ٹروجی اخائی فوجی
اتاریں ہتھیار، ڈھیر ان کو زمیں پہ کر دیں،
حسین ہیلن، سپارٹی زر کے واسطے پھر
منی لیاس اور وہ لڑیں بیچ میں صفوں کے
جو غالب آئے اسے مبارک
وہ ساتھ لے جائے گھر کو خاتون اور خزینہ،
تمام پھر پختہ عہد کر کے، جُدا حلیفوں کی مثل ہم ہوں۔"
جیوشں خاموش ہو گئے، رزمگاہ کے پار سے پکارا
منی لیاس نبرد زمرد رنگ ——— "کان دھر کر مری سنو تم،
قبول ہے یہ، اگر اتر جائے گہرا اسیاس میرے اندر
مصالحت سے ہٹیں ٹروجی اخائی پیچھے،
شروع مذموم جنگ کی جو سکندرس نے،
مرے شریک اس میں تم نے کیا کیا عذاب جھیلے
مصیبتیں سہہ چکے بہت تم ——— اجل اسے اب
یہ ساعتِ واپسیں یہاں جسکی آن پہنچی۔
مصالحت سے وداع ہو تم یہاں سے فوراً
سفید مینڈھا، سیاہ دنبی اک ایک لاؤ
کہ ہیلی یس اور بھوم ما تا کی بھینٹ دے دیں،
زیوس کی نذر کیجئے ایک تیسرا بھی،

کروں گا یوں ختم زور پریام کا، کرے وہ
معاہدہ آپ امن کا، خود حلف اٹھائے۔
وہ اس کے بیٹے نکھد بھی، کم اعتماد بھی ہیں،
مگر کسی شخص کی تہیں ہیکڑی کہ امنِ زیوس کو پائمال کر دے۔
رہینِ تغییر نوجواں ہیں ـــــ بایں سن و سال صاف بیّن
وہی ہے دیدہ ورِ پس و پیش ان کے اندر،
مفاد میں سب کے جو ہے ـــــ یہ بات آشکار اہے صرف اسی پر۔"
تمام دل بلّیوں اچھلتے ہیں اس سخن پر،
امید اب جانبین کو ختمِ جنگ خانہ خراب ہو گی،
اٹھے سپاہی، صفوں کے پیچھے رتھیں دھکیلیں،
اُتار کر ڈھیر کر دیا اسلحہ زمیں پر،
گماشتے ہیکٹر نے بھیجے نیاز کے گوسفند لائیں۔
بزرگ پریام شاہ کو بھی وہاں بلائیں۔
اگام امنان نے جہازوں کی سمت تلتی بیاس بھیجا کہ لائے بھیڑیں،
جھٹ اس نے تعمیلِ حکم کر دی۔
چلی عرلیبہ رئیسہ ہیلن کو دے خبر کُل معاملہ کی
بدل لیا روپ نندلو دیکیہ کا اس نے
ہر ایک بیٹی سے شاہ پریام کی یہ بیٹی حسیں زیادہ،
تھی انتز خان کے پسر ہیلیکن کی زوجہ ـــــ
اسے ملی وہ زنانہ محل نے میں ایک دوہری منقشی شال بن رہی تھی،

صفائی سے کاڑھتی تھی اس میں
اخائی برچھیت اور ٹروجی ڈھلیت جتی جھلم لگائے،
جنہوں نے اس کے لئے مصائب خدیوجنگی کے ہاتھ اٹھائے۔
کہا عرلیہ نے پاس آکر — عزیز ازجاں بیرون تو آ!
اخائیوں اور ٹروجیوں کی ہوئی ہے کایا پلٹ، ذرا وہ ملاحظہ کر،
مصاف میں اب تلک وہ مصروف خون خواری سے اس طرح تھے،
ہم ایسے تو روتے روتے ہلکان ہو چکے تھے،
شکستہ خاطر تھے جان سے ہاتھ دھو چکے تھے۔
ستیزہ کاری لہو لہو کارزار میں ختم ہی نہیں تھی۔
ہزار شکر اب نہیں رہا ہے وہ خونچکاں جسم پاش منظر۔
لگائے ڈھالوں کی ٹیک ستا رہے ہیں سارے،
ہر اک نے اپنا طویل نیزہ قریب اپنے گڑو دیا ہے
نظریہ آتا ہے صاف خونناب بار نیزوں کی یکیکی میں
منی لیاس و سکندرس تیرے واسطے دو بدو لڑیں گے۔
رہے گا جس آدمی کا پلہ گراں، تجھے پھر
وہی شریکِ حیات، بازی میں جیت لے گا۔"
کہا یہ دیوی کی حسن کے ہیلن کے دل میں دھیمے رسیلے پن سے
اس کی انڈھی اشد تمنا، دلہن بنایا تھا جس نے پہلے
تڑپ کے ماں باپ اور بابل کے دیس کی یاد کسمسائی۔
کمال پھرتی کے ساتھ گوٹے کرن کی پشواز زیب تن کی

اڈ کے آیا تو قطرۂ اشک کو نہ روکا۔
ہوئی بصد ناز حجلۂ خاص سے برآمد، تہیں یہ نفیس نفیس تنہا،
وہ جس طرح ملکہ شاہ بیگم کو زیب دیتا۔
تھی ایک ایک اردو بیگنی ہر طرف جلو میں
یہ خوبرو ایطری، پطیمس کی دختر کہ، وہ غزال دیدہ حسیں کلمنی۔
سبک خرام اور کبک رفتار تین رو تانیائیں سیدھی
سکائیہ پھاٹکوں پہ آئیں ——
مشیر امیر اور شاہ پریام واں پہ تشریف لا چکے تھے ——
تھمائٹس، پان تھوس لیپس، کلائٹس، سرگروہ اکتاں،
مزید بہر دو بزرگ عالی دماغ اکالی گن، انتزبھی،
وزیر وہ، یہ دبیر —— ان کا
اگرچہ سن سال مضمحل ہو چکا تھا بہر ستیز کاری،
ابھی تلک وہ مگر توانا تھے گفتگو میں —— کمال دانا،
سکائیہ پھاٹکوں کے صدر نشین پہ بیٹھے ہوئے تھے سارے
وہ اس طرح بولتے تھے کھڑ سا میں جیسے جھینگر
گھسے ہوئے پات پات پیڑوں میں ہو لگاتار ہو کتے ہوں۔
وہ بڑبڑاہٹ، وہ گنگناہٹ،
ٹروجیوں کے مسن عمائد کی برج ایسی مچان پر تھی۔
نظر اٹاری پہ آئی ہیلن تو زیر لب گفتگو بہم یہ:
"ہمیں تعجب نہ سرگرانی، اگر ٹروجی اخائی یوں لیں مدتوں تک

سہیں کڑی سختیاں لڑائی کی ایسی خاتون کی بدولت،
زمیں کی مخلوق ہی نہیں یہ۔
ہزار یہ دیکھنے میں عورت سہی، یہ دیوی ہے صاف دیوی،
پر آہ، بایں ہمہ یہ جیسی بھی ہے، یہ جو ہے
اسے جہازوں پہ لوٹنے دو ——
ٹلے یہ ہم سے عذاب، اپنوں میں جانے دیجیے۔
ہمارے بچوں سے یہ نحوست اٹھانے دیجیے"۔

بہم بزرگوں میں ہو رہا تھا مکالمہ یہ،
بلایا ہیلن کو شاہ پریام نے، کہا یوں،
"عزیز بچی یہاں پر آ بیٹھ، یاں مرے پاس تاکہ دیکھے
ترا جو سرتاج تھا کبھی، وہ جو تیرا دلدارِ نسبتی تھا۔
ترا نہیں دوش میں تو یہ دوش دیوتاؤں کے سر منڈھوں گا۔
شدید شامت، بلا قیامت، اخائیوں کی چڑھائی ہم پر۔
بتا مجھے آکہ سب سے آگے وہ جثہ ور کون آدمی ہے،
قوی تنومند، چاق وچوبند —— گرچہ دیگر دراز قد ہیں،
مگر نہ دیکھا ہو پہلے جثہ کا برق انداز تیز ایسا،
کہ قیصری دبدبہ وہ بشرے سے ہے ہویدا
دکھائی دے شخصیت شہانہ"؟

اسے ستارہ جبین ہیلن جواب میں یوں:۔
" نظر میں ہے جس قدر ترا احترام، دل میں اسی قدر رعب بھی ہے صاحب!

مجھے گوارا کہیں اذیت کی موت ہوتی

ترے پسر سے ہوا تھا سنجوگ ہائے جس دن۔

چھٹا مرا حجلۂ عروسی، جدا ہوئے میرے بھائی، میری

سہیلیاں بالبین کی، لخت ِ جگر سلینا،

اجل نہ آئی اگرچہ بپتا بہت بھری تھی،

بہت ہی بھاگوں جلی نے گو بین بھی کیے تھے۔

ترا سوال اب، بھلے سے ہوں میں جواب کی اہل، آدمی وہ

اگام امنان بن اطریس ہے، جملہ ارگوسی علاقوں کا حکمراں، جو

جری، سلحشور، نیک اطوار، کدخدا ہے۔

کسی نصیبوں جلی کے سرتاج کا برادر!

نہیں نہیں واہمہ تھی وہ زندگی تو شاید۔"

بغور اسے دیکھتے ہوئے پیر مرد، کچھ سوچ کر یہ آہستگی سے بولا:

اے اطریس کے بخت آور پسر، مقدر کے طفل، اے خوش نہاد ہستی!

تری کماں میں اخائیہ کے سپوت مامور کس قدر ہیں؟

ہوا ہے عرصہ مرا فرجیہ کے تاک زاروں کی مملکت سے گذر ہوا تھا،

فراخی کر دیں نے دیکھے تھے واں سبک پالتوں پہ کتنے

اترییس و میگداں کے باسی، پڑے تھے دریائے سنگ رو پر پڑاؤ ڈالے۔

مجھے بطورِ حلیف انہوں نے سپرد اک مورچہ کیا تھا۔

ازامنوں نے چڑھائی کی تھی،

وہ عورتیں تیغ کی جواں مرد جو دھنی ہیں،

مگر وہ لشکر تو اس کے پاسنگ بھی نہیں تھا،
اخائیہ کی سپہ یہ افرادِ تیز بیں کی!"
بغور دیکھا، اڈیسیس پر نظر پڑی تو ہوا وہ مردِ بزرگ گویا:۔
" مجھے بتا اے عزیز بچی بھلے سے سالار کون ہے وہ؟
کہ اس سے بالشت بھر ہے ابن اطریس اونچا
مگر ہے اس آدمی کا سینہ کہیں نشیبی، کہیں زیادہ فراخ شانے۔
زمین پر ہے سلاح اس کا، مگر وہ پھر بھی رواں دواں ہے
سپاہیوں میں فراز و پست ایک آگوا بھیڑ کی طرح یوں
کہ میں اسے گوسفند جانوں — گھنی گھنی پشم اور فربہ
رکھے جو بھیڑوں کا نقرئی ریوڑ ایک سیدھی قطار چالو"۔
اسے بپاسخ حسین جنت نژاد ہیلن:
" وہ لارٹس کا سپوت گن وان اڈیسیس ہے،
اگرچہ چٹیل چٹان ٹاپو اتھاکہ میں وہ "پلا بڑھا تھا
اسے مہارت بلا کی لیکن
لڑائی میں نقل و حرکت اور داؤ پیچ کی ہے"۔
توضیح میں بول اٹھا خردمند انتزیوں:
کہی ہے برجستہ خانم من، بہت زمانے کی بات ہے یہ،
بہت زمانہ ہوا کہ آیا تھا یاں معزز اڈیسیس، اور منی لیاس
اس کا ہمسفر تھا،
کچھ آپ کے مسئلہ میں گفت و شنید کرنے

رہے تھے مہماں مرے، ہماری پہ جھنی تھی گاڑھی،
کھلے تھے جو بہ چلا تھا کردار کا پتہ تب،
شریک اجلاس وہ ہوا ہم ٹروجیوں میں۔
فراخ سینہ منی لیاس، اس سے کچھ نکلتا ہوا وہ قد میں
مگر عجب طمطراق سے واں اڈیسیس نے جگہ سنبھالی۔
ہر ایک اٹھا ہمارے آگے بیان کرنے
بڑی وضاحت کے ساتھ جب نقطۂ نظر کو، دلیل دینے،
منی لیاس ایک کھرّے لہجے میں چند ہی نقط کہہ سکا تھا،
مگر کھرے وہ — ادق نہ مغلق —
بلاشک ان دو میں خورد تھا وہ۔
تب اپنی باری پہ وہ مہا جودھ کارا اٹھا،
کھڑا ہوا یوں، زمین پہ تک لگا رکھی تھی۔
عصا کو آگے ذرا نہ جنبش ادھر ادھر دی،
عصا اٹھائے، ہمیں تو الھڑ لگا، بڑا ہی اکل کھرا وہ،
کھونرا گاؤدی کوئی، جس کے سر میں بھوسا بھرا ہوا ہو۔
مگر نکالی دبنگ آوازہ اپنے سینہ سے اس نے جو نہی
تو اس کے الفاظ یوں رپٹ کر ہوا پہ دوڑے
دبیز اور تیز برف کی پھوئیاں زمستاں رُت میں جیسے۔
اڈیسیس کا کوئی بھی آتش بیاں مقرر حریف کیا خاکیوں میں ہوتا،
نظر پھیر اس کی ہمیں نہ حیرت فزا رہی تھی۔"

وہ پیرِ مرد اب نگاہ اک تیسرے سمی ایاس پہ ڈال کر یہ بولا:

وہ دوسرا فرد کون ہے واں، گران ڈیل اور ڈول کا اس قدر گٹھیلا،
سپاہِ ارگوس میں نمایاں ہے کاٹھ قد کا۔"

دراز لہنگے، کلابتوں پیرہن میں ملبوس ہیلن سرو قد جوابًا:
"ایاس وہ جانباز شہزور ہے، جسے تم
اخائیوں کے لئے گراں سدِّ بحر جانو — مقابل اس کے
کریٹیوں میں، ادومنی اس حواریوں کے حصار میں ہے۔
منی لیاس — ایک لاڈلا جنگ دیوتا کا — سپارٹا میں
ہمارے گھر پر کبھی بلا بھیجتا تھا اس کو،
وہ کر کے ترکِ وطن ادھر جب کریٹ سے، پار آگیا تھا۔
تمام اخائی مجھے نظر آ رہے ہیں پہچانتی جنہیں ہوں،
ترے لئے میں ہر ایک کا نام بھی گنا دوں،
مگر وہ دو جو نظر نہیں آ رہے ہیں مجھ کو
رئیس کستور شہسوار اور مکہ بازی میں فرد پولی دیوکس — دونو
وہ بیر میرے، مرے وہ ماں جائے — کیا نہیں تھے
چلا تھا لیکو دمان سے جب جہاز بیڑا
کہ وہ الگ لمبی ڈونگیاں لائے کھے کر اپنی،
یہاں پہ لیکن لڑائی سے وہ کٹے کٹے ہیں،
نہیں انہیں تاب میرے بارے میں سن سکیں جو
کھلے ہیں منہ، سیٹھنے کھلے عام ہو رہے ہیں۔"

یہاں پہ سلین کو تھا اچنبھا، وہاں پہ لیکو دمان ہی میں
پڑے تھے ساکت برادر اس کے اجل رسیدہ
پڑوس میں مورتوں کے انفاس بخش دھرتی کے بازوؤں میں۔
نیاز کے جانور لئے بام و کوہ سے جیاوش آ چکے تھے۔
شراب اٹھلائے کہ دل کو گرمائے، تاک زاروں کا خاص تحفہ
شراب لبریز ایک چھاگل چھلک رہی تھی۔
لئے ہوئے مغبچہ اوائس، سبو بلوری، طلائی فنجاں
مُسن جہاندار کے قریب آن کر پکارا؛
"لو مداں کے جلیل فرزند کیجے زحمت،
سپاہ سالار دونوں تومان کے ——— اخائی
سلاح جستی میں، اور ٹروجی پٹیل پایک یہ ملتجی ہیں
مخالفے کی نیاز منت وسیع میداں میں آپ کے روبرو ادا ہوں۔
منی لیاس وسکندرس ——— جنگ دیوتا کے عزیز دونوں ———
برائے خانم بہم ستیز آزما مصافی سناں سے ہوں گے،
شجاع جو فتح مند ہوگا ——— اسی کے پھر خانم و خزینہ،
زروئے عہد مسلّمہ بعد ازاں دگر سب
رہیں گے معمورۂ ٹرائے میں امن سے ہم،
وہ جبکہ ارگوس، مرغزاروں پہ لوٹ جائیں،
اخائیہ کو ——— وہ پدمنی ناریوں کی بھومی ———"
پیامبر کے پیام سے نزال شاہ کو سر سے پیر تک جھرجھری سی آ گئی،

یہ حکم اس نے دیا لگائیں کمیت جوڑی
وہ جھٹ بجا لائے حکم اس کا۔
سوار بگھی ہیں ہو کے باگیں کبیر پہ یام نے سنبھالیں،
لگائی ٹیک اس نے، راس ڈھیلی مگر نہ چھوڑی
لیا نہ میٹھ اس کے انتر جب تک برابر۔
سکائیہ پھاٹکوں سے پھر وہ ہوئے روانہ،
لئے وہ میداں کا ٹھیک رُخ، عین حد پہ جا کر عنان کھینچی
زمیں پہ کودے، کبھی چراگاہ جو رہی تھی مویشیوں کی۔
اخائیوں اور ٹروجیوں کے قشون میں، درمیان پہنچے۔
اگام امنان اور گن وان اڈیسیس اُٹھ کھڑے ہوئے جھٹ۔
مصاحبانِ معززِ آئے لئے ہوئے منتوں کی بھیڑیں،
شراب کے ساتگیں بنائے، دھلائے ہاتھ ان اتابکوں کے:
نیام سے، تیغ کے برابر چھرا، کہ پہلو میں تھا معلق
اگام امنان بن اطریس نے، تب نکالا۔
بھنوروں سے منت کے دنبے دنبی کی پشم اس نے تراش ڈالی،
یہ بانٹ دی چاوشوں نے دونوں کے نائیکوں میں،
پھر اس نے سوئے فلک کشادہ اٹھائے بازو
دعا یہ مانگی تمام کے واسطے: "پدر، اے زیوس ایدا
کے بکرما جیت، اجیت عالی جلیل سب سے!
ہر ایک شے جس پر آشکارا ہے، اے ہلی یس:

تمام مسموع جو ہیں افراز، آبجوؤ، اریسیا بھوم، اے زمیں دوز تیغ دنتو!!
حلف شکن اہلِ مرگ پہ قہر ڈھانے والو،
گواہ رہنا تمام، رکھنا سلامت اب جو حلف اٹھائیں،
مِنی لیاس جری کو بالفعل مار ڈالے سکندرس، تو
رہے گی ہیلن اسی کے قبضہ میں، سارا سونا اسی کا ہوگا۔
ہم اپنی مضبوط زورقوں میں وطن چلے جائیں گے پلٹ کر۔
مگر ہوا جو سکندرس قتل، تب ٹروجی
ہمیں حوالے کریں گے ہیلن، زر و جواہر سمیت، باقاعدہ ادا بھی
خراج وہ ماسوا کریں گے۔ کہ ان کے ذمے
یہ اب بھی ارگوسیوں کو واجب رہے گا دینا،
یہ وارثوں کو ہمارے تجدید سے ملے گا۔
سکندرس قتل ہو چکے اور منحرف اس معاملے سے
ہوا جو پریام یا کوئی سا پسر بھی اس کا
مسلّط ان پہ برائے تاوان، جنگ خونیں کروں گا ایسی
نہ ہاتھ اٹھاؤں گا، کوڑی کوڑی نہ جب تک ان سے وصول کر لوں"۔
پھر اس نے حلقوم پہ رکھی باڑھ چاقوئے جست کی، دبا کر
چلائی تو گوسفند تڑپے،
زمین پہ زندگی تڑپنے لگی تھی، رِس کر
وہ ہو گئی ختم اسکی جستِ فساں شدہ پہ۔
سبُو نئی ساغروں میں میناؤں سے انڈھیلی گئیں شرابیں،

چڑھائی نیتاؤں نے نیاز یں، پھر اپنی اپنی مراد مانگی،
خلوص اور صدق سے امر دیوتاؤں سے التجا، دعا کی۔
اخائیوں اور ٹروجیوں کا یہی مناجات کا قرینہ :
"زیوس، اے صاحب مجال و جلال، اونچے امر خداؤ!
پھرے جو شامت زدہ فریق اس معاہدے سے
شراب کی ان چکیدہ بوندوں کی طرح اس کا
دماغ خاکِ زمیں پہ ٹپکے ــــ غلام لونڈی بنیں سب اہل و عیال
اس کے"۔
دعائیہ یہ ــــ زیوس کو لیکن ان کی منت سے کیا غرض تھی!
تب ان سے پریام وردان ایسے ہوا مخاطب :
"ٹروجیو اور اخائیو ــــ او مری بھی تم ایک بات سن لو،
نہیں مجھے تاب میں نظارا کروں پسر کی لڑائی کا پھر منی لیاس ایسے
آدمی سے،
جسے ہے رن دیوتا کی تائید بھی میسّر۔
زیوس کو بے گمان انجام کی خبر ہے ــــ یہ علم ہے جاودانیوں کو
یہاں پہ برحق اجل کی آخر رسائی دونوں میں کس تلک ہے"۔
دھڑا اس نے پھر بھیڑ اور مینڈھے کے رتھ میں دھروائے سامنے ــ خود
ہوا شہانہ سوار، گھوڑوں کی باگ تھامی،

سبز نئی ـ سو برنی، سنہری

سوار بگھی میں تا کہ ہمراہ منتری انتر بھی ہو لے،
پلٹ گئے گھوم کر الی یون کی طرف پھر۔
اڈیسیس اور راجپت ہیکڑا کٹھے
مبارزت گاہ میں بڑھے، دو شگون پا سے
انہوں نے کانسی کے خود میں ڈال کر ہلائے
کہ یہ نکالیں چلائے ہتھیار کون پہلے —
سپاہیوں نے فلک کو اس وقت ہاتھ اٹھائے
یہ التجا کی اخائیوں اور ٹروجیوں نے —
" زیوس آقا، تمام ابدا یہ راج تیرا،
تباہ وہ ہو سبب سے جس کے یہ ابتلا جانبین پر ہے۔
معاملہ صاف یہ ہمارا — سدا رہیں گے سلامتی کے رفیق پیچھے "۔
دعا میں مصروف یہ — زبردست ہیکڑ واں
چمکتے مغفر میں، اپنی آنکھیں ہٹائے، پا سے بلو رہا تھا۔
لڑھک کے پارس کا نام جھٹ سے برون نکلا۔
اب اپنی اپنی صفوں میں سب بار گیر جیتے سمٹ کے بیٹھے
یراق ہتھیار ساز گھوڑے رتھیں ہٹا کے
لڑائی کی آگئی گھڑی جب — حسین ہیلن کے شیفتہ، شاہ پور والی سکندرس نے
لگائے ہتھیار جسم پر، عضو عضو پر اسلحہ سجایا،
چڑھائے سیمین خول ٹخنوں پہ، پنڈلیوں کے حساب سے ساق پوش پہنے،

چہار آئینہ اپنے بھائی لکاں کا سینہ پہ سخت باندھا، کہ بچ گیا تھا۔
جڑاؤ چاندی کی قبضہ دار اک حسام جستی
فراخ کاندھے پہ کس کے لٹکائی پرتلے سے،
دبیز بدھی سپر کی، پھر اس پہ ڈال لی، تہ بہ تہ سپر وہ،
دُم اسپہ طرے کا سر پہ کنٹوپ پھر جمایا،
دھرا ہوا سور بیر ماتھے پہ ایک چینیہ دراز، کہیئے
درشت مانندِ کفچۂ موجِ بحر لرزاں۔
جما کے ہتھی اٹھایا آخر میں اس نے مضبوط ٹھوس نیزہ۔
منی لیکس اسلحہ اسی طرح زیبِ تن واں پہ کر چکا تھا۔
وہ کیل کانٹے سے لیس دونوں بڑھے صفوں سے،
نگاہ اک دوسرے پہ سیدھی ٹکی ہوئی تھی،
وسیع میداں کے بیچ میں وہ پہنچ گئے یوں —
شدید ہیجان، اضطراب اس قدر زیادہ
ہر اک پہ طاری تھا جو کھڑے دیکھتے تھے ان کو —
ٹرائے کے خواہ تھے وہ چابک سوار یا تھے
اخائی بکتر چڑھائے ٹانگوں پہ — یکیکی کی جگہ پہ آکر
رُکے مبارز، غضب میں لہرائیں جب سنانیں،
سکندرس نے لڑائی کی بے درنگ آغاز، اور پھینکا
طویل سایہ فشاں نیزہ
تڑاق جو گول ڈھال پر جا لگا جیالے اطریسی کی،

سوار بگھی میں تاکہ ہمراہ منتری انتر بھی ہولے'
پلٹ گئے گھوم کر الی یون کی طرف پھر۔
اڈیسیس اور راجپت ہیکڑا کٹھے
مبارزت گاہ میں بڑھے، دو شگون پا سے
انہوں نے کانسی کے خود میں ڈال کر ہلائے'
کہ یہ نکالیں چلائے ہتھیار کون پہلے ——
سپاہیوں نے فلک کو اس وقت ہاتھ اٹھائے
یہ التجا کی اخائیوں اور ٹروجیوں نے ——
" زیوس آقا، تمام ایدا پہ راج تیرا'
تباہ وہ ہو سبب ہے جس کے یہ ابتلا جانبین پر ہے۔
معاملہ صاف یہ ہمارا —— سدا رہیں گے سلامتی کے رفیق پکے "۔
دعا میں مصروف یہ —— زبردست ہیکڑ واں
چمکتے مغفر میں، اپنی آنکھیں ہٹائے، پا سے بلو رہا تھا۔
لڑھک کے پارس کا نام جھٹ سے برون نکلا۔
اب اپنی اپنی صفوں میں سب بار گیر جیتے سمٹ کے بیٹھے
یراق ہتھیار ساز گھوڑے رتھیں ہٹا کے
لڑائی کی آ گئی گھڑی جب —— حسین ہیلن کے شیفتہ، شاہ پور والی سکندرس نے
لگائے ہتھیار جسم پر، عضو عضو پر اسلحہ سجایا،
چڑھائے سیمین خول ٹخنوں پہ، پنڈلیوں کے حساب سے ساق پوش پہنے'

چہار آئینہ اپنے بھائی لکاں کا سینہ پہ سخت باندھا، کہ ٹھیک آگیا تھا۔
جڑاؤ چاندی کی قبضہ دار اک حسام جستی
فراخ کاندھے پہ کس کے لٹکائی پر تلے سے،
دبیز بدھی سپر کی، پھر اس پہ ڈال لی، تہ بہ تہ سپر وہ،
دُمِ اسپہ طرے کا سر پہ کنٹوپ پھر جمایا،
دھرا ہوا سور بیر ماتھے پہ ایک چینیہ دراز، کہیئے
درشت مانندِ کفچۂ موجِ بحر لرزاں۔
جما کے ہتھی اٹھایا آخر میں اس نے مضبوط ٹھوس نیزہ۔
منی لیکس اسلحہ اسی طرح زیبِ تن واں پہ کر چکا تھا۔
وہ کیل کانٹے سے لیس دونوں بڑھے صفوں سے،
نگاہ اک دوسرے پہ سیدھی ٹکی ہوئی تھی،
وسیع میداں کے بیچ میں وہ پہنچ گئے یوں ——
شدید ہیجان، اضطراب اس قدر زیادہ
ہر اک پہ طاری تھا جو کھڑے دیکھتے تھے ان کو ——
ٹرائے کے خواہ تھے وہ چابک سوار یا تھے
اخائی بکتر چڑھائے ٹانگوں پہ —— یکیکی کی جگہ پہ آکر
رُکے مبارز، غضب میں لہرائیں جب سنانیں۔
سکندرس نے لڑائی کی بے درنگ آغاز، اور پھینکا
طویل سایہ فشاں نیزہ
تڑاق جو گول ڈھال پر جا لگا جیالے اطریسی کی،

مگر نہ کانسی نے کھائی جنبش

لگی تھی جستی انی ذرا سخت اسلحہ پر تو مڑ گئی وہ۔

اب آئی تھی دوسرے کی باری

بلند کی تاؤ کھا کر اس نے سنان کانسی کی تمام ٹھونپی

منی لیاس ابنِ میراطیس زیوس آقا سے ملتجی اس طرح ہوا اب:

زیوس اے برفراز، کر سرفراز مجھ کو،

زیادتی کی ہے جس ستمگر نے مجھ پہ اوّل، چکاؤں بدلہ

زبون ہو، خاک میں ملے میرے ہاتھ سے وہ ذلیل ہو کر،

کہ لوگ پیدا ہوں جو یہاں بعد میں ہمارے

کرے نہ کوئی دغا کبھی اپنے میزباں سے

بڑی محبت سے جو پذیرائی کر چکا ہو"۔

یہ کہہ کے اس نے لیا نشانہ،

دراز سایہ فشان نیزہ سنبھل کے مارا،

لگا مدور سپر پہ دشمن کی جو تڑ تاق اور پار گذرا،

بلا کی تیزی کے ساتھ شفاف چام میں سے،

گھسی بنی پہ گھنڈیوں کے جوشن میں بیچ سے چھید کر گیا پھر

بغل میں گھس کر عبا کو چیرا — اُلجھ کے لیکن اٹک گیا واں،

بچا کے پارس نے داؤ، آئی اجل کو ٹالا۔

منی لیاس اب دراز تیغ صفا کو کھینچے بڑھا، اٹھائی

گھمائی، لہرائی اور دی زور سے منڈاسا کے ابھرے اونٹہ پہ، اور دیکھا

پلٹ کے تو ریزہ ریزہ اس کا شکستہ تیغہ بکھر گیا تھا۔
یہ چھوٹ کر آ رہا زمیں پر ــــ فلک کی جانب نظر اٹھا کر
تب اس نے فریاد کی: "زیوس اے تمام ارباب کے اتابک
ستم ظریفی میں کوئی تجھ سے بڑا نہیں ہے
کوئی ستمگر امیدوار آدمی کے حق میں،
خیال کیسا مجھے ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں
کیے کی اپنے سکندرس کو سزا ملے گی،
بدی کا بھگتے گا ایسے خمیازہ لامحالہ،
گرفت سے وائے رائیگاں نیزہ چھٹ گیا ہے،
وہ بچ گیا ہے ــــ شکستہ تلوار میرے ہاتھوں میں رہ گئی ہے۔"
یہ کہہ کر اس نے معاً کیا زوردار حملہ
دُمِ اسپہ چنیغہ جھپٹ کے پکڑا، عدو کو جکڑا۔
گھسیٹ کر لے چلا اخائی صفوں کی جانب،
بھنبھوڑتا تھا، وہ اس کی ٹھوڑی کے پاس بدھی مروڑتا تھا،
دبا کے سختی سے ٹینٹوے کو، جھنجھوڑتا تھا،
نہ چھوڑتا تھا، سر اس کا رستہ کے پتھروں پہ وہ مار کر ایسے پھوڑتا تھا،
لگے کہ اس کے بدن سے بس اس کا رشتۂ جاں ہی توڑتا تھا۔
مگر وہ گھٹ کر مرا نہیں، آڑے آیا مضبوط چرمِ تسمہ

منڈاہا ــ خود　　　ادبلہ ــ چھجا

گھسیٹتا، کھینچتا لئے راستہ پہ یونہی
منی لیاس لیے فخر کے ساتھ اسے بنا کر اسیرِ جنگی
صفوں تک اپنی پہنچ چکا تھا،
جو اس وقوعہ کو دیکھ لیتی نہ چشم روشن سے افرادیت۔
جھٹ اس نے تسمہ نزی کا اک دستہ ور کلہاڑی سے کاٹ ڈالا۔
شجاع کے ہاتھ میں نرا خود، رہ گیا تھا،
گھما کے سر پہ جسے اب اس نے اخائیوں کی صفوں کو پھینکا،
لیا اسے واں دلوچ اس کے سپاہیوں نے۔
تنا وہ پھر تاؤ میں کہ اس آدمی کو مارے،
لیا نشانہ سناں کا، تاکہ موت کے گھاٹ یوں اتارے۔
مگر نہ وار اس کا چل سکا اب کہ افرادایت۔
خدیو عرشی کا اک کرشمہ — سکندرس کو
اڑا کے میداں سے لے گئی، دھند میں لپیٹا، — اُس آدمی نے
دراز پایا معطر ایواں کدے میں خود کو۔
بلانے ہیلن کو پھر وہاں پہ پون جھکولوں سے تیز لپکی،
ٹرائے کی عورتوں کے جھمگٹ میں، تیر بندی پہ مل گئی وہ،
خسے بسے پیرہن کی چُنٹ کلی کو آہستگی سے کھینچا،
کتون کنیا لگی اسے اپنے دیس لیکو دمان والی،

تیر بندی۔ فصیل • خسے بسے۔ خس کے عطر میں بسا • کتون کنیا۔ سوت کاتنے والی لڑکی

ملائم ادا اس کے واسطے کاتتی تھی واں جو
اسی لئے تھی بڑی بہ بہتی۔
پس افرادایت اسے یہ بہروپ بھر کے بولی؛
"سکندرس نے تمہیں بلایا ہے گھر چلو میرے ساتھ آؤ،
تمہارے حجلے میں پیل دانتی پلنگ پر وہ
گئے ہوئے فاخرہ قبا زیب تن ہے یوں محو استراحت
سجل سجیلا، گمان بھی کر سکو نہیں تم
کہ وہ پلٹ کر ابھی ابھی کارزارِ خونیں سے آرہا ہے۔
یہی کہو بہر رقص تشریف لے چلا ہے،
کہ اس گھڑی تک وہ رقص فرما رہا ہے، اور اب
یہ شغل کر کے، دراز، آرام کر رہا ہے۔"
اک ایسی تصویرِ دلربا اس نے کھینچ دی تھی،
حسین ہیلن کے سینہ میں دل، بزور، بے اختیار دھڑکا۔
مگر ذکی حس سے اس نے دیوی کے خوبصورت
گلے کی، بہروپ میں بھی پہچان صاف کر لی،
گداز سینہ بھی، چاہ میں جس کی آہ نکلے،
پھر اسکی حیرت کو نام لے کر اسے کہا یوں:
اری امر باؤلی، یہ کوتک ہے کیا کہ یوں ورغلا رہی ہے،
کہیں مجھے اور پار پورب میں بھیجنا ہے،
حصار بند اس فراخ شہر کو کہ آگے میونیؔ میں

جہاں ترا اور یار دھگڑا کوئی انہی بے تقاؤں میں ہے؟
یہ سوانگ تیرا، ترا یہ ناٹک اسی لئے ہے
کہ خوب درگت بنی ہے اسکی، منی لیاس، اس جری کے ہاتھوں،
ہزار ابھاگن سہی مگر ساتھ دیس لے جائیگا مجھے وہ،
تری یہ چترائی یہ چرتر ان کو جانتی ہوں،
یہاں یہ تو نوج آئی کیوں ہے؟
سکندرس کی بغل میں جا آپ لیٹ جاکر
سورگ میں دیوتاؤں کی یہ منوریں راہگذر تج دے،
نہ تو المپس کے آس پاس اب قدم کبھی دھر،
چلائے اس کے لئے دل اپنا کوئی الفتہ"
وہ بیسوا خیر اس کی مانگے۔
رچائے تجھ ہی سے بیاہ منڈوا، وہ گھر میں ڈالے بنا کے لونڈی
نہیں نہیں اس کے پاس ہرگز نہ جاؤں گی میں،
بڑی ہی بے غیرتی ہے اسکی چھیڑ کھٹ آنند اگر کروں اب۔
ٹرائے کی عورتیں نہ کیا کیا فضول باتیں مجھے کریں گی،
وہ نام کیا کیا نہیں دھریں گی،
کہ مجھ کو سہنے کے واسطے جیسے اور پہلے عذاب کم ہوں
دکھا رہی ہے کہ دیکھنے کو یہ درد انگیز خواب کم ہوں!"

جواب دیوی کا تب اسے یوں تنخترانہ:

"روا نہیں ہے تجھے ادھک تریا ہٹ مجھے دق نہ کر زیادہ

امان تجھ کو کہیں نہ پھر مجھ سے مل سکے گی۔

یہ اب ہے عشق عشق، کروں گی تجھ پر تھڑی تھڑی یوں،

کہ سب تروجی دنان کے دل نظر میں بھر دوں

تری طرف سے حقارت افزوں،

حقیر ہو جائے ذات تیری، خراب خستہ حیات تیری

یہ کر لیا گر کبھی ارادہ — اری زنِ بے وقوف و سادہ!

سہم گئی سن کر اب یہ حورِ بہشت ہیلن،

لپیٹ کر اپنے کلابتوں پیرہن میں چپ چاپ ساتھ ہو لی،

لئے اسے ساتھ عورتوں کی نظر سے اوجھل

خوش افرادایت وہاں سے چل دی۔

سکندرس کی محلسرا میں جب آئی ہیلن

تو باندیاں، نوکرانیاں، داسیاں، اصیلیں

تیار مشاطگی کو آئیں، کیا بناؤ سنگھار ایسا

پرو دیئے بال بال موتی، گل و سمن پور پور بیند ھے۔

سبک قدم ہیلن آئی خلوت کدہ میں — بڑھ کر

جھٹ افرادایت — جو مسکراتی ہوئی محبت پہ مسکرائے —

اٹھائے لائی سکھ آسن اور سامنے سجایا سکندرس کے،

زیوس — مافوق صاحب ابر و رعد — کی دختر ستارہ جمال ہیلن

جھکائے آنکھیں وہاں براجی۔

تپاک کے ساتھ پہلے صاحب سلامت، اکھڑپنے سے پھر لیوں:

فرارِ میدانِ جنگ سے، آئے گھر کے بُدّھو
پلٹ کے گھر کو — بخیر، لیکن وہیں نہ قربان جان کیوں کی؟
وہیں نہ کیوں قتل ہو گئے اس و بنگ بانکے کے ہاتھ سے تم،
کبھی جو سرتاج تھا ہمارا،
تمہیں سدا تھا بہادری کا گھمنڈ، ناز اپنی برتری کا،
یہ ہاتھ مشاق اور بیکِ اجل تمہارے سنان، جمدھر
مقابلے کو اسے دلیری کے ساتھ للکار کیوں نہیں دی؟
کبھی نہیں، میں پناہ مانگوں، اگر تمہاری بجائے میں ہوں۔
کرو نہیں بھول کر کبھی قصدِ جنگبازی،
بنو نہ احمق، وہ سرپھرا جنگباز ہے، جنگجو جنونی،
کہیں وہ تلوار پہ نہ دھر لے — پروئے نیزے میں، خون پی جائے
دیو خونی۔"

ملائمت سے جواب میں پارس اس طرح: "جانِ من نہیں ہو
درشت یوں میرے ساتھ، یہ دلخراش طرزِ سخن ستم ہے۔
بجا، کہ اس مرتبہ برومند وہ رہا — اور ایتھنہ بھی،
مگر یہ ممکن ہے بعد میں جیت ہو مری — دیوتا ہماری طرف
بھی ہوں گے!
نہ چاہیئے تو تکرار باہم، یہ وقت عیش و نشاط کا ہے،
شباب کو سیج پر سجائیں، اسے محبت سے سینچیئے اب،
طلب میں میرے بدن کا عالم نہ یہ کبھی تھا،

نہیں یہ اس وقت بھی تمہیں جب
تمہارے شاداب ملک لیکو دمان سے ہم
سوار کرکے بڑے جہازوں پہ چل پڑے تھے،
شروع میں بحر راں ہوئے تھے ___ نہ اس طرح کی طلب ہوئی تھی
جزیرہ کرنئی میں، جس جا سہاگ ایسی
تری، مرے ساتھ وصل کی پہلی رات گذری۔
تری طلب موج موج خوں میں سلگ رہی ہے،
چل آمری گود میں، بہت دیر الگ رہی ہے"
لئے ہوئے ساتھ اسے شبستان میں گیا وہ،
پلنگِ عاجی پہ جی کے ارمان خوب نکلے۔
منی لیاس اس طرف ثریاں شیر کی طرح رن میں گھومتا تھا۔
نکل گیا ہاتھ میں جو آکر
دوبارہ اس دیوتا منش کو شکار کرلے۔
نہ اتحادی، نہ سب ٹروجی ___
اسے نہ لائے، نہ لا سکے وہ، منی لیاس اطرسی کے آگے،
یہ شخص جو جنگ دیوتا کا حلیف تھا، سخت گیر ساتھی ___
اگرچہ ان میں کسی کو ہوتا نہ حوصلہ تھا
پناہ دے یا اسے چھپالے، کسی قدر بھی ہو خواہ وہ خیر خواہ اسکا۔
ہر اک کو وحشت تھی، وہ تو گویا اجل کا پروانہ بن گیا تھا۔
اگامامناں شہ عساکر سر عساکر ہوا مخاطب:

" سنو، توجہ مری طرف ہو، ٹروجیو، اتحادیو، دردنی قبیلو!
بلاشک اس جامنی لباس آبرو سے فیروزمند نکلا،
کرو ہمارے سپرد ارگوسی حسینہ، ہماری ہیلن،
ہمیں حوالے کرو خزینہ، خراج بھی ماسوا کرو پیش، جو ہمیشہ
اسی طرح تم ہمارے آئندہ وارثوں کو ادا کرو گے۔"
یہ فیصلہ جب اگام امنان بن اطریس سنا چکا ـــــ تو
بلند نعرہ لگا کے، پُر زور، متفقہ اخائیوں نے
کیا وہیں صاد، اور تائید کی مکمل ؞

○

چوتھی کتاب

○

تیر جب ایک کماں سے نکلا

○

تھے مسندِ زرق برق پر دیوتا نشستہ
زیوس کے پاس بزم آرا —— بڑے تلطف سے ہیب لایا
بڑے تکلف سے پیش نکتار انہیں کیا —— وہ
یہ سوم رس پی رہے تھے زرّیں ساغروں میں،
نگاہ نیچے حصارِ الی یون پہ لگی تھی
خراب نیت تا کہ ہیرا کی اور شوریدگی فزوں ہو،
بڑھے سر آشفتگی، اسے بیشتر جنوں ہو،
کٹیلے لہجے میں گفتگو یوں زیوس نے کی :۔
"منی لیاس اطرسی کی ہیں سرپرست کہنے کو دیویاں دو ——
ہے ایتھنہ بوتیہ کی، ارگوس کی بہت خیر خواہ ہیرا،
پڑی ہوئی لیکن اس جگہ پہ وہ دور، آرام کر رہی ہیں،

انہیں یہی شوق ہے تماشا کیا کریں وہ ۔

اک افرادایت ہے، کھلتی آنکھوں کی، کھلکھلاتے لبوں کی رسیا،

لگی چہیتے کے ساتھ اسے ہر بلا سے محفوظ کر رہی ہے،

ہر ایک خطرے کو سر سے بروقت ٹالتی ہے،

ہمارے بھانویں تو مر چکا تھا، وہ لے گئی صاف اسے بچا کر،

اریس کا ہاتھ جس کے سر پہ ہے، یکیکی ہیں

منی لیاس اس حریف کو ختم کر چکا تھا — لیا تھا میدان مار اسنے۔

ہمیں ہے درکار غور، آخر تمام ہو کس طرح یہ قضیہ،

لڑائی کا مستزاد ادھم مچائیں، غارت گری بڑھائیں،

کہ باہم امن و امان کی داغ بیل ڈالیں، سلامتی کا پیام لائیں۔

تمہیں اگر موجب مسرت ہو یہ نظارا،

دیار پریام کے حسیں رات دن گوارا،

تو بادولت کریں یہ چارا،

منی لیاس اب سدھار جاتے لئے شکارا،

وطن کو، ہمراہ ہیلن ارگوسی — دلآرا —"

سنی یہ ہیرا و ایتھنہ نے جب اسکی تجویز — تلملائیں،

کڑھیں، چلے بول بڑبڑائیں — سما گیا دل میں ایک سودا،

ملیں، وہ سر جوڑ کر کہیں بیٹھ جائیں، سوچیں

کریں خرابی کا کوئی ساماں لڑانے والوں کے واسطے اب۔

ہلاکت انگیز تازہ فتنہ کھڑا کریں کچھ۔

خموش تھی ایتھنہ، نہ کھولی زبان اس نے،
پدر سے، غصہ کی لہر، گو دل میں تیز دوڑی۔
مگر نہ ہیرا لگا سکی بند تند جذبات پر، وہ بولی:
"حضورِ پُر نور، فخرِ ابے کلام یہ کیا،
گئی اکارت مری مشقت، لہو پسینہ تمام، بے فائدہ بہایا۔
مری ہدایت صبا صفت گھڑ سوار دل کو یہی رہے گی،
نڈھال پریام کو کریں اور اس کے بیٹوں سے سخت نمٹیں۔
عمل بصد صدق کوئی کر لو،
قبولیت کی سند مکمل مگر نہیں وہ!"
دھکیلتا ہے فلک کے اوپر جو بادلوں کو زیوس آقا،
بہت ہوا دل میں جز بز اس پر — جواب میں بر ملا کہا پھر:
"عجیب ہے تو عجیب، بتلا
دیا ہے پریام اور پریام کے سپوتوں نے دُکھ تجھے کیا،
ہوئی ہے در پے، پڑی ہے یوں ہاتھ دھو کے پیچھے،
تری تمنا ہے خوبصورت حصار الی یون کا کھنڈر ہو،
فصیل، ایوان، کاخ، مینار، باب، در ڈھیر راکھ کے ہوں،
تجھے ہڑک اٹھی رہی ہے پریام اور اس کے تمام بیٹوں کا خون پی لے
ہڑپ کرے سب ٹروجیوں کو، نگل لے سب اتحادیوں کو،
چبائے کچا، ہر اک کو وہ کو روند ڈالے،
غضب ترا اس طرح فرو ہو۔

سمائی ہے تیرے جی میں جو، خیر نکر گذر تو،
کہ باہم اس مسئلہ پہ آویزش اپنے مابین، خوش نہیں ہے۔
خلش یہ ہے دل میں کیوں ذرا بھی تنازعہ کی،
تجھے بتاؤں یہ بات تاہم، خیال رکھنا،
جنون میں جب بدل گئی آرزو مری بار پہ تو میں بھی
بجاؤں گا کوئی سی بھی بستی کی اینٹ سے اینٹ، جس کے باشی
بہت زیادہ ترے چہیتے ہوں، من چڑھے ہوں،
تجھے ہے تنبیہہ، پھر خبردار میرے غیظ و غضب کے آڑے کبھی نہ آنا۔
رہیں مرے ہاتھ ایسے آزاد، جس طرح میں
یہاں پہ اب کر رہا ہوں آزاد ہاتھ تیرے۔
اگر رضامند ہوں، تری بات مان لی ہے
یہ جان دل پر دھرا ہے پتھّر،
مجھے دیا روں، تمام شہروں میں زیرِ خورشید، جن میں اہلِ زمیں بسے ہیں،
اس آسمان نجوم آرا کی چھت کے نیچے،
پسندِ خاطر یہی الی یون بہتریں ہے بہت زیادہ قریب دل کے۔
مہارتی نیزہ باز زیرِ یام ہے جیالے سپوت اس کے۔
چڑھے نڑائے میں میری قربان گاہ پہ کہ نہیں چڑھاوے،
لنڈھی نہ خستّت ہی سے شرابیں، نہ دھونیاں دی گئیں بچھت سے،
کفائتیں کی نہیں ہیں جو منتّیں امر دیوتاؤں کی ہیں۔"
جواب میں تب اسے یہ بادامِ چشم ہیرا،

"مجھے بھی ہیں تین خوبصورت دیار اچھے،
سپارٹا ہے، کشادہ آری گئی ہے، ارگوس ہے، تجھے گر
کوئی بھی ان میں سے بار گزرے تو شوق سے پائمال کرنا۔
مزاحم آؤں گی میں نہ اس فعل کی مذمت کبھی کروں گی۔
یہ سعی میں کر سکوں گی کیوں کر؟
کروں اگر منع، دوں نہیں میں تجھے اجازت،
موثر و کارگر نہ ہوگا — کہ میری قوت سے تیری قوت فزوں تر ہے۔
اگر مری سعی کا نتیجہ بھی کوئی نکلے،
کہ میں بھی تیری طرح امر ہوں، تری مری جنس مشترک ہے،
ہمارے عیار عقل والد امر کرونوس نے مجھے بھی جنم دیا تھا،
بفیض پیدائش اس طرح ہوں بلند رتبہ،
یہ حیثیت بھی ہے، مان لو، میں تری حرم ہوں،
حقیقتاً بادشاہ تو ہی مگر امر دیوتاؤں کا ہے،
چلو کہ ہم اس معاملہ میں بہم گر راہ دیں، طرح دیں،
کروں گی تسلیم میں تجھے اور تو مجھے کر،
خدلیو ارباب پیروی خود بخود کریں گے۔
بعجلت اب ایتھنہ کو نیچے روانہ فرما،
جتن کرے وہ کہ غل غپاڑے میں لشکروں کے
مخالفہ جو بہم ہوا امنِ عارضی کا،
تو اوّل اسکی خلاف ورزی کریں ٹروجی — نہیں اخائی!"

خدیوہ ہیرا نے اس طرح سے کیا برانگیختہ اسے جب

تو مورثِ انس و دیو نے چابکی میں یکدم

کہا یہ اثبات ایتھنہ سے ــــــ "اتر کے عجلت سے ہو روانہ

جتن یہ کر نیچے لشکروں میں

مخالفہ جو بہم ہوا امنِ عارضی کا

تو اول اسکی خلاف ورزی کریں ٹروجی ــــــ نہیں اخائی"!

سنی جو یہ بات، کاروائی کے واسطے حکم کے مطابق

ہوئی المپس سے گریہ چشم ایتھنہ روانہ۔

پھسل پھسل کر وہ چوٹیوں سے، رپٹ رپٹ کر

کہو کہ عیارِ عقل کامل،

امر کرونوس کے پسر نے شہابِ ثاقب چلا دیا ہو۔

عمیق قلزم یہ لوگ جس سے شگون نکالیں سپاہِ جرار فال ڈھونڈھے۔

ضیا کا دھارا تھا، رہگذر کہکشان کی تھی۔

وہ تابدارانہ اہلِ جنگ و وغا میں اتری تو کیسے مبہوت

ہو گئے سب۔

سنو، کہ اک شخص اپنے اگلے سے غلبلایا:

" یہ ہونے والا ہے کیا، برا وقت کوئی خونیں صفوں پہ ہے پھر

مفاہمت جانبین میں رہ سکے گی آیا"!

بدل لیا روپ ایتھنہ نے جسیم برچھیت لاؤکس ابنِ انتز کا۔

ٹروجیوں میں تھی ڈھونڈھ اسکو ملے پنڈورس،

لکان کا ہونہار بیٹا، بلا وہ جوینده اور یابندہ کے مطابق۔
وہ منتظر، فوجیوں کے نرغے میں یوں کھڑا تھا
کہ ان کی ڈھالیں چھتر بنائے ہوئے تھیں اس پر،
یہ لوگ اس کے جلو میں آئے تھے آبشار ان ایپس سے۔
قریب آکر رُکی، کہا پھر تنک زباں میں:
"ترا لہو کھول اُٹھے، یہ انگیخت ہو ترے قلبِ رزم جُو کو،
ہیاؤ کھل جائے اور بوتہ سِوا ہو اتنا،
کہ صاعقہ سا خدنگ چھوڑے ہدف بنا کر
منی لیاس ستیزگر کو۔ ہر اک ٹروجی کا دل بڑھے اور حوصلہ ہو،
تجھے ہر اک شخص داد دے گا کریگا عش عش
سکندرس ہو نہال، وہ بالخصوص ہو مہربان تجھ پر۔
تجھے وہ انعام بیش قیمت عطا کرے گا
یہ دیکھ کر تیرے تیرِ پیک اجل کا مارا پڑا ہوا ہے
منی لیاس اطرسی دریده بدن اِک اندوہگیں چتا پر۔
منی لیاس، اس پہ تیر کا ایک وار کر، آ
تیار ہو، نذر تازہ برغالے کر سکے گا زلائیہ میں،
مہابلی بان مار اپالو کو دیس جا کر۔"
یہ گُر، یہ حربہ تھا ایتھنہ کا
بجا خرد کو دکھائے بے جا حسین خواب اور دنگ کر دے۔
جھٹ اس نے شفاف سینگ والی کماں نکالی،

یہ سینگ اس نیل گائے کا تھا، جسے کیا تھا
شکار، چھاتی کے زور سے، اِک
بلند ٹیلے پہ، گھات میں انتظار کر کے
کیا تھا چھید اسکی پسلیوں میں تو وہ الٹ کر گری تھی اوندھی۔
یہ سینگ تھے چار فٹ، برابر
انہیں تراشا، بنائے سوراخ اور کڑا کے کی تانت کھینچی،
کمان کو تیل میں ڈبویا، سِروں پہ سونے کے خول ٹھونکے ــــ
یہ سخت ہتھیار اب دبا کر تلے زمیں پہ
رکھا پنڈورس نے اور تانا۔
سپر سپر فوجیوں نے چھتنار اوٹ کر لی نہ کوئی ارگو سیہ ہو چوکس،
منی لیکس اس کی شست میں جب تلک نہ آئے۔
اٹھا کے سرپوش اس نے ترکش کا، آنکڑے دار تیر کھینچا،
مڑے نہ جگے، لگے تو وہ لہر درد کی بے دریغ مارے
کہ چھائے آنکھوں تلے اندھیرا۔
یہ تیز تیرِ جفا چڑھایا صفائی سے زہ پہ ــــ اور مائی
مہابلی بان مارا اپالو سے منّت اس نے
پلٹ کے جائے گا جب وطن میں، زلائیہ کو
اسے پلوٹھی کے تازہ بزغالے بھینٹ دے گا
دبایا گندہ کیا ہوا گندہ اور کھینچا بزور چلّہ۔
ٹکا وہ بھٹنی پہ چھو گئی نوک زہ سے آ کر،

کمان کھا کر تناؤ اک نیم دائرہ قوس بن گئی تھی۔
چھٹی وہ جیسے ہی زن سے مضروب تانت تا دیر جھنجھنائی۔
چلا پرافشاں تیر تیزی سے سرسراتا،
گذر گئی کوندتی وہ براق انی کھڑے اژدہام پر سے،
منی لیاس اسکی زد میں آیا۔
تو التفات اس پہ کس طرح ان مہا گنی دیوتاؤں نے کی
ہے جن کی ڈھارس سپاہیوں کو۔
ہر اک سے پہلے اسے مدد ایتھنہ کی آئی۔
اڑان مدکائی، شست سرکائی ایک انگشت فاصلے سے،
وہ اس طرح سنسنائی بس کھال پر کہ ماں جھل رہی ہو مکھی۔
اسے نہ ڈسے بیٹھنے جب آنکھوں کا لال سویا ہو نیند میٹھی۔
اسی طرح تیر ایتھنہ نے دیا تھا بدکا جہاں طلائی پٹہ کسا تھا،
اُچھل کے بکتر سے نوک نے دوختہ حمائل ذرا سی چھیدی،
وصنسی، منقش جھلم میں اتری، اٹک گئی پھر،
خراش ڈے کر شکم پہ ہلکی انی کمربند سے گزر کر۔
اسے بچایا تو موٹی کڑیوں نے آ کر آڑے،
پہ کچھ نہ کچھ نوک کر گئی کام، عارضی جلد چھل گئی تھی،
لہو کی، گھاؤ سے، پھوٹ نکلی سیہ تلی۔
سنائنی یا کراٹینی کوئی رنگریزن،
سفید دندانِ فیل کو رنگ ڈے رہی ہو

بنائے جس سے کمیت گھوڑوں کے گال منکے،
طلب وہ جن کی، خرید نے روز آئیں رتھ بان اور باگی،
مگر پڑا ہی رہے پلینڈے پہ وہ نمونہ
کسی مہاراج کے لئے، چار چاند جس سے اسے لگیں گے،
قراولی آن بان بانکی، کمیت جوڑی کی دھج سواتی۔
منی لیاس اب ہوا جو گھائل
لہو سی ایسی ہی کنجلی دانت اسکی رانیں رنگی ہوئی تھیں۔
اسی طرح وہ سڈول ٹخنے، وہ پنڈلیاں بھی لہو لہو تھیں۔
عساکر ارباب اگام امنان نے یہ دیکھا تو کانپ اٹھا،
پڑا تھا ٹھنڈا منی لیاس — آنکھ لیکن اسکی
پڑی جب اسپات آنکڑی پر کہ زخم سے ٹک گئی ہے باہر،
تو زندگی کی حرارت اس کے درون پھر دل میں لوٹ آئی۔
اگام امنان کا دیا جو سنائی شیون
تو آبدیدہ ہوئے عساکر — وہ ہاتھ اٹھا کر
یہ بھائی سے کہہ رہا تھا: "بھائی
یہ عارضی صلح میں نے کی تھی، کہ اصل میں تیری موت نکلی!
اخائیوں کی طرف سے تنہا تجھے، اکیا جنگ کو روانہ،
ٹروجیوں کو دیا یہ موقع کمین سے سہل وار کرلیں،
انہوں نے پیروں تلے وہ روندی، وہ عارضی صلح توڑ ڈالی،
حلف اٹھایا تھا، بھیڑ کا خون بھی بہایا،

لہو کے چھینٹے دیتے تھے، گلگوں شراب کے بھی،
ملائے تھے ہاتھ بھی مصمم،
یہ اسلئے تو نہیں تھا سب رائیگان جائے
یہی عقیدہ، یہی رہا ہے یقین اپنا رسوم پرتو!
نہیں گر اس دم المپیؔ نے کیا نہ ان پہ عذاب نازل،
ضرور موزون وقت پہ پھر کرے گا — بے شک
حساب اس بدعمل کا دیں گے، چکائیں گے وہ
حیات سے، بیویوں سے، بچوں سے — دیکھ لینا،
مجھے بخوبی بجان و دل اس پہ آگہی ہے۔
ضرور، وہ دن ضرور آئے گا جب مقدس نگرالی یون کا حوالے
کریں گے تلوار آگ کے — یہ تباہ ہوگا،
تباہ پریام بھی — بڑا نیزہ باز ماہر — تمام لوگوں سمیت ہوگا۔
کہ نیلگوں سے — پسر کرونوس کا نشستہ —
زیوس، بسرام واں ہے جس کا، غضب میں، ان پر
شکستنِ عہد کے سبب، اپنے رعد کی ڈھال پھینک دے گا۔
مجھے یقیں ہے، ضرور ایسا وقوع ہوگا۔
منی لیاس، آہ ہے یہ میرے لئے جگر پاش، بھر گیا ہے
حیات فانی کا ساتگیں — ہائے تیری تقدیر اجل بنی ہے۔
مراجعت خشک زار ارگوس کو کروں گا
خجل، خجالت کے آب میں غرق تر بتر ہیں۔

اخائیوں کا تو باغ باڑی میں ہی جی لگے گا،
خیال بٹ جائے گا —— مگر میں!
یہیں پہ ارگوس کی وہ خاتون چھوڑ جائیں
نشان شان و شکوہ پریام کی جو ہیلین بنے ہمیشہ!!
پھریں تری ہڈیاں ٹرائے کے مزرعہ میں
پڑی رہیں یا اسی جگہ پہ گلیں سڑیں وہ،
ہوا ہے ناکام تیرا مقصود —— تیرا مقصد،
یہ چشم تخیل سے نظر صاف آرہا ہے:
منی لیاس، اک ٹروجئ نابکار —— پاگل
تری سمادھی پھلانگ کر یہ کہے گا —— "بے شک
اگام امنان کا غضب تو فرو اسی طور چاہیئے تھا۔
کہ یاد کیجے کہ لشکرِ اخائی سپاہ لے کر
یہاں وہ جھک مارنے کو آیا تھا اور لوٹا
سمندروں پر، بڑے جہازوں میں خیر سے گھر کو گھر کا بدھو،
منی لیاس اپنے بھائی کو نامراد ہی چھوڑ چھاڑ پیچھے۔"
کوئی خرافات یوں بکے گا،
زمین اے کاش ساری وسعت کے ساتھ، اس دن
مرے لئے بے دریغ شق ہو، مجھے سمالے۔
منی لیاسِ عبیر موی نے مگر کہا یہ:
"جمیع خاطر، بحال ہمت —— سپاہیوں کو نہ کر ہراساں،"

کوئی اہم عضو نوکِ ناوک سے ایسا گھائل نہیں ہوا ہے

انی جہاں جسم پر پڑی ہے،

اسے پرت دار پٹکہ اور میان کس نے برون روکا،

میان کس چھپیت کر لہاروں نے سخت پتروں سے جڑ دیا تھا۔"

اگام امنان تب جوابا: " ترا کہا کاش ٹھیک نکلے،

منی لیاس اندمال گھاؤ کا لازمی ہے۔

بلاؤں جرّاح، دھوئے، مرہم لگائے پٹی کرے کہ ہو درد میں افاقہ۔"

مڑا، دیا حکم تلتی بس کو ہوا کی مانندِ تیز جا کر

یہاں بلا لا حکیم حاذق مکھون ابن سکالپس کو،

منی لیاس ابتلا میں ہے، دیکھ جائے آکر،

لگائی تھا یا کوئی ٹروجی

کسی بڑے تیر زن کے ہاتھوں ہوا ہے گھائل،

عدو کا حربہ، ہمیں یہ تکلیف کا سبب ہے،

ہمیں یہ تشویش کا سبب ہے۔"

برائے تعمیل حکم، دستوں کے بیچ میں سے

گزر کے تب تلتی بس نے ڈھونڈھا

مکھون کو سارے اسلحہ پوش اخائیوں میں

اسے ملا وہ گھرا ہوا مستعد، ستادہ

سپاہیوں کی صفوں میں ڈھالوں کی چھولداری تلے — یہ دستے

یہاں پہ آئے تھے مرغزاروں کے دیس ترکی سے ساتھ اس کے۔

رکابدار اس کے پاس آ کر ہوا یہ گویا:

" سکا لیس کے پسر کیا ہے اگامامنان نے طلب واں،

منی لیس اس کے ہم عنانی کو دیکھ چل کر،

لکائی تھا یا کوئی ٹروجی

کسی بڑے تیر زن کے ہاتھوں ہوا ہے گھائل،

عدو کا حربہ ___ ہمیں یہ تکلیف کا سبب ہے،

ہمیں یہ تشویش کا سبب ہے، ! "

وہ یہ خبر سن کے چونک اٹھا، لپک لئے تیز تیز دونوں،

گذر کے دستوں کے بیچ سے اس جگہ پہ آئے

عبیر موی میر خیل گھائل جہاں ہوا تھا ___ ہدف بنا تھا۔

اخائی سردار گرد نرغہ کئے کھڑے تھے۔

مکھون ان میں سے ہو کر اپنی جگہ پہ بیٹھا،

الگ کیا یکسوے سے پیکان پر تلے کو ذرا ہٹا کر،

انی نکالی، تو آنکڑے ٹوٹ کر جھڑے سب

اتار ڈالا صفائی سے پر تلہ پرت دار کھول کر پھر۔

کیا پرے تب میان کس کو

جسے لہاروں نے چھیت کر سخت سخت پتروں سے جڑ دیا تھا۔

دیا دکھائی لگا ہوا زخم تیر کا، تو لہو کو پونچھا

پھر اس پہ بلسام کا کیا لیپ ___ مرہم کار گر ___ کہ اس کے

پدر کو خیرون نے دیا تھا۔

منی لیاس نبردنعرہ کے جب وہ تیمار داریوں تھے،
ٹروجیوں نے صفوں کی ترتیب ٹھیک ڈھالوں کے آڑ باندھی،
سلاح بندی اخائیوں نے بھی خوب کرلی،
لڑائی کو جانبین تیار ہو رہے تھے۔
تمام محتاط ہو رہے تھے — تمام ہشیار ہو رہے تھے۔
اگامامنان میں تساہل کا شائبہ تک نہ تھا نمایاں،
نہ اس میں دیکھی کسی نے بھی فرض ناشناسی،
لڑائی کے ولولہ سے سرشار ہو رہا تھا،
اسی سے عزت، اسی سے اعزاز آدمی کو۔
کمیت جوڑی علیحدہ کی، وہ نور افروز جست کی رتھ بھی ایک جانب،
پھر اپنے رتھ بان الیورمیدان ابنِ پیروس بطلموسی کو دی ہدایت
وہ تند پھنکارتے ہوئے توسنوں کی تھامے لگام، یدھ رتھ
چلا کے لے آئے اوپر، اسکی تھکن سے جب دیں جواب ٹانگیں۔
پیادہ افواجِ قاہرہ کے معائنہ کو
وہ نائیکوں پائیکوں کی صف بندیوں سے گزرا۔
لڑائی کے واسطے تھے رتھ بان مستعد — یوں انہیں مخاطب:
"بلند ارگوسیو تمہارے حوصلہ، کہ ہرگز نہیں کرے گا
زیوس جھوٹوں کی استعانت — حلف شکن جو بنے ہیں پہلے
اڑائیں گی گوشت ان کا چیلیں، بھلی ضیافت
رہے سو اہل وعیال ان کے

غلام لونڈی انہیں بنائیں گے، شہر تسخیرِ جب کریں گے۔"
اسے اگر کوئی کاہلی کا شکار ملتا
نہ چاق و چوبند تھا، لڑائی جسے تھی یہ ناگوار لگتی،
اسے غضبناک ہو کے یوں سرزنش: "مرد، شرم سے مروتم!
تمہیں تو ارگوسیوں میں خرگوش دل پکاروں،
حواس کھوئے، کھڑے ہو افسوس اس چکارے سے، جس کا پیچھا
کیا گیا ہو تمام دن، جو سکت سے عاری،
ٹھٹک کے بیچارہ رہ گیا ہو ـــــ شکستہ دل اور باختہ دم۔
ہراس ہے، وہ ہوائی چہرے پہ چھوٹتی ہے،
امنگ لڑنے کی مر چکی اور نبض ہمت کی چھوٹتی ہے۔
رہو گے بے حس اسی طرح کیا
نہ جب تلک یہ شتر قطاری جہاز ساحل پہ جو لگے ہیں
ٹرائے والے تباہ کر دیں ـــــ کریں یہ ثابت
ہمارے سر پر زیوس کا ہاتھ ہی نہیں ہے۔"
معائنہ اس طرح تھا جاری، سپاہ سالارِ فوج تھا وہ،
ہجوم سے اہلِ رزم کی یوں گزر رہا تھا۔
کریٹیوں کے قریب آیا، کھڑے تھے ہتھیار بند سارے
ادومنی اس، امیر، وحشت فزا بنیلہ
کھڑا ہراول میں، اپنے دستوں کے ساتھ محوِ مشاورت تھا۔
مرائنس بھی اسی کی مانند نزد ساقہ ڈٹا ہوا تھا۔

عساکر ارباب اگام امنان ہو گیا خوش،
ادومنی اس سے گرمجوشی کے ساتھ وہ ہمکلام ایسے:
" ادومنی اس، تمہیں وہ اک شخص ہو، جسے میں
تمام شبدیز بادپا کے قراولوں میں عظیم ہر آن مانتا ہوں،
مہم ہو دشوار، معرکہ یا کوئی ضیافت
ہمارے اعیان جب پیالے ملا جلا کر
شراب سے پُر کریں ___ عمائد کا طرۂ امتیاز جو ہے ___
اخائی گیسو دراز اشراف اپنے حصہ کی مے انڈھیلیں
رہے تمہارا پیالہ لبریز، اور میری طرح دوبارہ
(سہ بارہ) لبریز ہو کہ ہم بعد میں بھی پیتے رہیں مزے سے!
مگر ضیافت کا نام اب جنگ ہو گیا ہے،
سدا رہا جو، وہی قرینہ رہے تمہارا۔"
ادومنی اس، کریٹیوں کا امیر بولا:
" کھڑا رہوں گا ہمیشہ شانہ بشانہ شہزادۂ اطریس!
حلف اٹھایا ہے جینے مرنے کا ساتھ ___ سو ساتھ میں رہوں گا۔
اخائیوں کو جھنجھوڑنے کی ہے کچھ ضرورت ___ جھنجھوڑ ان کو،
ہمیں ضرورت ہے جنگ ہم بے درنگ چھیڑیں،
ٹروجیوں نے کیا ہے منسوخ عہد خود امن عارضی کا،
ٹروجیوں کے لئے اجل ہے ___ انہیں برا وقت آ لگا ہے۔
وہ جن نے کی ہم سے پیش دستی،

معاہدہ کر دیا پس پشت اور اقرار توڑ ڈالا۔"

ہوا خوش ابنِ اطریس اس تند خوئی پہ مطمئن بڑھا وہ

شترِ قطاری صفوں میں آگے۔

ایاس نامی — طویل کوتاہ — دو سلحشور مستعد واں کھڑے ہوئے تھے،

پیادہ دستے حصار میں گرد جاق و چوبند ایستادہ،

اگامِ امنان ان کے نزدیک آن پہنچا —

کھڑا پہاڑی پہ اک گڈریا سیاہ بادل سا دیکھتا ہے،

کوئی اندھیرا، کوئی اندھیری — رواں سمندر سے سوئے ساحل

دباؤ سے پچھمی ہوا کے، — نگاہ سے دور فاصلہ پہ

دکھائی دے جو اندھیر گھپ سے بھی گھور اندھیرا،

بعید اگرچہ ہے وہ سمندر سے، — باؤ گولہ کو برق آگے

دھکیلتی ہے

وہ اس نظارے سے کانپ اٹھتا ہے، اپنے ریوڑ کو ہانکتا ہے

قریب بھٹ میں پناہ لینے —

کچھ اس طرح کے مہیب جتھے، وہ بھیانک ایسے

سلاح بر تن قشون واں پہ گھنے، گھنیرے۔

اگامِ امنان، شاد منظر سے، ان امیروں سے ہم سخن یوں۔

"سلاح جستی میں لیس ایاس و ایاس — ارگوس کے وڈیرو

نہیں ضرورت کروں ہدایت کہ تم کو اکساؤں جنگ پہ میں،

مجھے نظر آ رہا ہے، اپنے سپاہیوں کو

کنن بدوش اور سر بکف کر دیا ہے تم نے۔
پدر زیوس، ایتھنہ، اپالو!
نصیب ان سا ہر ایک دل کو جو حوصلہ ہو،
تو شاہ پریام کے گڑھی گوٹھ ایک ملبہ کا ڈھیر پاؤ،
بس ایک ہی دن میں ختم ہو جائے کھیل سارا،
ہمارے ہاتھوں تباہ، برباد اور غارت!"
یہ بات کہہ کر چلا وہاں سے، ملا وہ اب دوسروں سے آگے،
قطار اندر قطار ہتھیار بند وہ بھی کھڑے ہوئے تھے۔
رئیس نسطور پیلی، آتش بیاں مقرر امیران کا
سپاہ کو جوش ناک تقریر کر رہا تھا۔
سپہگر آراستہ کئے گرد گرد، ان پہ الگ الگ پھر
لگائے جانباز امیر — آلی ستور، پیلگاں
خرومیس، پائمان، بی اس،
کمیت، رتھ بان، یدھ رتھوں میں رکھے تھے آگے،
پیادہ پیچھے کھڑے کئے — وہ مدے، وہیں مورچے سنبھالیں،
رکھا مین و یسار پر سورماؤں کے درمیان ایسے
ہر ملیے ڈرپوک جنگ کرنی پڑے جنہیں خوا مخواہ واں پہ۔
لڑائی کا ڈھنگ کو چبا توں کو یوں تبایا،
"شتر قطاری کمیت جو ڈمی درست رکھیں،
کہیں نہ گھمسان میں الٹ جائیں پھنس الجھ کر،

دکھائیں بے جا نہیں دلیری، نہ تیز گامی، نہ شہسواری،
نہ پیش قدمی ہی اِکّا دُکّا — بڑھے اکیلا، ہٹے اکیلا،
برائے ضربِ بدن و زدن آدمی زیادہ مفید ہوں گے،
رتھوں میں ایسی رسائی اُن کی رتھوں تلک ہو،
قطار میں رہ کے تو لئے تم نے سنا نہیں،
کہ ایسے حربہ سے ضربِ کاری لگا سکو گے۔
قدیم ایام میں مسخر کئے ہیں جب بھی فصیل، قریے
رکھا تھا اہلِ وغا نے ملحوظ زاویہ یہی،
اسی طریقہ سے عزم کے ساتھ وہ نبرد آزما ہوئے تھے"۔
"جچی تلی یوں ہدایتیں دے رہا تھا مردِ بزرگ ان کو
کہ مدت العمر، حرب بازی میں ایسے حربے
بڑی مہارت کی سان اس کو لگا چکے تھے۔
ہوئی تسلی اگام امناں کو دیکھ کر یہ
کہا اسے پھر "مری تمنا ہے کاش ہوتا
تمہاری ٹانگوں میں بھی وہی دم خم اس دل جنگ جو میں جو ہے
مری تمنا ہے عود کر آئے پھر وہ تاب و تواں تمہاری،
بنا گئے مضمحل عناصر کو سالہا سال جھرّیوں کے۔
بہادروں میں کوئی تمہاری یہ عمرِ دیرینہ سال لے لے،
بھلا ہو اہلِ شباب میں حسبِ سابق اب خلط ملط تم ہو"۔
جرینیہ کا رئیس رتھ بان سے جواباً:-

"اگامامناں مری بھی خواہش ہے کاش ہوں میں
وہی جو امر دیوتا، کیا زیر جس نے ایرو تلائیاں کو،
مگر امر دیوتاؤں نے وقت پہ کیا ہے
شباب انسان کو عطا، پھر رجولیت ہے،
بس اب مری عمر آ لگی ہے —— مگر نہیں کم
مقام میرا کچھ ایسا نیتاؤں نیتاؤں میں آج بھی ہے،
انہیں مہارت کے گر سکھاؤں، کمان میدان میں کروں میں،
بجا فرائض یہی بزرگوں کے واسطے ہیں۔
جواں سناں باز خوب ہیں، خوب تیر افگن جوان، جو بھی
ہوئے ہیں پیدا، پلے بڑھے بعد کے دنوں میں۔
بجا انہیں اپنے زور بازو پہ ہے بھروسہ۔"
ہوا بہت مطمئن، بڑھاواں سے شاد ابنِ اطریس آ گئے،
ہوئی ملاقات ابنِ پیطیس منس تھیس سے،
منس تھیس اس دھڑے میں کانٹے کا باگ دھریا،
وہ بے قراری سے منتظر کارزار کا تھا،
لئے جیالے اتھینیوں کو قطار آرا۔
اڈیسیس، جنگ باز ماہر، وہیں کفلنی سپاہیوں کے،
حصار میں ٹھیک اپنے ٹھیئے پہ ٹھاٹھ سے تھا،
یہ وہ سپاہی کسی سے کم زور میں نہیں تھے۔
اگرچہ ان کو نہ پرچہ پیکار کا لگا تھا،

مگر وہ چوکس، نظر میں ان کی تھی نقل و حرکت
ذرا ذرا سی اخائیوں اور ٹروجیوں کی۔
دکھائی دیتے تھے اپنے انداز سے کچھ ایسے،
کہ اُن کو حالات کی نہیں کوئی خاص پروا،
وہ سوچتے ہوں ٹروجیوں سے لڑے گی اک فوج اور کوئی۔
عساکر ارباب اگام امنان، ان لڑاکوں کے قورچی نے
یہ صورتِ حال بھانپ کر برہمی سے فہمائش اس طرح کی:
"تجھے تو پالا ہے دیوتاؤں نے ابنِ پطیس،
اڈیسیس معرکہ میں تو تو رہا دم و دام کا بہادر،
گریز کیوں، احتراز کیسا ہے اب کہ یوں راہ دیکھتے ہو،
لڑائی کرنے کے واسطے دوسرے سلحشور آئیں گے یاں،
اگرچہ دونوں کو زیب دیتی ہے بات یہ ہی،
پہل کر و اور رن کی بھٹی میں کود جاؤ۔
کہ مدعو ہو تمہیں ضیافت میں سب سے پہلے،
کہیں بھی ہو افسرانِ عملہ کے واسطے اہتمام کوئی۔
وہاں کی تابیں قبول کیسی، پسند کیسے تمہیں، پسند ہے
شراب کے جام شہد آگیں، کباب نمکیں
انہیں جو دیکھو تو بھوک کیسی کھلے تمہاری،
یہاں مگر جی کرے ہراول میں تم سے آگے قشون دس ہوں۔
لئے ہوئے کانسیاں برہنہ، کئے ہوئے عزم بے محابا"

اڈیسیس را جو نت گھاتی، بگڑ کے تیکھا جواب اس کو :۔

، مسلط ابن اطریس اب اس قدر سراسیمگی بھی کیوں ہو،

تمہیں ہوا وہم کیوں کہ پہلو تہی لڑائی سے ہم کریں گے،

ٹروجیوں کے خلاف پیکار کے لئے جب

اخائی ہم دانت اس قدر تیز کر چکے ہیں۔

لڑائی گر طے ہی کر چکے ہو، تو دیکھ لینا

تلی مخس کے پدر کو پاؤ گے پینترہ پینچ سے صفِ اولیں

میں تم دو بدو عدو کے،

علاوہ اس کے تمہارا سب واہمہ ہوائی ‟

اگام امنان کو اعتماد اس غصیلے انسان پر بہت تھا،

اسے دلایا تھا جان کر اشتعال ایسا،

ہنسی سے ناراضگی فرو کی، اسے کہا پھر :

” اے پرا چین دیوتاؤں کے لاڈلے، لارتس کے بی بے،

اڈیسیس جنگباز، مشاق پُرحراں، بدگمان ہو کر

تجھے کروں میں نصیحتیں، کیوں ہدائیتیں دوں،

مجھے یہ معلوم ہے بخوبی،

مری تدابیر پر سلیقہ سے تو ہمیشہ ہے کار فرما،

مجھی سا انداز فکر تیرا، مجھی سا طرز عمل رہا ہے۔

ازالہ بر وقت بات اگر گفتگو میں کچھ ناروا ہوئی ہو

خدیو بھیجے ہو اسمند لیے جو اسے ذہن سے اُڑا دے ‟۔

وہ چل پڑا اور دوسروں کے قریب پہنچا۔
ملا اسے ٹائیڈس کا فرزند شیرِ دلیو مدیس راناؔ،
کھڑے ہوئے گرد اس کے یدھ رتھ کمیت ساکت،
قریب ہی تھا کپاینس کا پسر ستھنلس،
نظر بھر ان کو اگام امناں نے دیکھ کر ترشروئی سے اس طرح للکارا:
"مجھے ہے فرزندِ ٹائیڈس یہ بہت اچنبھا
جو اس یوں ہوں تجھ ایسے چابک سوار کے گم
وقوعۂ جنگ پر سراسیمگی ہو ایسی!
ترا پدر اس طرح نہ پیچھے کبھی رہا تھا،
نہ احتیاط اس قدر نہ پروا ___ نہ یہ وطیرہ!
سپاہیوں کی صفوں سے آگے نکل کے تنہا
نڈر لڑائی میں کود جاتا تھا ___ بے دھڑک تھا۔
یہی روایات اس کے بارے میں جنگ کی ہیں،
یہی بتاتے ہیں لوگ دیکھا اسے جنہوں نے
لڑائیوں میں کبھی شجاعت کی داد دیتے۔
ملا نہیں میں اسے نہ اس کے کمال ہیں چشم دید میرے،
مگر ہے لوگوں کا عام کہنا یہی عدیم المثال تھا وہ
حلیفِ پولی نکس کا، آسان، بے لڑے ہی
متقینِ مزمن میں جا گھسا وہ عدو کا کرتا ہوا تعاقب،
محاصرے کو قدیم دیوارِ تھیبز کی جب یہ کوچ پر تھے۔

انہیں بڑے مستعد رضا کار چاہئیں تھے۔
ہوئے رضا مند آدمی تو کئی، انہیں بھیج بھی دیا تھا،
بدل دیئے ان کے ذہن لیکن زیوس نے بدشگون دکھا کر،
مگر یہ اس وقت تک بہت دور جا چکا تھا۔
یہ پہنچ گئی فوج کوچ کرتی ہوئی، ادھر گھاس طاس
گرداب خیز دریائے اسپس پر،
اسے ہدایت ملی تھی پیغام لے کے جائے۔
وہاں جو پہنچا تو اہتمام کثیر دیکھا،
بڑی حویلی میں اتقلس کی بڑی ضیافت لگی ہوئی تھی۔
بعید و نزدیک سے بکثرت شریک جس میں کدائمی تھے۔
نہیں تھا واں کوئی یار، یاور اسے تھا یار اگر اکیلا ہی جا گھسا وہ۔
دیا یہ چیلنج ہاتھ دو دو، کوئی اگر ہے دلیر، کر لے،
ہر دو یہ تھی ایتھنہ — وہ غالب ہر اک پر آیا۔
وہ خنگ منہ زور، تیر کہتے تھے چابکی سے،
نہ ماننے والے ہار تھے وہ کدائمی بربری و وحشی،
کمال میں وہ انتہائی چالاک اتا بکوں کی —
اتافنس بن پلی فناسی، میامن ابن بمائن، اک دیلو تا بظاہر —
پچاس خونخوار گھات خفیہ لگا کے بیٹھے
اتر کے اوگھٹ ڈھلان سے ٹائڈس نے سب کا
کیا صفایا — اتابکوں کا یہ حشر ان کے

صفا دھرا ایک بارھ پہ، دوسرے کو چھوڑا — کہ وہ میامن
وطن ہیں تبلائے فالِ بد دیوتاؤں نے کیا نمود کی تھی۔
اطلیئی ٹائڈس تھا صاحبِ کمال ایسا۔
پدر اسی شخص کا کہ بودا ہے رزم میں، شیر بزم کا ہے"۔
تھی جب یہ بوچھاڑ سب یہ دایومدیس بولا نہیں، رہا چپ
سنا اسے سخت سست سردار نے کہا جو،
کپانیس کا پسر ستھنلس مگر بپا سخ: " اطریسی، کیوں
حقیقت اس طرح مسخ کیجے، تجھے کہ توفیق ہے پرکھنے کی منصفانہ
ہمیں تو دعویٰ ہے اپنے اسلاف پہ ہمیں فوقیت بہت ہے،
انہوں نے کب، ہم نے ہفت الواب تقیبز کو سرنگوں کیا تھا،
جمعیتِ مختصر سے ہم ہی فصیلِ سنگیں پہ جا چڑھے تھے۔
تھے دھیان ہیں دیوتاؤں کے برملا شگول بھی،
زیوس کی بھی مدد ملی ہے اگر، ہمیں ہی،
ہمارے آبا کو ان کی بد احتیاطیوں نے تبہ کیا تھا،
شمار انہیں ہم سے کم برابر ہی جانیو تو!"
تنک طبیعت امیر دایومدیس تب جبین برجبیں، ٹوک کر اسے، یوں
" مِسن فریس دار، چپ، مری بات سن، سمجھ لے
نہیں ہے اربابِ اگام امنان کا بول یہ ناگوار مجھ کو۔
وہ اس طرح ہم اخائیوں کو محاربت پہ ابھارتا ہے۔
اسی کو زیبا، اسی کا ہونا ہے بول بالا،

ٹروجیوں کو گر اسکی فوجیں شکست دے دیں
بڑھیں، مسخر کران کا مضبوط شہر کرلیں،
اگر لڑائی میں کام آجائیں آدمی ___ تو
اسی کا دل آٹھ آٹھ آنسو لہو کے روئے۔
چلو تہیہ کریں ہمیں دو بہادری کا،
کفن بدوش اور سر بکف ہوں مصاف پیما۔
یہ کہہ کے، پہنے ہوئے جھلم جنگ رتھ سے کودا،
ٹکا زمیں پر تو جست چھاتی پہ جھنجھنایا،
کچھار میں شیر جاگ اٹھا، کارزار میں دیر آگیا تھا،
جری، قوی قلب جس سے پتہ ہر ایک پانی۔

'کف اونچے ساحل سمندر کے اپنے جس طرح ہوں
لطیف پچھوا سے اٹھتی موجیں عیاں ___ کہ جاکر
ملیں وہ پر شور جھاگ میں ریت پر ___ مسلسل
رہے دوش یہ خلیج میں گرداس کے موج موج جاری
کف ہیولی بنا بنا کر کنارے کے ساتھ ساتھ ___ ساری
صفیں مرتب دناں، حرکت میں آرہی تھیں
لڑائی کے واسطے اسی طور آگے پیچھے۔

ہر ایک نائیک، ہر ایک سرہنگ حکم دستوں کو دے رہا تھا۔
تمام تو مان چپ کھڑے تھے۔
نہ باور آئے کہ جند جرار ٹڈیوں کی طرح فراواں،

روانہ خاموش یوں دلوں میں دبائے آوازہ ہائے جنگی،
قرینہ وار اس طرح مرتب — مطیع ایسا اتابکوں کا۔
بدن بدن ویر سورمیروں پہ جگمگا جگمگا رہا تھا
زرہ منقش کمر کمر سینہ سینہ آراستہ و بستہ۔
ٹروجیوں میں مگر نہیں تھا سکوت ایسا،
وہاں تو ہڑبونگ کا سماں تھا،
کسی ملک چودھری کے باڑے میں ان ٹھسا ٹھس
بھرے ہوئے ریوڑوں کی صورت
سفید شفاف دودھ دوہیں جب ان سے دیکھیں ٹکر ٹکر، پھر
قریب لیلوں کی سن کے ممیاہٹیں وہ ممیائیں خود مسلسل۔
ٹروجیوں کے تمام تومان یوں لگاتار نعرے جنگی لگا رہے تھے۔
نہ ایک بولی، نہ زیر و بم ایک بول میں تھا،
ملے جلے خلط ملط لہجے نگر نگر کے نواسیوں کے،
ترائی، وادی، پہاڑ، میداں کے باسیوں کے۔
کٹیر جم غفیر لشکر کو مل رہی تھی اریس کی شہ،
بھبول انکھی ایتھنہ بھی ہتھیار بند ویسی،
ہراس، نفرت، ہزیمت، آدم تباہ رن دیو اریس کی مر بھکی بہن بھی،
سبک سبک پھر تنک تنک سر اٹھائے نازل،
ہوئی بتدریج آسماں سے زمیں کے اوپر،
ملی قیامت کی چال چلتی صفوں کے اندر،

ورندگی ان میں بیج دی، بوئی بربریت، شقاوتیں کاشت دل بہ دل کیں
پھر ان کا جوش و خروش، پیہم یکارسہ چند ہو گئی تھی۔

صفیں صفوں سے اُلجھ گئیں، گُتھ گئے پروں سے پرے جھپٹ کر،
بزور ٹکرائے باڑھ پانیتی، مبارزوں میں
ہوئی جو مٹھ بھیڑا دھوڑی ترسول چُرمرائے،
چٹاخ چٹخے سپر کے تسمے، تو جست کے بوجھ بار سے دھم
دھمائے پاکھر،

کمان، نیزے، تبر، فلاخن، حسام، پیکاں۔
لئے، اٹھائے، لگاتے، احدی، مراتبی، بیستی، ہزاری،
امیر، سردار، میر کی پیشوائیوں میں،
بڑھے وغا میں، غل اور غوغا، مچا غضب کا،
طرب تھا یا کرب ہائے مرنے والے اہلِ وغا کا برپا۔
زمیں لہو میں نہا گئی تھی۔

بہار میں برف آب سے آبریز لبریز ہو کے زیریں
بہے کمر ہائے کوہ سے، اور سیل اپنا ترانیوں سے
گرائے سنگم پہ، ہو کے بھرپور جب ملیں ندیاں معاون
یہ گڑگڑاہٹ سنے کہیں دور اک پہاڑی پہ اک گڈریا
ہوئی وہ افواج دوبدو جب تو شور یوں زوردار اُٹھا!
صفانِ اول کا پہلا کڑیل جوان انتی لخاس نکلا،
ٹروجیوں سے مقابل آیا اخی یلس تھال سائی آدس،

دیا جو اوٹہ پہ ہاتھ اس نے تو جا پڑا دور اُس کا طرہ''
گرڈی اگاڑی انی منڈ لے سے میں اور ماتھے کی استخواں میں
گھسی تو چھایا (پلس کی) آنکھوں تلے اندھیرا۔
اکھڑ کے وہ ایک برج سا گر گیا زمیں پر
فتادہ اس آدمی کو اتناس الفرخا لگو دوندس
نکال لایا کہ اس کے ہتھیار اُتار لے وہ۔
یہ کشمکش مختصر رہی پھر، ہوئی ذرا کھینچ تان، اس نے
شگافتہ زخم خوردہ پہلو پہ ڈھال کے کچھ قریب، جھک کر
لگائی سوفار تشام جستی، تو خاک پر ڈھیر ہو گیا وہ۔
مرا تو اس کے جسد کی خاطر
پڑا زبردست رن سناں باز اخائیوں اور ٹروجیوں میں
کہ خون آشام بھیڑیئے ہوں۔
اسی طرح آدمی پہ اب آدمی بہیمانہ، وحشیانہ
جھپٹ جھپٹ کر، لپک لپک کر، پلٹ پلٹ کر
تھے ہلّہ زن، بولتے تھے دھاوا
ہر اک طرف بہہ رہا تھا تازہ لہو کا لاوا
یہ گر رہے تھے وہ اُٹھ رہے تھے، یہ اڑ رہے تھے وہ ہٹ رہے تھے۔
یہ مارتے تھے وہ مر رہے تھے، وہ کاٹتے تھے یہ کٹ رہے تھے۔
ایاس تیلامناس نے کر دیا صفایا سموسیس ابن انتھمن کا،
بڑا بہادر جوانِ رعنا ــــــ

سموئیس کے کنارے ایدا کی ڈھال پر سے
اتر رہی تھی جب اسکی ماں یہ شکم میں ٹھہرا
وہ آیا کرتی تھی اپنے ماں باپ سنگ واں بکریاں چرانے
اسی سبب نام پڑ گیا یہ۔
ہوئے تھے ماں باپ واری صدقے، مگر یہ ممتا ہوئی اکارت
حیات اسکی قلیل کر کے لیے یہاں اب
ایاس کے رائے بانس نے ڈھیر کر دیا تھا۔
وہ جونہی نکلا صفوں سے آگے، عذارہ اترا
سناں کا، سینہ میں دائیں جانب، جہاں پہ بھٹنی کے پاس انی نے
فراخ شانہ کو چھید ڈالا — دھڑام سے وہ
زمیں پہ چکرا کے گر پڑا، اور جان دیدی۔
کسی بڑے مرغزار میں جب کوئی سفیدا
نمو نشیبی زمیں سے پائے غلاف دار اونچی ٹہنیوں تک،
تنا پھر اس کا حسین، شفاف اور چکنا
کٹے کسی یکہ ساز کے جگمگاتے اسپاتئے تبر سے،
وہ منتخب خاص چوب، جسکی دھروں میں پٹی جڑت لگے گی،
کنار دریا پڑی رہے ایک وقت تک اور موسمائے۔
ایاس پروردۂ خداوندگاں کا وہ منہزم، فتادہ

موسمائے : پختہ موسم کے اثر سے SEASONED

سمو سیس انتھمیدس اب اس طرح زمیں پر پڑا ہوا تھا
ایاکس کی بار آئی اس پر سنان لے کر
بڑھا دلیری کے ساتھ پریام کا پسر انتی خوس، جس کے
بدن پہ جنگ جھلم چڑھی تھی۔ بڑا اگر ہاتھ اس کا اوچھا،
خطا ہوا، جا لگا یہ چڈے میں لاؤکس کے،
رفیق یہ شخص اڈیسیس کا جھکا ہوا تھا
کہ لاش مقتول کی گھسیٹے۔
یہ ضرب پڑتے ہی۔ لاش چھوٹی اُلٹ کے وہ گر گیا خود اس پر
اڈیسیس اس رفیق کی موت پر غضبناک ہو گیا تھا،
ٹروجیوں کی صفوں میں وہ جا گھسا بڑھے خود جگمگاتا،
چلا چلاتا ہوا ٹکافی، ادھر کو دائیں، ادھر کو بائیں،
ہوئے ہزیمت اٹھا کے سب سامنے سے پسپا،
کوئی بھی داؤ نہ اس کا بیکار جا رہا تھا۔
کیا جو وار اک زمین پہ آ رہا دموکن —
یہ ابن پریام یاں پہ آیا تھا آبدس سے،
جہاں پہ اس نے رکھے ہوئے تھے اصیل تازی۔
غضب سے بھرپور اپنے مقتول ہمرہی پر،
اڈیسیس نے سنان پیوست کنپٹی میں کچھ اس طرح کی
انی ہوئی آر پار سر کے، اندھیرا آنکھوں میں گھور چھایا،
گرا زمیں پہ دھڑام وہ، چار آئینہ تن پہ جھنجھنایا۔

ہوئے ہزیمت کے ظاہر آثار، پراگلے ٹروجیوں کے لگے اکھڑنے۔
ہوا کنور ہیکٹر کا بھی پست حوصلہ اب،
فلک شگاف ایک نعرہ ارگوسیوں میں گونجا،
دباؤ کی راہ سے ہٹائے انہوں نے مقتول اب اٹھا کر،
چلے گئے مار دھاڑ کرتے وہ دور تک، تیز انکی یلغار تھی، لگاتار پیش قدمی۔
کھڑا ہوا پرگموس پر دیکھتا تھا نیچے
ٹروجیوں کا یہ حال اپالو، کہا یہ اس نے گرج کے ان سے:۔
" رکو، رکو اے ٹروجیو تم ٹھہر کے، پلٹو
بڑھو کہ جوشیلے اور چابک سوار تم سے
اٹھائیں ارگوسیوں سے زک — ضرب انہیں لگاؤ،
یہ آہن و سنگ سے تراشے ہوئے نہیں ہیں،
کہ ان سے ٹکرا کے جست بر آن لوٹ آئے۔
نظر جو دوڑاؤ گے تو یہ آشکار ہوگا
شریک اخیلس، وہ کودک طیطس ان کا پیکار میں نہیں ہے
کہ وہ جہازوں کے پاس لیٹا ہوا بچارا
زیادتی اور رنج کا زہر پی رہا ہے۔"
گرج کے بوالہول دیوتا نے کہا یہ گرگج پہ ایستادہ!
زیوس کی دختر شریقہ تریبت ثژینہ
بنی طرفدار اخائیوں کی، بڑھا رہی تھی
صفوں میں دل پست حوصلوں کا۔

اغائیوں سے دیوس امر ننگ کینند آگے نکل کر آیا
تو اسکی تقدیر نے دیا وادیٔ اجل میں دھکیل پیچھے ـــ
پروس امیر سدیس نے تاک کر لگایا جو ایک کھنگر
پڑا وہ ٹخنے پہ ٹانگ کے دائیں، عین جا کر،
تھریسی نائک، پروس امیر سدیس آیا تھا آئی نس سے،
اب سکے کھنگر نے ٹانگ کی نس کے ساتھ ہڈی کچل کے رکھدی،
دراز قد شخص لڑکھڑا کر گرا زمیں پر،
پسار کر ہاتھ ساتھیوں کی طرف ـــ سسک کر
حیات ہونے لگی وداع اٹھ کے وہ نگرواں سے بھاگ نکلا،
پروس نیزہ لئے تعاقب میں تھا، دیا اب جو ہاتھ اس نے
لہو کا فوارہ ناف میں سے اچھال ڈالا۔
نکل کے آنتیں بکھر گئیں، پڑ گیا نظر پہ غلاف کالا۔
اطلیئی تھیوس نے لگائی پروس کو ایک ضرب کاری،
پڑا تھا بھٹنی پہ تیز بھالا، ہوئی اتر کر
مہین سوفار جست پیوست پھیپھڑے میں۔
تھیوس نے پھر مروڑ کر دھات اس کے سینہ سے کھینچ ڈالی،
شکم میں تلوار گھونپ آخر اجل کی آغوش میں سلایا۔
بدن سے اس کے مگر نہ ہتھیار اتار پایا،
کہ آلیا اس کو دشمنوں نے ـــ
اٹھائے نیزے لپک کے مقتول کے حواری،

گھٹے ہوئے، جثہ ور تھر سیی،
چڑھ آئے ہر اک طرف سے، اس کو پرے دھکیلا،
وہ مردِ عالی نسب، تنومند و زور آور، دلیر ___ لیکن
رپٹ گیا، لڑکھڑا کر آیا زمیں پہ اوندھا۔
دراز پسرے پڑے تھے دونوں قریب اب ایک دوسرے کے
تھریسیوں کا لہو کفن ___ ایپیوں کا جستی سلاح برتن،
قریب ہی دوسرے کئی اور اجل کی یخ گود میں پڑے تھے ___
مگر وہاں پاس یا پرے لوگ جو کھڑے تھے
کسی کو بھی اس لڑائی سے اب مفر نہیں تھا ___ حذر نہیں تھا
نہیں کہ جاں کا خطر نہیں تھا، گریز ممکن مگر نہیں تھا۔
کوئی بھی پیکار آزمودہ وغا سے دامن کشاں نہ ہوگا،
نہ آنکھیں ڈالے اجل کی آنکھوں میں، کوئی پیر و جواں نہ ہوگا،
کوئی سلحشور، کوئی سالار جس کی اب جان پر بنے گی،
نہ ایتھنہ ہاتھ میں لئے اس کا ہاتھ، اسکی سپر بنے گی،
نہیں بچائے گی تیر اور پتھروں کی بوچھاڑ سے کسی کو۔
اجل دبوچے گی سامنے سے کسی کو اور آڑ سے کسی کو،
وہ ایک سنگین روز ہوگا،
خراب خونین روز ہوگا،
الگ ہیں اب پھر بگر ٹروجی اخائی باہم گرفتادہ،
سرزمیں ہوں گے پشتہ پشتہ یہاں، وہاں منتشر فتادہ۔

پانچویں کتاب

○

دلاورئ دایو مدیس

○

وہ ساعت آئی — دلیر دایو مدیس دکھلائے کارنامہ،
بیک کرشمہ کیا تھا اس کو بری سلحشور، ایتھنہ نے
تمام ارگوسیوں میں بڑھ کر، دلیر صف در!
وہ ساعت آئی تھی — گاڑ دے عظمتوں کے جھنڈے۔
عجیب شعلہ فروغ ڈھال اور خود اس کے بنادیئے تھے
کہ رفعت آسماں سے گرما میں آتشیں نجم، بحر میں غسل کر رہا ہو
سر اور شانوں کو جوش و مردانگی سے معمور کر دیا تھا،
تہوّر انگ انگ بھر دیا تھا — اسے دھکیلا تھا قلب میں پھر
جہاں پہ گھمسان کی لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔
ٹروجیوں میں رئیس تھا ایک شخص داریس — ہیفیسٹس، کا
بڑا فدائی —
تھے اس کے فرزند دو نبرد آزمودہ — فیگاس اور ادائس،
سوار رتھ میں بڑھے چلے آرہے تھے دونوں،

ہوا بہادر افائی سے سامنا، وہ ان کے مقابلے میں
اسی طرح، پیٹھ ٹھونک کر ڈٹ گیا پیادہ۔
قریب آیا تو باندھ کر شست اپنی لمبی سنان فیگاس نے چلائی،
نکل گئی بِن چھوئے انی تیز دھار، دایوبدیس صف در
کے دائیں کاندھے کے پاس اُچٹ کر،
کمال پھرتی سے اپنی باری پہ، تیز، دایوبدیس گھوما،
ہوا میں لہرائی شام جستی، سنان اس زور سے ٹکائی،
خطا نہ بالکل ہوئی، لگی درمیان میں چھاتیوں کے سیدھی،
عدو اچھل کر کمیت جوڑی سے ایک دم آ رہا زمیں پر،
چھلانگ اداس نے جنگجی رتھ سے ساتھ ہی بے دھڑک لگائی،
مگر قدم جم کے رہ گئے، بھائی تک نہ پہنچا،
نہ ٹال سکتا تھا اسکی آئی ہوئی اجل کو۔
وہ موت کے منہ میں آپ بھی آ گیا تھا، بروقت ہیفیتس کا
نہ کام دیتا اگر وسیلہ — چھپالیا تیرگی میں اس نے!
بس ایسے اس کا پدر مکمل عذابِ ماتم سے بچ گیا تھا،
اگر چلا جاتا جاں سے یہ بھی!!
لگام گھوڑوں کی کھینچ، دے ایڑ بچھیتوں میں
سپرد، دایوبدیس نے رتھ کے ساتھ کر دی کمیت جوڑی
سپاہیوں کو کہ ہانک لے جائیں کشتیوں پر۔
ہوا تھا وارِیس کے جو اِن دو جوان بیٹوں کا حشر، دیکھا

ٹروجیوں نے ـــ بچا تھا کہ دوسرا پڑا تھا
قریب بگھّی کے جان دادہ ـــ مسوس کر رہ گئے کلیجے،
ہر ایک کا دل بُری طرح وسوسوں سے لبریز ہو گیا تھا۔
تو بلگی آنکھ ایتھنہ، تند طبع رن دیو ایریس کا ہاتھ تھام کر، یوں :
" ایریس نوعِ بشر کی آفت!
لہو کے تہ دار، پختہ سنگیں دیار دیوار ڈھانے والے،
بھلا نہ کیوں ان کے حال پر چھوڑ دیں یہاں اب
اخائیوں اور ٹروجیوں کو ـــ بھلا نہ کیوں چھوڑ دیں انہیں یوں،
زیوس کر دے عطا ظفر مند کو بڑائی،
کرے اسے سربلند خود وہ۔
الگ تھلگ اس جدال سے ہم رہیں تو بہتر،
زیوس کے بھی غضب سے محفوظ یوں رہیں گے۔"
اسی طرح بات چیت کرتے لڑائی سے لے چلی اسے وہ،
پھر ایک گوشہ میں اسکمندر پہ جا بٹھایا۔
ادھر دناں اب ٹروجیوں کی صفوں کو پیچھے دھکیلتے تھے،
ہر ایک سالار نے کمیدان کو مقابل کے مار ڈالا،
عساکر ارباب اگام امناں نے رتھ سے پہلے
دراز قامت شجاع، سردار ہالی زوناں
اڈائی کو قتل کر دیا ـــ وہ
پلٹ کے دینے لگا تھا پسپائی کا اشارا،

اگا مِمنان کی انی جب عقب سے کاندھوں کے بیچ اتری،
نکل گئی سینہ توڑ کر ——— وہ گرا زمیں پہ،
کچھ اس طرح جھنجھنا اٹھیں گونجتی تھیں قامت پہ اسلحہ کی۔
ادومنی اس نے گردن ابن بروس، فسطاس کی اتاری
یہ شخص زرخیز کھیتیوں کی زمین ——— ترنی سے آنے والا،
نہ اٹھنے پایا تھا اپنی رتھ سے کہ دائیں شانے پہ ضرب دے کر
ادومنی اس نے خاکِ جنگاہ پہ اُچھالا،
کفن کھٹھرتے ہوئے اندھیرے کا اس پہ ڈالا۔
کریٹیوں نے لپک کر اس کا یراق، ساز، اسلحہ بٹورا۔
ستارخس کا پسر شکاری کماندرس بھی
شکار اسی دم منی لیاس اطرسی کے نیزہ کا بن چکا تھا۔
کماندرس کو بڑی مہارت شکار میں تھی،
اسے ارطمس نے طاق اس فن میں خود کیا تھا،
نشانہ کیسے بنائے ہر نوع کے وحوش وطیور کا وہ،
تھے مسکن و آشیاں لمیری پہاڑ کی گھاٹیوں میں جن کے۔
مگر جو دیوی ہوا کو تیروں سے پاٹتی ہے،
مدد کو اس وقت واں نہ پہنچی ——— نہ کام آئی نشانہ بازی!
نہیں نہیں بلکہ بھاگ نکلا وہ جب اخائی سناں سے، تو
منی لیاس اس کے سر پہ مانندِ برق دھمکا،
بزن ——— تو کاندھوں کی ہڈیوں سے دھنسی سناں پسلیوں کے اندر،

زمین پہ وہ دھڑام آیا ـــ سر اس کا پہلے
سلاح کی جھنجھناہٹوں میں۔
اسی سمے، میری نس نے ہرمونکس کے بیٹے
پری کلس کو کیا ہلاک آدمی بڑا وہ
فنِ عمارت گری کا ماہر، بہت ہنرمند صنعتوں میں،
کہ چڑھ گیا تھا نظر میں پلاسؔ ایتھنہ کی۔
سکندرس کے لئے بھی وہ سب جہاز اسی شخص نے بنائے،
ـــ بجا ہے بیڑا بدی کا کہئے
ٹروجیوں کے لئے جو اتنی ہلاکتوں کا سبب بنے تھے،
خود آج وہ اس کے واسطے بھی۔
ہزار افسوس، وہ نہیں پڑھ سکا تھا گردون کا اشارا،
لپک کے پیچھے سے میری نس نے ٹکائی دہنے سرین پہ اسکو،
چھدا مثانہ، ذرا سا پیڑو سے ہاتھ رپٹا،
کراہ کے ساتھ، ہاتھ گھٹنوں کے بل گرا وہ،
اجل نے بڑھ کر وہیں کفن میں اسے لپیٹا۔
گلس کپوت انتر ملک کا،
پڈیس کے ہاتھ سے رہا کھیت ـــ اسے لیا تھا
پسر کی مانند گود خاتم تھیانیہ نے
کہ اس طرح شوہر اس سے خوشنود ہو زیادہ
مگس فلئیداس، اس پہ استاد نیزہ زن نے

قریب گُدّی پہ وہ دیا ہاتھ، جڑے اسکی
زبان کو چیر کر انی کٹکٹائی دانتوں میں —— سرد کانسی!
وہ لچکچاتا زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا۔
ایو ریپلیس ایومنی وس نے ہاتیسی نر کو مار ڈالا —
مہا تما ڈلپیئن کا بیٹا —— کہ عہد رفتہ میں اسکمنڈر کا تھا پروہت ــ
معزز اس طرح اہل وہ میں کہ دیوتا ہو،
یہ شخص جو ہی نکل کے بھاگا، ایو ریپلیس
لئے اپنی تیغ دوڑا پیچھے —— دواں، دویدہ
رسید شانہ پہ زور سے کی تو فربہ بازو اڑا دیا اک،
چکیدہ خوں جب گرا وہ بازو، امنڈ کر آنکھوں میں موت چھائی۔
زبون انجام، واژگوں بازیٔ مقدّر!
اخائیوں نے کیا تھا بازار کشت و خوں گرم ہر طرف اب،
دلیر دایومدیس کو دیکھ کر نہیں کوئی کہہ سکے یہ
وہ آدمی ہے اخائیوں کا کہ کوئی ساتھی ٹروجیوں کا،
صفوں میں پھرتی جانبین کی اس طرح تمگ و تاز تیز اسکی ـ
کرو تصور کہ ماہِ اپریل کی ندی برف سیر، خیزاں
بصورت سیل کاٹ لے جائے یوں کنارے
نہ کوئی پشتہ نہ بند ٹھہرا سکے، نہ اڑ وار باڑ روکے
کیار پھلوار کو بچانے کے واسطے جو لگی ہوئی ہوں۔
اک ایسا سیلاب جس میں سیلاب آئے یکدم

زیوس چھاجوں فلک سے برسائے مینہ، چھما چھم
جھڑی لگا دے، وہ ایسی برسات بار اتوار کی کہ بیچارے ہاریوں کی
سنہرے خوشوں کی کھیتیوں کو تباہ کر دے۔
اگرچہ تعداد میں فزوں تھے ٹروجیوں کے ہجوم کرتے
پرے مگر وہ تھے اسی طرح منتشر، اسی طرح پارا پارا
وہ سارے دایومدیس کے سامنے، کوئی بھی
ٹکا نہ آگے، اور اس کا آگا نہ روک پایا۔
نگاہ اس پر پڑی پنڈورس کی، کس طرح وہ
ہوا چلا جا رہا تھا جنگاہ پر مسلّط۔
جھکائی دایومدیس کی سمت سینگ کی پینگ، شست باندھی،
وہ کرنے دھاوا بڑھا جو آگے، خدنگ چھوڑا
کہ دائیں کاندھے کے جوڑ پر ٹھیک جلکے بیٹھا۔
ہوا جو پیوست پرفشاں تیر، تن پہ کانسی
لہو میں یکسر لتھڑ گئی تھی۔
کیا پنڈورس نے تیز نعرہ بلند —— "آؤ
جیو بھاگ کر قریب آؤ، آؤ نیتاؤ سنیتاؤ
ہے زخمی، شدید زخمی ہوا ہے —— دیکھو
—— اسے لگا یا ہے زخم کاری
—— بلا کا ناوک فگن ہوں میں تو،
داعئ اجل کو۔

بتاؤں جب لیکیہ سے عزم سفر کیا تھا،
مجھے اپالو نے آپ آشیرباد دی تھی۔
وہ فتحمندانہ نعرہ زن تھا۔
مگر اجل کا نہ ایلچی اُس کا تیر دائیومدیس کے واسطے بنا تھا،
کمیت جوڑی سے ہٹ کے وہ رتھ کی اوٹ میں آ کھڑا ہوا،
کپانیس کے پسر ستھنلس سے یہ کہا پھر:
"لپک ذرا میرے یارِ دیرینہ لے ستھنلس،
خدنگِ مجہول میرے کاندھے سے کھینچ باہر"،
جھٹ آیا نیچے ستھنلس اور زور دے کر اس نے
سبک مگر تیز تیر کا پھل صفائی سے زخم سے نکالا۔
اُچھل کے خوں صاف، باختہ پیرہن کو آغشتہ کر گیا تھا۔
پکار کر یہ دہائی دائیومدیس نے دی۔
"مری سن لے دخترِ زیوس — اس کا راج آسن ہے بادلوں پر۔
مرے پدر کے قریب، گھمسان رن میں تو نے
اگر کبھی کی ہے اسکی امداد، اسی طرح کر قریب مجھ کو،
مری مدد بھی اسی طرح کر:
عطا مجھے کر وہ استقامت لگاؤں اس شخص کو ٹھکانے،
لے مری زد میں گھیر لا، جس نے زک یہ بے آگہی میں دی ہے،
خوشی میں اِترا رہا ہے کیسا، یہ کھا کے سوگند بک رہا ہے،
کہ ہونے والا ہوں جلد سورج کی روشنی دیکھنے سے قاصر۔"

پکار کے اس طرح دہائی جو دی تو پلاس ایتھنہ کے
یہ کان میں جا پڑی ___ پھر اس نے،
مزید مضبوط کر دیئے ہاتھ پیر اس کے،
بدن میں طاقت بھری تو ٹانگوں میں اور پھرتی۔
کہا یہ نزدیک ہو کے اس کو: "لڑائی دائیومدیس کر تو،
ٹروجیوں سے تہورانہ نبٹ، بھڑ جا،
تجھے ضرورت ہے جرأت و عزم کی، بکثرت
کیا ہے لبریز دل ترا، تیرے باپ کے حوصلے سے، میں نے
پڑا ہے جو کم، نہ کم پڑے گا۔
پدر ترا نامی و گرامی، وہ ٹاہدٹس، کارگر سپر دار، باربیگی۔
پرے ہٹا دی ہے دھند بھی، جو
تری بصارت ابھی بہت کند کر گئی تھی۔
بہت پرے صاف دیکھ سکتا ہے سامنے تو،
کہ آدمی اور دیوتا میں تمیز پوری،
تری ہو منظور آزمائش اگر کسی دیوتا کو رن میں،
یہ جان لے آدمی کو زیبا نہیں جسارت
کہ ہو امر دیوتاؤں کا جنگ میں مقابل حریف بن کر۔
یہ قول ہر دیوتا یہ صادق ہے، افرادایت
مگر سمجھ لے یہ بات اس کے لئے نہیں ہے۔
کہیں ترے روبرو وہ پیکار میں اگر ہو

تجھے اجازت ہے، جست براں سے بے محابا گزند دینا۔"
اسے یہ کہہ سن کے ملتجی آنکھ ایتھنہ تو وہاں سے چل دی،
پلٹ کے دایومدیس نے رُخ کیا عدو کی صفوں کا فوراً،
ٹروجیوں سے لڑائی کا اضطراب اسے پیش ازیں اگر تھا
تو سہ گنا تند ہو گیا یہ ـــــ وہ خون آشام بن چکا تھا ـــ
یہ کیفیت ہو رہی تھی اسکی ـــ
خفیف سا شیر کو کرے گھائل اک گڈریا
جو اس کے باڑے میں آن کود اہو اور ریوں مشتعل اسے بے قیاس کر دے،
نہیں کسی بھی جتن سے اس کو وہ کر سکے پھر دھکیل باہر،
یہ بلکہ خود ہی ہراس میں چھوڑ کر ہراساں
بدکتے ریوڑ کو کونے کھدرے کی اوٹ ڈھونڈے،
وہ باڑ تا شیر چیرتا پھاڑتا لگا دے،
ادھر اُدھر ادھ چبائے ادھڑے دھڑوں کا چھٹا ـــ
درندہ، پہلے پھلانگنے سے بروں کٹہرے کی باڑ واپس ـــ
پڑا تھا کچھ لیو نہی ٹوٹ کر شیر کی طرح اب،
جھپٹ کے دایومدیس دشمن ٹروجیوں پر،
اجل رسیدہ اس نے کر دیئے است نومن اور اک پٹیل اپرن ـــ
اسے تو برچھی کا وار سینہ کے پار کر کے،
اسے لگا کر حسام کی ایک ضرب کاری،
ڈکائی ہنسلی پہ جوڑ کے پاس، تن سے شانہ اکھیڑ پھینکا۔

جب ان سے فارغ ہوا تو دیکھا اریدمس کے
پسر اِلس اور پلائیڈس سامنے کھڑے تھے۔
پدر زمانہ تناس تعبیر خوانِ رویائے صادقہ تھا،
مگر چلتے جب لڑائی پر یہ پسر، نہ معلوم کر سکا وہ
جو ان کی تقدیر میں لکھا تھا۔
ہلاک دایومدیس نے کر دیا انہیں، اسلحہ اتارا۔
تھن اور زنتھس کے پھر مقابل ہوا ــــ یہ دونوں
فناپس کے نورِ چشم ــــ اک آدمی بچارا
فلاکت و سالخوردگی کا غریب مارا،
وہ اپنے وارث مزید پیدا نہ کر سکا تھا۔
یہ دو یہاں زیر ہو کے مقتول ہو گئے ــــ واں
الم گزیدہ پدر بقیدِ حیات تھا بہر سینہ کوبی۔
لڑائی گر ختم ہو بھی جائے، یہ جیتے جی کہہ نہیں سکے گا
انہیں کبھی اپنے گھر میں خوش آمدید ــــ ان کا
تمام ورثہ لگے گا اب ہاتھ دوسروں کے۔
تب اپنے یدھ رتھ میں کر کے دایومدیس حملہ،
ہوا اکیمان اور خرومیس شاہزادوں سے جنگ پیما،
یہ دونوں فرزندِ شاہِ پریام دردنی کے،
اب اس کے دستِ قضا کی ضربت سے موت کی گہری نیند سوئے۔
نظارہ ایسا تھا، شیر جھاڑی میں پاس چرتے

کسی مویشی کی نرم گردن مروڑ ڈالے!
اُچھل کے، گاڑی سے ان کو دایومدیس نے، اینٹھتے نکلا،
پھر ان کے ہتھیار اُتار ڈالے، کمیت جوڑی عقب میں بھیجی۔

○

ٹروجیوں کی صفوں میں دیکھی بپا قیامت اینیس نے،
قیامت اس شخص نے جوان میں مچا رکھی تھی۔
بڑھا، جہاں ہو رہی تھی گھمسان کی لڑائی،
جہاں سنانیں الجھ رہی تھیں، جہاں کمانیں سلجھ رہی تھیں،
یہ تیر چلّے کڑک رہے تھے، وہ کھڑگ کھانڈے کھڑک رہے تھے۔
اسے پنڈورس کی جستجو تھی ــ
نظر وہ لیکوں شریف زادہ پڑا، تو روکا، کہا: "پنڈورس!
کہاں گئی وہ کمان تیری، وہ بان، پر تاب اور کھیرے
وہ شہرت و نام، کوئی ثانی ترا نہیں تھا
ٹرائے میں دور دور تک تیر افگنی میں،
نہ لیکیہ میں تھا کوئی للکار کر تجھے مات دینے والا"
زیوس کی سمت ہاتھ پھیلا، خدنگ اک پَر فشاں کرے،
وہ شخص جو بھی ہے زور آور ہے اس غضب کا
ٹروجیوں کو چھٹی کا دودھ آج یاد اس نے دلا دیا ہے،
ــ زک ایسی پہنچائی ہے کہ دل خون ہو رہا ہے،
ہمارے جی دار موت کی نیند ان گنت وہ سلا چکا ہے،

قلم سری، کوئی آنکڑے دار تیر، دل مرغ پر فشاں ہو،
اگر کوئی دیوتا نہیں وہ ۔
جسے کوئی خوامخواہ پرخاش ہو گئی ہو،
نیاز یا نذر پر وہ ہم سے خفا ہوا ہے،
کہ ہو اگر دیوتاؤں کو برہمی تو وہ برہمی غضب ہے!"
اسے وہ لیکوں شریف زادہ جواب میں یوں :
" اینیس تو سنبھال باگیں، کمیت جوڑی کو ہانک تو ہی،
درست پائیں گے راس رتھ بان کی، تو گھوڑے
سنبھل کر آسان، راست کھینچیں گے جنگ گاڑی ۔
نہیں ہے دایومدیس سے آج واقعی طور پر نبٹنا،
فلک نکردہ، بدک پڑیں وہ سنیں نہ ٹٹکار گر تری وہ،
لگام پہ کھنچ جائے عین اس وقت یا الف ہوں
کہ ہم پہ دایومدیس کا ہاتھ پڑ رہا ہو
فلک نکردہ، جھپٹ کے دونوں کو مار دے گا،
کمیت جوڑی کو وہ غنیمت میں جیت لے گا۔
نہیں نہیں رتھ سنبھال، اپنی کمیت جوڑی کو ہانک خود ہی،
کیا اگر اس نے ہم پہ دھاوا، اسے نمٹ لوں گا، فکر مت کر
کہ میں پرو لوں گا جسم بلّم میں اس عدو کا۔"
ہوئے وہ نقشین رتھ میں یوں متفق روانہ،
کیا تیس کے پسر ستھنلس نے آتے دیکھا

انہیں، پلٹ کر کہا یہ دایومدیس سے تب :

" مرے دلی دوست صاف میں دیکھتا ہوں سر پہ پہنچ گئے ہیں

دواں وہ دو نیزہ باز، تیرے لہو کے پیاسے،

دبنگ جوڑا، یہ تیور ان کے ہیں پل پڑیں بے دریغ تجھ پر،

یہ ان کی رفتار بس ابھی تجھ پہ پل پڑیں گے۔

ہے ایک ناوک فگن پنڈورس، شہیر لیکون باپ جس کا،

اَینیس نیزہ باز دیگر۔۔ یہ مدّعی جو

پدر ہے اس کا خسائس اور مادر افرادیت۔

تجھے بھی لازم ہے احتیاط، اپنی گاڑی پیچھے نکال لیں ہم،

یہ وقت دھاوے کے واسطے ٹھیک بھی نہیں ہے،

کہ احتمال اس میں یہ زیادہ ہے جان جائے۔"

تب اسے غرایا، گھور کر اسکی سمت، دایومدیس صف در :

" نہ اس طریقہ سے دُم دبا کر فرار کا یاں سے مشورہ دے،

بگھار مت بزدلی کا منطق، کھلی ہزیمت کی بات مت کر،

مجھے نہیں کر سکے گا خدشہ میں مبتلا ۔۔ جان کا ہ خطرے کے بول سے تو

مرے لئے آنی کانی جنگ و جدال کا ڈھنگ ڈھب نہیں ہے۔

فضول ہٹنا ہے، نہ ہٹنا بنائے کوئی،

یہ دیکھ میں تو سدا کی مانند تازہ دم ہوں،

یہ رتھ میں پسپائی تو منافی مری طبیعت کے سر بسر ہے،

نہیں نہیں پیٹھ ٹھونک کر ہی مقابل آؤں گا میں عدو کے،

نہ ہو، نہ ہونے دے ایتھنہ مجھ پہ بزدلی کا ہراس طاری،
نہیں وہی لوٹنے نہ پائیں، وہی نہ واپس عقب میں جائیں
پڑے وہ بھرپور ہاتھ، بچنے کی سعی میں زور سو لگائیں،
یہیں نظر لوٹتے تڑپتے زمیں پہ آئیں۔
نہ بھول یہ ایک بات اب میں تجھے بتاؤں
کمال پرکاری ہنر سے، مجھے مقدر کیا یہ اعزاز ایتھنہ نے
انہیں یہاں آج موت کے گھاٹ اتار دوں میں۔
لگام گھوڑوں کی کھینچیو ٹھیک اسی جگہ پر
سنوار کر لنگ، رتھ بر بیڑوں کے گرد پوری،
اینیس کی کمیت جوڑی پہ کود دیئو تو،
خیال سے، زد سے رہ کے باہر ٹروجیوں کی۔
اخائیوں میں پھر ان کے گھوڑوں کو ہانک لے جائیو — یہ گھوڑے
اصیل ہیں، یہ جہانِ پہنا کے ناظر کل
زئیوس نے اپنے مغبچہ زینی میدس کے واسطے، صلہ میں
طروس کو مرحمت کئے تھے۔ یہ نسل اعلیٰ
تمام دنیا میں ایسے شدیدیہ اور کب ہیں،
اُجلے میں دیو بھاسکر دیو تان اوشا کے بہتریں یہ
ہوا تھا اک لحظہ لا مدن تغافل اور ساری
یہ راس اڑا لایا انخیاسس، ٹرائے کا بے مثال قائد۔
بچھیریوں کو ملا کر ان سے ہوتی جو حاصل،

بچھیرے اس نسل کے حویلی میں نصف درجن
تیار، چاران مس الخسائس کے اصطبل میں رہے پلے واں۔
اینیس کو لڑائی کے واسطے مہیا کئے گئے وہ،
اصیل واعلیٰ یہ خنگ لے جائیں اب اگر ہم
پڑے گا شور اور دھوم اپنی بہت مچے گی۔
یہ گفتگو ہو رہی تھی دونوں میں، ہانکتے جب
کمیت، پویہ لڑاپنے رتھ میں دوسرے دو
یہ پہنچ گئے — اور آ گئے زد میں یہ، تو چیخا
پنڈورس: "اے ٹائڈس کے بیٹے، نڈر لڑاکے،
گیا نشانہ خطا، تجھے ختم کر سکا گر نہ تیر میرا،
تو لے یہ نیزہ کو آزماؤں، خدا جو چاہے تو ضرب مہلک پڑے
گی اب کے۔"
یہ کہہ کے تولا ہوا میں نیزہ دراز — پھینکا،
حریف نے لیکن اس کو اپنی سپر پہ روکا،
انی مُسی، گھس سکی نہ جوشن کے پار — لیکن
مغالطہ میں یہ بڑ پنڈورس نے ہانک ڈالی:
"حجابِ بیہ میں یہ ٹھیک بیٹھی ہے — دیر تک اب
مجھے یقیں ہے نہ پاؤں پر تو کھڑا رہے گا،
مرے مقدر میں سرفرازی لکھی گئی یوں!"
ہوا نہ دایومدیس حملہ کے داؤ سے بد حواس، بولا

"نہیں جو ویڈے ہوئے ہیں پٹ، دیکھ وار تیرا خط گیا ہے،
گھمنڈ یے کار ہے ترا، اِس قدر نہ اترا،
بنو بہت بھی، مگر یہاں سے پلٹ سکو تم،
سمجھ کہ دونوں کو مہلت اسکی مگر نہ دوں گا،
اریس، بنڈی میں پوستیں کی، لہو تمہارا ڈکوس لے گا۔"
پھر اس پہ ہتھیار کھینچ مارا ـــــ
جسے دیا ایتھنہ نے یوں سیدھ میں بڑھاوا،
نہ آنکھ کے پاس ہی پنڈورس کا ناک چھیدا،
کئی چمکدار دانت بھی ساتھ توڑ ڈالے۔
انی بھی کانسی کی اس قدر تیز اور بُرّاں
زبان تالو سے صاف بُھنگل تلک تراشی،
دھنسی جو نیچے کی سمت، ٹھوڑی کے پار نکلی۔
اُلٹ کے گاڑی سے گر پڑا وہ،
چمکتے ہتھیار جھنجھنائے، بھڑک کے شبدیز کپکپائے،
بدن سے جیون ٹپک رہا تھا، لبوں پہ تھا دم ـــــ سسک رہا تھا،
وداعِ جاں ہو رہی تھی دل سے ـــــ قویٰ و اعضا تھے مضمحل سب
سدا کو آرام کر رہے تھے ـــــ درونِ اندام مر رہے تھے۔
فرو ہوئی شمعِ زندگی ـــــ حیف اک فرو ماندہ فرد کیسا
فرو دخاموش اور ساکت پڑا ہوا تھا!
اخائی اس ماندہ آدمی کو گھسیٹ کر لے چلے وہاں سے۔

رفیق کی موت پہ وہ دہشت زدہ تھا، پھر بھی
اینیس ڈھال اور نیزہ لئے پیادہ، قریب پہنچا،
بپھر کے خونخوار باگھ جیسے جھپٹ پڑا ہو،
کئے تھا وہ گول ڈھال آگے، ہدف پہ تانے ہوئے سر وہی
جنوں کہ جو ایک سامنے ہو اسی کو ترشول میں پرو لے،
پکار، للکار، مار، جیکار ــــ غل برابر مچا رہا تھا۔
اٹھایا دالیو مدیس نے جھک کر ایک پتھر،
چٹان سے بھی زیادہ بھاری اکھاڑ تودہ،
ہلا سکیں جو نہ اب جوا نمرد دو توانا،
بڑی سہولت سے اس نے ہلکورا، اور لے کر
نشانہ دے مارا زور کے ساتھ اینیس پر۔
لگا وہ کولھے پہ، ہڈ کٹورے کے پاس سیدھا،
کچل دیا جوڑ اور پٹھے بھی ساتھ کے دو۔
ادھڑ گئی جلد کھردرے سنگ کی رگڑ سے،
ٹرائے کے بطل نے ٹکائے زمین پر بے بسی سے گھٹنے،
تمام بوجھ اب درشت و مضبوط ہاتھ پر ڈال کر سہارا لیا
ــــ اُٹھ کر
لگی سیہ رات چھانے آنکھوں پہ اوڑھنی سی۔
اینیس لقمۂ اجل صاف بن چکا تھا
اگر وہاں اسکی والدہ افرادیت اک دم

نہ آدھمکتی — کہ اس نے دورانِ گلّہ بانی
ملاپ سے شاد انخسائس کے ہو کر اس کو جنم دیا تھا۔
اینیس کو سفید بازوئے مرمریں پہ
بڑی ہی آہستگی سے اس نے دیا سہارا۔
کلابتوں پیرہن کے پلّو کی اوٹ میں کر لیا اسے پھر،
دنان ترسول کام اس کا تمام گھُپ کر کرے مبادا
عزیز بیٹے کو عرش کی سمت لے کے میداں سے اُڑ گئی تب :
کپانیس کے پسر ستھنلس کو یاد آئی
اسے ہدایت جو دی تھی دایومدیس نے — پس
جھٹ اس نے اپنے کمیت رو کے،
اڑس کر ڈی باگ کو بریڑوں میں، وہ پھلانگا
اینیس کی ایال لمبی کمیت جوڑی پر، اور اس کو
ٹروجیوں کی پہنچ سے باہر بھگا کے — اس نے
کیا حوالے دیوریس کے — رفیقِ حاضر دماغ بڑھ کر
عزیز سب ہمسروں میں جو تھا — انہیں وہ پہنچائے کشتیوں پہ۔
ٹھوکا دے جنجگی عناں کو، مڑا ستھنلس
سوار رخشِ ثبات پا پہ۔
چلا گیا ہانکتا وہ نقش قدم پہ دایومدیس کے، جو
ادھر بڑھا تھا خدیو کپری سے کر کے پیکار کا تہیہ —
اسے خبر تھی کہ وہ ہے کمزور اور نربل۔

نہیں ان آکاش دیویوں میں شریک تھی وہ
جنہیں تعلق بشر کے جنگ و جدال سے ہے۔
مثال میں، جیسی ایتھنہ ہے یا پھر انی یو
یہ جس کی ہٹہ زنی دیاروں پہ مستند ہے۔
خیال کر کے یہی وہ چڑھ دوڑا افرادایت پہ، اور آئی
وہ جونہی زد میں، اچھل کے دی تیز دھار برچھی۔
ہوا تھا مجروح ہاتھ اس کا کھلا ہوا ۔ تار تار ساری
ہوئی تھی جستی انی سے خفتانِ آسمانی،
کیا تھا نِتّے کا کام کرپائیوں نے جس پہ
چھلی ہتھیلی کی نرم کھال اور سوم امرت لگا ٹپکنے ۔
لہو ان ارباب سعد کا ۔۔ یہ غذا نہ کھائیں
پئیں نہ صہبائے ارغوانی ۔۔ لہٰذا موسوم بن لہو کے وہ
جاودانی!،
نکل گئی دیوی افرادیت کی چیخ سر لی،
چھٹا پسر اس کے ہاتھ سے، بازوؤں میں تھاما
خدیوا پالو نے جھٹ اسے، اور ساتھ لے کر
سیاہ بادل کی اوٹ، چلتا بنا وہاں سے،
دنان ترسول کام اس کا تمام گھپ کر کرے مبادا
لڑائی جیکار ہار دایومدیس اپنے بھرے بھرے پھیپھڑوں سے چیخا:

انی یو ENYO کرپائیاں GRACES سرلی، تیز جیکار ہار، نعرہ باز

"لڑائی کر بند، بند کر مار دھاڑ دیوی،
ترے لئے کیا نہیں ہے کافی یہ کٹنیا پہ
حظوظ نفسانیت سے بے بس کرے حیا دار عورتوں کو؛
اسی طرح دندنائے گی کار زار میں کیا ضروری تو،
مگر ترے ساتھ اب جو گزری ہے، میری دانست میں خدیوہ
لڑائی کے نام سے بھی آئندہ ہاتھ کانوں پہ تو دھرے گی۔"
بنی جو تکلیف کا ہدف یوں، نڈھال تکلیف سے گئی وہ
ملول جنگاہ سے سسکتی، وہاں سے اس کو
سہارا دے کر یرن جھلائی عریسہ نکلی۔
حسین جلد بدن پہ سارا سیاہ پوچا پھرا ہوا تھا۔
اریس کے پاس آئی وہ دور پار ستا رہا تھا بائیں
لئے ہوئے دھند کے ڈہاہا پر اپنے ترسول کا سہارا۔
وہیں پہ جنگی کمیت جوڑی بندھی ہوئی تھی،
وہ ایک گھٹنے کو ٹیک کر بھائی سے ہوئی ملتجی بہ منت،
اور اس سے زرین کنگنوں کے سمند مانگے ــــ،
"عزیز بھائی کرم نما ہو، ملے یہ تیری کمیت جوڑی،
مجھے پہنچنا ہے دیوتاؤں کے آشرم تک سر المپس،
گزند پہنچی ہے، وحشیانہ سنان ماری اک آدمی نے،

کٹنیا پہ : کنٹی پن   ڈہاہا : کنارا

یہ سر پھرا آدمی ہے دایومدیس بے شک وہ سر پھڑائے زیوس سے بھی۔
اریس نے دیدیئے وہ زرین کنگنوں کے سمنداس کو،
نڈھال دکھ سے اکاش بگھی میں گر گئی وہ
عنان لی ہاتھ میں عریسہ نے، زور کا جو دیا ٹہوکا
سمند سرپٹ ہوئے روانہ —— معاً پھر اترے
جہاں پہ بسرام سب امر دیوتاؤں کا ہے۔
پون جھلائی عریسہ ٹھہری وہیں الپیس کے ڈھانگ دھوئے
گیت جوڑی کا ساز کھولا، اکاش شفقت انہیں کھلائی،
گری ڈیانہ کی گود میں جاکر افرادایت۔
عزیز ماں اس پہ واری صدقہ ہوئی، یہ سرگوشیوں میں پوچھا
"کیا مری لاڈلی کا یہ حال کس موئے نے،
یہ خیرہ چشمی سرفلک بھی؟ —— یہ بربریت
کسے ہیاؤ کھلا ہے ایسا، جسے جسارت یہاں ہوئی یہ
کسی صریحی خطا کی یا تو ہی مرتکب ہو گئی تھی بتو؟"
وہ ہنستی آنکھوں پہ مٹنے والی، تب افرادایت اسے جواباً:
یہ مجھ پہ دایومدیس نے کی درازدستی، اسی نے مجروح یوں کیا ہے،
بتاؤں، البتہ سعی میں نے ضرور کی تھی
اینیس نور چشم کو میں ہلاکت جنگ سے بچاؤں،
نژاد آدم میں وہ مجھے اس قدر ہے پیارا، مرادلارا۔
کہو کہ اب کارزار خونیں

نہیں ہے محدود اخائیوں اور ٹروجیوں تک۔
سنو کہ اعلانِ جنگ ارگوسیوں نے اب تو
کیا امر دیوتاؤں کے بھی خلاف کھل کر!"
ڈیانہ، سب دیویوں میں سندر اسے جوابا:
"کہ اس مصیبت پہ صبر بھی، کئی المپس پہ ہیں فروکش
لگائی ہے زک جنہیں اسی طرح آدمی نے۔
یہ زک بہت ایک دوسرے کو بھی دے چکے ہیں۔
اریس بھی یہ بھگت چکا ہے — کہ پابجولاں اسے کیا تھا
الائی اس کے جسیم بیٹوں اتانئس و آکلائنتس نے۔
مقیّد مرتبانِ جستی رہا بچارا —
گذر گئے تیرہ چاند اس طرح، صاف آنے لگا نظریہ
کہ اس لڑائی کے مر بھکے کا معاملہ یوں تمام ہوگا۔
یہی تھا اغلب — نہ ان کی سوتیلی ماں عریبیس
اگر یہ سب ماجرا ہرامس کو جا بتاتی۔
اسی ہرامس نے طوق و زنجیر سے دلائی اسے رہائی،
مگر وہ زندہ مردوں سے بدتر — سلاسلِ آہنیں نے اُس کو
گھُلا دیا تھا۔

پڑی تھی ہیرا پہ جیسی بپتا، خیال کر تو،
جب اس کے دائیں طرف کا پستاں ہدف بنا کر
جسیم فرزندِ افتراں نے بٹھایا سہ شاخہ تیر ایسا

کہ اس پہ غلبہ ہوا تھا اک دردِ لا دوا کا۔
زیوس کے پھر اسی توانا پسر کے ہاتھوں
پلاس میں درمیانِ انبوہِ کشتگاں، اک
نشانہ، سلطان تیرہ دل، ایڈز کو لگا تھا۔
چھدا تھا وہ ایسا تیر سے، بلبلا اُٹھا تھا۔
بلند المپس پر ایڈز مضروب و دوختہ یوں نڈھال پہنچا
دَرْک۔ ہاتھا فراخ شانہ میں تیر تُکہ۔
علاج مرہم سے اس کا پائیون نے کیا تب
ہوا کہیں صحتیاب اس واسطے کہ اس کا وجود امر تھا۔
ہراقلس کا نڈرپن اس میں مشقتوں کا
سہی وہ ممتاز پھر بھی اسکی جسارت ان کارہائے ناپاک کے لئے یہ
کمان پہ بے دریغ چلّہ چڑھائے بڑھ کر
المپیوں کو شکست دینے کے زعم میں وہ — !
تجھے لگایا ہے زخم جس نے، ملی تھی شہ اس کو ایتھنہ سے،
مگر ہو تِق کو مطلق احساس تک نہیں ہو
خود اس کا جامِ حیات لبریز ہو چکا ہے،
دن اس کے پورے سمجھ جسے دیوتاؤں سے جنگجوئی سوجھی۔
نہ جنگ سے کی مراجعت، بیٹھ کر نہیں اس کے زانوؤں پہ
اب اس کے بچوں نے ابّوا بّو اسے پکارا۔
ملی ہے دایو مدیس کو مختصر یہ مہلت، مگر نہ بھولے

بہت نہ پھولے، اگرچہ جیوٹ سہی، کسی دن
مقابل اپنے سے رستم و تہمتن سے ہوگا۔
اٹھے گی بنت اجیلہ اور ییتس کسی شب
معاً پریشان، نیند سے ہڑبڑا کر، آنسو بہائے گی وہ،
کریگی دلدوز بَین، گھر کو جگائے گی وہ،
کہ اپنا سرتاج، اخائیوں کا نجیب دلیو مدیس آخر گنوائے گی وہ۔"

دیا ڈیانہ نے یوں دلاسا،
اٹھی، کیا صاف دونوں ہاتھوں سے خون الجوہر
اسی طرح سے جو افرادایت کی مرمریں کف سے رِس رہا تھا۔
کسک ہیں لیکن کمی ہوئی تھی،
کہ مندمل ہو رہا تھا وہ زخم خود بخود بھی۔
کیا جو ہیرا و ایتھنہ نے یہ ماجرا اس طرح تماشا،
چلیں رگائی بجھائی سے وہ زیوس کو بدگمان کرنے۔
دیوتتی نین ہنگی نے اسے کہا یوں:
مرے پدر، ابکیجیو نہ محسوس، ذکر گو ناگوار ہوگا،
وہ افرادایت مدام کٹنی سماں، زنان اخائیہ کو
یہ ورغلاتی ہے ساتھ روپوش ہوں جیالے ٹروجیوں کے،
کچھ اس طرح ان کے ساتھ وابستگی لیے ہے۔
وہ ایک دوشیزۂ اخائی کو شاید ایسے دُلارتی تھی
کہ گیسوؤں میں گندھی سنہری سنگھار پٹی سے ناگہانی

خراش سی پڑ گئی ہے اس کے گلاب سے دست مرمریں پر۔"
یہ بات سن کے ہنسا پدر جنّ دانس کا، پھر
کہا یہ سونے کے رنگ سی زرد افرادایت دیوتنی سے:
" یہ جنگ بازی و خونریزی، یہ روگ بس کا ترے نہیں ہے،
سہاگ سیجوں، ستارہ چہروں کی خواہشوں ہی سے کام رکھ تو،
لڑائی وصندا ہے ایتھنہ وا ریس کا، یہ انہی کو ساجے،
اڑائے توُ تانا تک اس پھٹے میں اگر تو ٹھینگا فضول باجے۔"
سر فلک یہ مکالمے ہو رہے تھے باہم،
ادھر، اسی وقت حملہ آور ائینیس پہ
لڑائی جیکار ہار دایو مدیس بڑھ کر سوا ، اسے گو
یہ علم تھا خوب وہ اپالو سے دیوتا کی امان میں ہے۔
مگر اسے جیسے اس مہا دیوتا سے کوئی حذر نہیں تھا،
اسے تو سودا یہی ہوا تھا ائینیس کو ہلاک کر دے،
اسے ہم آمیز خاک کر دے۔
سب اس کے ہتھیار آپ ہتھیائے، سرخرو ہو
فنا عدو ہو ___ پلٹ پلٹ کر، جھپٹ جھپٹ کر
وہ تین بار اس پہ آیا پل کر کہ موت کے گھاٹ اتار ڈالے
مگر اسے تینوں بار اپالو نے ڈھال پہ روک کر، دھکیلا،
اچھل کے وہ ہلّہ زن ہوا چوتھی بار اس پہ،
غضب میں بھنّا کے، تلملا کے ___

تب اس سے ناوک فگن اپالو گرج کے بولا،
دہاڑ ایسی لہو وریدوں میں منجمد ہو۔
" خیال کر، ہو چکی بہت، ہاتھ روک لے اب،
جنون ہے، دیوتاؤں سے زعم ہمسری کا،
کھلے گگن کی امر، ہماری نژادِ عرشی
مگر تمہاری طرح نہیں تم زمین کے لوگ باگ خاکی!"
دہل گیا طیش سے اپالو کے، دہشت ایسی ہوئی کہ یکدم
ہٹا وہ دو ایک گام پیچھے
اینیس کو سنبھال کر دیوتا نے میدان سے اٹھایا،
اڑا کے بالا ٹرائے کے پاس جا بٹھایا،
جہاں پر گمرِس میں زیارت کدہ ہے اس کا
وہاں مقدس اطاق میں ریطہ وارطمس
اس آدمی سے بصد مدارات پیش آئے۔
کمال حکمت سے پھر بنائی امر اپالو نے ہو بہو اک
اینیس کی شبیہہ، جس کو بجا ہے ہمزادِ عین کہیے۔
کیا مسلح اسے مسلح وہ جس طرح تھا۔
اب اس ہیولیٰ کے گرد بڑھ بڑھ کے کاٹتے تھے،
وہاں ٹروجی اخائی اک دوسرے کی سینہ پناہ ڈھالیں
کہ بدھیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔
امر اپالو نے یہ کہا جنگ دیوتا سے:

شرِ بشر، تربتر بخوں، اے فصیل کن تو
گھس اور اس آدمی کو باہر لڑائی سے کر
کرے نہ دالیومدیس صرفہ، بھڑائے کھانڈے زیوس سے بھی۔
اسی نے کپری کا مرے ہاتھ پہلے زخمی کیا ہے، اور اب
بلائے جاں بن کے میری چھاتی پہ آچڑھا ہے۔"
چلا گیا رفعتِ پرگموس پہ یہ کہہ کر
کہ استراحت کرے اپالو۔
اریس خونیں، ٹروجیوں کی صفوں میں اترا،
وہ ان میں روحِ دلاوری تاکہ پھونک ڈالے۔
بھرا صبا پا تھریسی دوڑاک امیرِ اکمس کا روپ اس نے،
سپوت پریام کے جھنجھوڑے:
"چھتر پتو، امیر زادو، نسل زیوس میں وارثانِ پریام، تا کجے یوں
اخائیوں کو ملے گی چھٹی — کہ شہر کے عین پھاٹکوں تک
تمہارے لوگوں کی گردنیں مارتے رہیں وہ
پڑا ہے واں ہم سے ایک غلطیدہ خاک وخوں میں،
نہ ہم نے کم ہیکٹر سے جس کی ستائشیں کیں۔
اینیس ابن انخائس امیر کو آؤ ہم بچائیں،
اسے بچا پائیں گے مگر مار دھاڑ کی ریل پیل میں ہم۔"
یہ کہہ کے گرما دیا لہوان کا، اور غرّا کے ہیکٹر سے
کہا سرپ دان نے — "تمہیں کیا ہوا ہے، اے ہیکٹر تمہاری

کہاں گئی جرات و عزیمت ۔۔ دفاع کیا شہر کا کرو گے
بغیر ہی اتحادیوں اور لشکروں کے تم اور تمہارے
قریب کے رشتہ دار ماں جائے بھائی یا نسبتی اعزّہ ؛
ملے نہ ان کی خبر، لڑائی میں وہ نظر ہی نہ آئیں مجھ کو،
ہوئے ہیں روپوش جس طرح گرد شیر کتّے نظر نہ آئیں ۔
ہمیں یہاں جنگ آزما ہیں، ہم اتحادی،
یہ جیسے میں ہوں، سفر کیا میں نے دور کاٹے،
نواحِ لیکی بعید گرداب خیز زنتھوس کے قریں سے،
وہاں پہ اپنی عزیز بیوی، عزیز بچّے،
وسیع جاگیر ۔۔ خواب اہلِ ضرورت آیا ہوں چھوڑ کر میں ۔
یہاں پہ موجود ہوں بہر حال اور اپنے
سپاہ گر لیکیوں کو آگے بڑھا رہا ہوں اُبھار کر اب ۔
چلا ہوں خود بھی نبرد پیمائی کے لیے، گو
مفاد میرا لڑائی میں کچھ نہیں ہے ذاتی ۔
متاع میری نہیں کہ لے جائیں گے اخائی ۔
کھڑے ہو اک بھیڑ کی طرح تم، نہ کر سکو یہ
اسی قدر دوسروں سے کہہ دو، یہ حکم دیدو،
کہ اپنی اپنی جگہ پہ ڈٹ کر کھڑے رہیں وہ،
کہ اپنے اہل و عیال ہی کے خیال سے ہوں مصاف پیما،
تم ایک صید زبوں کی مانند کیا اسیرِ قفس بنو گے،

عدو کی دعوت کا مائدہ اک ہے
تمہارا یہ شہر جلد تاراج وہ کریں گے،
کریں گے پامال — فرض تم کو پکارتا ہے،
بروں سے آتے اک ایک سالار و لشکری تو
تمہاری تاکید زور کی ہے جمے رہیں اپنے مورچے پر،
شکست کا اس طرح تم الزام اور اندوہ دور کر دو"
ہوئی یہ تنبیہہ تو لہو ہیکٹر کا غیرت سے کھول اٹھا۔
ہوا میں دو برچھیوں کو لہراتا، رتھ سے کودا،
گھسا یسار و یمین و قلب اپنے لشکروں میں،
لڑائی کے واسطے ہر اک کو پکارتا تھا،
وہ کود جائیں دوبارہ رن میں — ابھارتا تھا۔
ہوئے مرتب اخائیوں سے پرے ٹروجی،
ٹروجیوں کے مقابلے میں درست شیرازہ بند اخائی۔
ملاحظہ دیدۂ تصور سے چاہیئے اب —
ہوا اڑاتی ہے گاہنے کی پرانے تھڑے سے خس کو،
ملی دلی پُرلیاں جو ہاری اڑائیں سوپ اور پرتیوں سے،
دمیتر زرد مو کرے جھوک جھوک بھس اور دانہ دانہ الگ الگ، تو
سفید، توڑی کے ڈھیر دن بھر کے تپتے سورج میں پر کھرائیں، —
سفید یوں پڑ رہے تھے چہرے اخائیوں کے

سوپ پرتی - اناج چھاننے کے چھاج   پر کھرانا - سفید ہو جانا

اٹے ہوئے دھول بدلی میں، خنگ جس کو
سموں سے اوپر تپیدہ و تفتہ آسماں تک اُڑا رہے تھے،
رتھوں سے جب تیز تیز رتھ بان انہیں گھماتے تھے، موڑتے تھے،
وہ ہاتھ اپنے اُٹھا اُٹھا کر، تہور انہ بڑھا بڑھا کر،
تھکن سے گو چور، ولولہ تھا، عدو پہ جھپٹیں رتھیں چڑھا کر۔
اریس آیا ٹروجیوں کی کمک پہ — اس نے
طلائی شمشیر دار اپالو کے حسب ارشاد سحر کر کے
چھپا دیا ہر جگہ انہیں اوٹ میں دھندلکوں کی، اور ایسے
ٹروجیوں کی مقاومت استوار کر دی۔
یہ اس لئے، دوسری طرف اس دنان کی دوستدار پلّاس ایتھنہ کو
روانہ ہوتے نگاہ میں اس نے کر لیا تھا۔
خموش، درگلہ سے اپالو نے اب اتارا —
طلا سے آویختہ — ٹروجی سپاہ کے میر ائینیس کو،
بحال اسکی عزیمت و جنگجوئی کر کے۔
ملا وہ جب ساتھیوں کو، دی تقویت انہیں بھی،
سلیم سالم اسے جو دیکھا، خراش تک بھی نہ تھی بدن پر،
کسی کو مہلت نہ تھی پر اتنی کہ حال احوال پوچھ لیتے۔
نئی مصیبت گلے میں ان کے امر اپالو نے ڈال دی تھی —
شر بشر اک اریس، دیونہ دیدہ دیگر نزاع ان پر کئے مسلط۔
اخائیوں کی صفوں میں آگے — جری سپہگر ایاس دونوں

سجان دایومدیس، جسونت اڈیسیس سب شریک آئے ــــ بڑے جیالے
دنان کے یہ برجِ شلاق ــــ اٹل اٹالے
بجنگ ثابت قدم ٹروجی دباؤ دھاوے کے سامنے تھے،
گھٹائیں جیسے اڑی کھڑی ہوں،
ثبات جن کو زیوس اونچے پہاڑ پر دے،
بنائے جامد، رفیع گردوں کے پہلوئے پر سکوں میں دھر دے،
سموم و صرصر تھمی ہوں، بادِ شمال خوابیدہ ہوگئی ہو،
چلیں مگر جب تو سایہ افشاں گھٹاؤں کو تیز تند جھکڑ
دھکیل ڈالیں ــــ بکھیر ڈالیں!
ٹروجیوں کے مقابلے میں دنان ایسے ڈٹے ہوئے تھے۔
اگام امناں مخاطب اپنی صفوں سے، اُن کو ابھارتا ہے:
"عزیز ہمراہیو، جری ساتھیو، جوانمرد جنگ بازو،
بپا ہو ہنگامِ جنگ ہنگامۂ جدال و قتال، مل کر
مظاہرہ ہمت و حمیت کا بے بدل، لاجواب کرنا،
بچے زیادہ مرے ہیں کم جو نہیں لڑائی سے بھاگ نکلے،
جنہوں نے کی اختیار راہِ فرار جانو
بجائے انعام جاں کے لالے انہیں پڑے ہیں"۔
صفائی سے اس نے اپنے نیزہ کو تول کر، تان کر ٹکایا،
اینیس کے اینس ڈیکون اینِ برگاس نیزہ زن کو۔
ٹروجیوں کو وہ عین شہزادگان کی طرح محترم تھا،

کہ جانتے تھے لڑائی میں وہ بلا تردد شریک آیا،
پڑی بھی کاری اگام امناں کی ضرب، یہ ڈھال پر نہ ٹھہری،
انی پروئی گئی کمر بند میں، بدن میں اُتر گئی بھری۔
زمین پر ڈھیر ہو گیا، جھنجھنا اٹھوں میں سلاح کی وہ۔
دنان دو اس طرف ٹھکانے لگا دیئے تھے اینیس نے؛
دلیر اریلخس اور کریتھن — دیوکلس کے جوان بیٹے؛
تھی فیریہ میں زمین داری۔
اُتر کے اس آبجو سے جو دیس پیلیاں میں رواں دواں ہے —
الی فیاس — الی فیاس ارت لخس کا پدر بنا تھا۔
ہوا تھا جو باپ پھر بہادر دیوکلس کا،
ہوئے تولد توام پسر اس کے ہاں اریلخس اور کریتھن
بلا کے بانکے، مہارت تام انہیں امورِ نبرد میں تھی۔
جب ان کی اٹھتی جوانیاں تھیں، سیہ جہازوں پہ بار ہو کر
ہوئے تھے وہ عازم الی یون — وہیں منہ زور کوتلوں کا —
منی لیاس و اگام امنان ایطرائیدیوں کا یاں انتقام لینے،
اجل نے دونوں کو اوٹ میں کر دیا بالآخر!
کرو تصور کسی گھنیرے پہاڑ میں جھاڑیوں کے اوٹ میں
کہیں یہ ماں شیرنی نے دو شیر بچوں کو پالا،
توام — وہ دونوں کبھی تو گلوں پہ جا پڑیں، یا
کبھی وہ کھلیان کھیت روندیں — یہاں تلک ایک دن اڑا دیں

شکاریوں کے نکیلے نیزے خود اُن کے پُرزے
رہے تھے یوں کھیت اینیس کی سنان سے وہ بچارے دونوں،
گرے کلہاڑے سے جیسے اونچے کھڑے سفیدے۔
منی لیاس اس قدر ہوا دل گرفتہ مقتول ساتھیوں پر
وہ جنگجی جست میں بڑھا دندنا کر آ گے،
بھیانک انداز میں لئے راتے بانس جس سے ہراس آئے۔
اریس نے دی یہ شہ کہ ہو خوار اینیس یے ـــــ
ہوا تھا ہمراہ ساتھ نسطور کا پسر زیرک انتی لوخس،
اسے بھی سالار کے لئے فکر، کوئی ایسی گزند پہنچے،
معاملہ ہو خراب سارا ـــــ
کھڑے تھے شہزور اسلحہ تان کر مقابل وہاں پہ دونوں،
جب انتی لوخس بھی آن پہنچا۔
منی لیاس اور وہ کھڑے ہو گئے تھے شانہ بشانہ ڈٹ کر۔
اینیس گرچہ چُست و چالاک جنگجو تھا،
دلیر جوڑے کا تند انداز دیکھ کر خیریت منائی،
محاذ آرائی سے بدک کر ہٹا وہ اپنی سپہ میں پیچھے۔
انہوں نے ان بدنصیب مقتول اونلے جھونلے برادروں کو
اٹھا کے بھیجا عقب میں، دونوں محاذ پر لوٹ آئے خود بھی۔
کیا انہوں نے امیر پئلی گوان پیلی منس پہ حملہ

اونلے جھونلے : توام

اریس آسا جیسم بھالے کے ساتھ، اسکی
منی لیاس اطرسی نے ہنسلی کو چھید ڈالا۔
پھر انتی لوخس نے اس کے رتھ بان اطیمیس کے شریف بیٹے
مدون کو بھی ہو ٹنخ دیا زور سے زمیں پر۔
وہ شخص گھوڑا گھما رہا تھا کہ ایک کھنگر سے کہنی اسکی تیپیت ڈالی۔
اُجھ کے مٹی میں گر گئیں ہاتھ سے لگامیں —— وہ کیتھلی دانت
کی جڑ اوٴ

ہوا وہ دوہرا تو سونت کر تیغ انتی لوخس
پہنچ گیا سر پہ، کی رسید اور لہو تلّلی
نکالی ماتھے سے، ادھ موا گر گیا وہیں پر وہ ہپہپاتا۔
سرِاس کا نقشین رتھ سے پہلے —— یہی تھی تقدیر، ریت میں وہ
دھنسا تو اس کو اسی کے گھوڑوں نے روند ڈالا۔
گھسیٹتے لے گئے بڑی دور تک اسے وہ۔
پھر انتی لوخس نے ایک سانٹا لگا کے ہانکا انہیں عقب میں۔
نظر پڑی ہیکٹر کی اپنی صفوں میں جب ان اخائیوں کو
بڑھا وہ للکارتا ہوا، اور ساتھ اس کے ٹروجیوں نے
قطار اندر قطار کی تیز پیش قدمی۔
اریس ترغیب دے رہا تھا، اسی طرح سر دھرا اینو،
وہی مسلّط کریں لڑائی جو ظالمانہ قصابیت سے۔
لگا رکھا تھا اریس نے ہیکٹر کو آگے،

بلند کر کے طویل نیزہ کبھی اسے ڈے رہا تھا شہ وہ
کبھی وہ ڈے ڈے کے تھپکیاں کر رہا تھا آگے۔

یہ صورت حال دیکھ کر کیفیت تھی دایومدیس کی وہ
کہ دشت میں رُک کے رہ گیا ہو
عجیب بیچارگی کے عالم میں کوئی رہرو
اُتر سکے جب نہ پار ندی سے، تیز ندی
چڑھی ہوئی، تند کف اُڑاتی، چنگھاڑتی، شور غل مچاتی
بہی چلی جا رہی ہو ساگر کو — اور رہرو
ٹھٹک کے ہٹ جائے پیچھے جھٹ ایک مرتبہ تو۔
پلٹ کے دایومدیس بھی اپنے ساتھیوں سے ہوا مخاطب
مصاحبو، صاحبو ہمارا تو بس یہی ہے
کہ ہکٹر پہ کریں تحیّر، وہ زورآور سناں فگن ہے،
اسے دلاور، دلیر مانیں، کہ مدعی کوئی دیوتاؤں میں پشت پر ہے،
ہماری ہر ضرب اگرچہ کاری ہے، وار بھاری،
ضرور لیکن اسے کوئی ہر جگہ یہ محفوظ کر رہا ہے۔
اُرے اریس اس کے پاس بہروپ بھر کے دیکھو کھڑا ہوا ہے۔
ہمیں بتدریج یاں سے پسپائی چاہیئے، مصلحت یہی ہے
ہٹیں بتدریج، منہ مگر ہو ٹروجیوں کی طرف ہمارا،
مدافعانہ چلو پچھل پیر دھیرے دھیرے —
اگر اڑیں دیوتاؤں کے سامنے، کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

کہا یہ، مہلت نہ دی مگر اب ٹروجیوں نے
چھپا کہ شہزورِ ہیکٹر نے ہلاک دو آدمی کیے —— جو
لڑائی کو اب تلک فقط دل پسند تفریح جانتے تھے۔
یہ دونوں، مینیترِ تھیز و انخائی لس، نشستہ
تھے رتھ میں، جب یہ گرے اُلٹ کر،
ایاس تیلامناس کا خون ہو گیا دل۔
بلند لہرانا جنگی علم، انتقامی کیا جو حملہ
پرو لیا اس میں دھڑسلی گاس کے پسر کا،
یہ امفین پائی سا س کا ایک چودھری تھا،
اس آدمی کو یہاں پہ تقدیر لے کر آئی
کہ ساتھ پریام اور پریام کے سپوتوں کا جنگ میں دے۔
ایاس کی ضرب لگ کے پیٹی میں گھس گئی، اور چرچرا کر
انی سناں کی اٹک گئی نیچے پیٹ کے —— وہ
دھڑام سے گر پڑا زمیں پر۔
ایاس تیزی کے ساتھ آیا جب اس کے ہتھیار اتارنے کو
تو اس پہ چاروں طرف سے نیزے لئے ہوئے پل پڑے ٹروجی،
پلٹ کے تب اس شجاع نے ضرب ایک کے بعد ایک روکی،
وہ اپنی ایڑی اسی طرح لاش پر جمائے ہوئے کھڑا تھا،
انی تو اس نے نکال لی تھی مگر وہ نرغہ میں برچھیوں کے
اتار سکتا نہیں تھا مقتول کا سپر بند اور کاندھے سے ڈاب جھک کر،

ٹروجیوں کے دباؤ میں ملکہ جاں کے لالے پڑے اسے اب۔
یہ لوگ جی دار اور تعداد میں زیادہ، قلم سری، رائے بانس تانے
کئے چلے جا رہے تھے سختی سے تنگ گھیرا،
جری، جسیم اور جثہ ور تھا، مگر دھکیلا اسے انہوں نے
تو یہ سراسیمہ دور ہٹتا چلا گیا تھا ۔
یہ ترکتازی غرض یہاں اس محاذ پہ تھی ۔
قدیر تقدیر نے ادھر ایک مرحلہ پر
کیا یہ سامان ہرقلس کا عظیم بیٹا تلی پلاس
چلے سرپ دان کے مقابل ___ زیوس مجموع ابر کا ان میں ایک
فرزند، اک نبیرہ ___
جب آئے اک دوسرے کے نزدیک تو یہ بولا تلی پلاس تمسخرانہ :
" ارے سرپ دان، لیکیہ کے مشیر جنگی، لڑائی میں ہچکچاہٹ ایسی
اگرچہ تو مدعی کہ ہے کہنہ مشق، دیرینہ جنگ آور؟
تجھے نژاد زیوس سے آنکتے ہیں جو، مفتری بہت ہیں
کہ مردمانِ قدیم میں تھا زیوس جن کا پدر، ہے ان سے
کہیں فروتر،
ذرا مرے شیر دل پدر ہرقلس کی مردانگی کا عالم خیال میں لا،
لیاؤ میدان کے کمیتوں کے واسطے ایک بار اترا،
لئے ہوئے چھ جہاز بار آدمی سرِ ساحل ٹرائے،
قلیل تعداد یہ بہت ہی،"

مگر الی یون اس نے غارت کیا، اجاڑے تمام رستے۔
تمہاری ہمت ہے پست، دل اب تمہارے دستوں کا ڈوبتا ہے،
کسی میں باقی نہیں رہا حوصلہ ذرا بھی۔
یہاں پہ تم لیکیہ سے آئے ہو اور شہ زور آدمی ہو،
ٹروجیوں کو مگر کوئی فائدہ نہ ہو گا۔
پڑی مری ضرب جب، گرو گے تو ٹھیک جاؤ گے موت کے
پھاٹکوں کے اندر۔"

جواب میں یوں اسے سرپ دان: "یہ بجا ہے تلی پلامس
ضرور الی یون اس نے تاراج کر دیا تھا،
لیاؤ میداں حریص احمق — مشقت اس سے تمام لے لی،
معاوضے سے مکر گیا، دیدیا ٹکا سا جواب اس کو۔
وصول کرنے بجا ہی آیا تھا ہرقلس پھر
کمیت جب طے معاملے میں ہوئے تھے پہلے۔
مگر ترے حق میں فیصلہ سخت بخت کا میرے ہاتھ سے ہے،
مرے گا جنگاہ میں لہو تھوکتا، تجھے جب
یہ تیغ کے رکھ دے گا میرا نیزہ،
مجھے تو اعزاز اور جانِ عزیز تو نذر ایڈز کو — جو
اندھیرے پاتال میں ترنگوں کو ہانکتا ہے۔"
تلی پلامس نے اپنی بھوری سنان تولی،
وہ ٹرھ کر اک دوسرے پہ اب وار کر رہے تھے،

طویل ترسول ایک ہی ساتھ چل رہے تھے،
لگا سرپےدان کا نشانہ عدو کی گردن پہ زور سے یوں
کہ تیز سوفار پار نکلی۔
تلی پلامس کی مچتی آنکھوں میں موت کی غیر مختتم شب نے ابر تانا۔
تلی پلامس کی بھی سناں کام کر گئی تھی
انی مقابل کی ٹانگ اوپر سے چھید کرتی
اچٹ کے، گزری تھی بیچ سے لمبی ہڈیوں کے۔
مگر سرپےدان کے پدر نے اسے دوبارا بچا لیا تھا!
سپاہی اپنے امیر کو مار دھاڑ سے یوں اٹھائے لائے،
دراز برچھی پھنسی ہوئی تھی، گھسٹ رہی تھی۔
شدید تکلیف تھی، اذیت تھی جان لیوا،
اس افراتفری میں سوجھتی ہی نہ تھی کسی کو
نجات دلوائیں اس مصیبت سے کس طرح، وہ
کریں تو کیا حیلہ جس سے سنگیں سناں نکلے۔
کم از کم اک ٹانگ ہی سے وہ کام لے سکے اب،
وہ آیا دھاپی، ہر ایک کے ہاتھ پیر پھولے
دباؤ دہشت وہ جنگ کی تھی کہ یار سارے شعار بھولے
ادھر اخائی تلی پلاس کو بھی اٹھا لے گئے پیچھے
اسے جو دیکھا اڈیسیس پُر غضب ہوا، اضطراب میں اب
وہ سوچ سکتا نہ تھا کرے کیا،

زیوس رعدی جتنے سرپ ڈان کو کہیں ڈھونڈ کر نکالے،
گرے وہ یا موت بن کے انبوہِ لیکیاں پر
پیے سرپ دان اس سے زہرابِ مرگ، اس کا
اڈیبیس کو نہیں تھا مقدور ـــــ ایتھنہ نے
اُلٹ دیا لیکیوں پہ اُس کا تمام غصّہ!
گھُسا وہ اُن کی صفوں میں غارت گری مچاتا
کئی جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار ڈالا، جو ان کیا کیا
تمان، الکندُس، گراتس پرائی نانس، الاسطر، ہالیَس، خرومص،
نہ جانے کرتا ہلاک وہ اور کتنے لیکی، جھلکتے منڈ ا ہا کے تلے سے
نظر نہ گر اس پہ کوند جاتی مہابلی ہیکٹر کی بُرّاں،
سپہگروں کی قطار سے اب، شررفشاں جست آتشیں میں
وہ دندناتا بڑھا دنانوں پہ ہول، ہیبت، ہراس بن کر۔
بندھی سرپ دان کی بھی ڈھارس،
قریب آیا تو ہیکٹر کو نحیف آواز میں پکارا:
"مری ہے درخواست یاں مجھے چھوڑ کر نہ جانا،
نہ قتل کر دیں دنان، ان بھیڑیوں کے چنگال سے بچانا،
لہو مری زندگی کا تیرے دیار میں گر بہے، تو بے شک،
مجھے یہ امید و آرزو اب کہاں رہی ہے
وطن پلٹ جاؤں اور دیکھوں دوبارا گھر بار ہائے اپنا
وہ پیاری بیوی خوشی سے بے اختیار، وہ نونہال بیٹا ـــــ"

بڑھا خموشی سے خود تاباں میں ہیکٹر — قتلِ عام کرنے
اخائیوں کا، انہیں ہٹانے وہاں سے پیچھے۔
ادھر سرپ دان کے رفیقوں نے اپنے سردار کو لٹایا
زئیوس کے شہ بلوط کی چھاؤں میں، توجہ سے اس انی کو
فلاگن، اس کے عزیز نے احتیاط کے ساتھ ران سے کھینچ کر نکالا۔
اسے پڑا غش، مگر ہوائے شمال کا ایک سرد جھونکا
بطورِ امہال، ہچے ہچے جھلا کے پنکھا،
جگا گیا، اور زہر کی کال کوٹھڑی سے نکال لایا۔
ابھی جہازوں تک اپنے وہ منہزم مکمل نہیں ہوئے تھے
اریس اور ہیکٹر کی دوگونہ یورشوں میں
قدم اکھڑنے لگے تھے ارگوسیوں کے تاہم۔
یہ بات اب فاش ہو چکی تھی،
ٹروجیوں کا حلیف بن کر اریس ان کے خلاف پیکار آزما ہے۔
وہ سر بکف کون لوگ میدان میں تھے، جن کو
اریس اور ہیکٹر نے ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا تھا۔
تیوتھرس پہلے، اور پھر ایک اور چابک سوار ارتس،
پھر ایک نیزہ فگن تریخس اطلیئی تھا۔
عنان مے یاس، ہیلینس، اون پدس اور یہ بیں دگر تھے۔
(اس آخری کا بہت مکلّل تھا سینہ بکتر،
— متیم پچھلے دنوں تھا ہیلہ میں جھیل کنباس کے کنارے)

۔ یہ اپنے دھن مال کا پجاری یہاں پہ آیا تھا ساتھ اپنے
۔ تباہی دیس باسیوں کے ۔۔ بھرے پرے گل بہار ہاموں کے
رہنے والے!

جب اس طرح بے دریغ تہ تیغ ہوتے ارگوسیوں کو دیکھا
تو یہ کہا جھنجھلا کے ہیرا نے ایتھنہ سے:
" زیوس عالی مقام رعد ابر گیر، کی غیر مضمحل، نور زاد دختر!
بڑا ہی دلدوز ہے یہ منظر۔۔
منی لیاس ۔۔ ایک بات ہم نے اسے کہی تھی،
کہو یہ بلکہ حسین سپنا اسے دکھایا
تمہیں الی یون کی بجا لے گا اینٹ سے اینٹ جب تلک وہ
سفینہ راں، عازم وطن مطلقاً نہ ہو گا۔
مگر یہ نکلا فریب، اپنی بساط ہی کیا،
کہ ہم مجاز اس عظیم تر امر کے اسے ہوں،
نہ کچھ بنے گا بنائے اپنے
اریس سفاح بر ملا نہ رکھے گا یک طرفہ خون ریزی،
وہ جب تلک وحشیانہ یورش کناں رہے گا۔
دماغ باہم لڑا کے اس سلسلہ میں زور اپنا آنکتے ہیں"۔
کیا دہیں صاد گر یہ چشم ایتھنہ نے اس پہ،
دیوتنی ہیرا، سالخوردہ قدیم کرنوس کی حسیں دختروں میں سب سے
بزرگ دختر،

اٹھی کہ جوتے کیت جوڑی، یراں جس کا زری زری تھا
لگائے تھے دائیں بائیں، ہیپی نے رتھ پہ کانسی کے صاف پہیئے،
جڑے تھے آٹھ آٹھ آڑ بین آ۔ہنی دھرے پر
بنے ہوئے پنڈلیوں کی ہڈی کے ۔۔ اور سونے کے مینڈرے تھے۔
سنڈھی ہوئی پٹیاں بھی جستی، ذرا نہیں وہ گھسے ہوئے تھے۔
مدار یئے نقرئی محور پہ، بڑے چلاؤ،
مرصع و کامدار بگھی کہ سیم و زر سے ڈھلی ہوئی ہو۔
بر یٹر دوہری تھی ۔۔ اور بہل بلیاں روپہلی،
پٹے ملائم، طلائی سارے ۔۔ رکھا سنہرا ہی اس پہ ہیپی نے اب جوا بھی۔
کشا کش و کشمکش کی شوقین اس میں ہیرا،
ہوا ہوئی رہگذار پہ ان ثبات پا توسنوں کو لے کر۔
اب ایتھنہ کی سنو، وہ اس نے قبائے کمخواب اتار ڈالی،
کہ تھی جو اسکی ہی دستکاری کا اک نمونہ۔
ٹھپا لے تہ بہ تہ، دھری باپ کے دوالے،
قمیص اٹھائی زیوس بادل بٹور کی، چار آئینہ بھی
اسی کے سب دوسرے بھی ہتھیار، جو مچا دیں
تباہ کاری بلا کی رن میں۔
لطیف شانہ پہ ڈالی لی پھیر
شگوں نما، پیچدار پھندنوں کی گھن گرج ابر ڈھال، جس پہ
تھے قوس در قوس طغرہ تمثال نقش گہرے

عناد — قوت — فرار (بھگدڑ)،

کھدیڑ بھی جو بدن کے اندر لہو جماوے — تمام گولائی میں

سپرِ گورگن کے اوپر!

خزیدہ خوفِ خروش پرور تھی، فال بھی مار دھاڑ کی بد

چہار جیغہ طلائی دوہری کگر کا مغفر،

دلیر نامی، نڈر گرامی تھے جس پہ کندہ، جنہیں دیاروں نے کارزاروں

میں جھونک ڈالا۔

سوار ہیرا کی جنگجی نام جام میں اس طرح یصد شان ہو گئی وہ۔

دبیز مسٹھ خوفناک کانسی کی ہاتھ میں تھی۔

یہ اس قدر خوفناک کانسی، کہ طفلِ نیرہ اگر اٹھاتے

کھدیڑ ڈالے بڑے لڑاکوں کی باڑھ پانتھی۔

تڑاق چابک پڑا جو ہیرا کا پیٹھ پر توسنوں کی، یکدم

پھسلتے قبضوں پہ کھڑکھڑاتے ہوئے کھلے چوپٹ آسماں پر

وسیع پھاٹک، جہاں پر ان حوریوں کا پہرا ہے، جن کے ذمے

گھٹا کا بست وکشاد ہے — خواہ بار دیں خواہ باز رکھیں

الپیس واوجِ آسماں تک،

ارئی دیتی کمیت جوڑی کو جب وہ ان میں سے پار نکلیں

تو ابن کرنوس سے ہوا سامنا — امر دیوتاؤں سے جو

الگ تھلگ قلۂ الپیس پہ تھا نشستہ،

قریب گھوڑوں کو ہانکتی اندر آئی ہیرا —

وہ دیوتنی جسکی کامنی باہیں دودھیا پیل دانت سی ہیں۔

مہاتما سے ہوئی مخاطب:

"پدر! اریس، آپ کو نہیں کیا فزون وحشت اریس سے ہے،
ڈھٹائی سے کارِ بارِ خونی کے ساتھ اس نے
نجیب اخائی ہلاک کتنے ہی کر دیئے ہیں۔
کٹھور، بدبخت نے مجھے تو رُلائے ہیں آٹھ آٹھ آنسو،
اپالو، کپری بھی اسکی حرکت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں،
اس اوت ڈھگے کا ساتھ دیتے ہیں، جس موئے میں
نہیں ہے اک شائبہ بھی شائستگی کا — ابّو،
تجھے نہ یہ ناگوار ہوگا کروں اگر گوشمالی اسکی،
مرمت اسکی کروں، خبر لوں — موئے کو میں کارزار سے
مار کر بھگاؤں!"

زیوس، مجموعِ ابر، پاسخ میں یوں سخن گو:

"کرو تعاقب ضرور اس کا —
امید تو ایتھنہ ہے سارے سپاہیوں کی،
بڑا ابر کا جوڑ اسکی، پھر ایک حیلہ بھی کارگر تیرے پاس جس سے
اسے بہر طور مبتلائے ملال کر دے۔"
ملی اجازت، گھما کے چابک تڑاق سے کی
رسید ہیرا نے اور اسکی کمیت جوڑی، ہوا سی پویا
تتارہ افروغ آسمان و زمین کے درمیان چل دی۔

فراز ے دور قلزم بادہ رنگ جتنا نظر میں آئے
مسافت اتنی ہی گھم اک جست میں کیے جا رہے تھے ابلے
وہ ہنہناتے ہوئے فرس بیکراں فضا میں۔
لڑائی کے عرصہ گاہ میں آبرو دو جس جگہ رواں ہیں،
بنائے سنگم سموس سے بہہ کر اسکمندر
وہاں پہ ہیرا رکی، دیئے کھول اپنے گھوڑے کہ گھاس چر لیں،
پھہار چھٹکا ہٹ اس نے دونوں گے گرد برسائی جھپ گھٹا کی،
سموس ندی نے چارہ شفقت کے واسطے دیو بھوج اگائی —
ملائم و نرم گھاس کا کھیت لہلہایا —
مدد پہ ارگوسیوں کی سیدھی
یہ دیویاں آئیں جیسے اٹھلائیں فاختائیں —
نبرد خونیں میں جس طرح ہو، انہیں بچائیں،
انہوں نے دیکھا جہاں بھی گھمسان کی لڑائی
مہارتی نیزہ باز اور بان ہار دایومدیس کے پاس سے پلٹ کر
گراز باگھوں کی طرح پیچھے کو ہٹ رہے تھے،
وہ جیسے ہانکے سے ہو درندوں پہ تنگ نرغہ،
بڑے ہی نربل، بنے تھے بلہار بھیڑ بکری —
بھر اسٹینٹر کا روپ ہیرا نے، ایک نعرہ بلند کر کے

گراز — جنگلی سئور   بلہار — قربانی کے

ہوئی نمودار ـــــ دم بلا کا تھا کافسوی پھیپھڑوں میں اس کے،
پچاس نوبت زن اکی جے کار کو نہ پہنچیں۔
"قواعد و ورزش و ریاضت ہیں چست ارگوسیو ــــ تمہارا
مظاہرہ بزدلی و کمزوری و کسل کا
یہاں پر اب ایسا ــــ بزدلو، شرم، شرم، جب تک
شریک پیکار میں رہا شاہ پور اخیلس،
ٹروجیوں کا کچھ ایسا پتّہ ہوا تھا پانی،
مقابل آتے نہ تھے کسی بھی محاذ پر وہ،
تھا اس زبردست نیزہ کا خوف وہ دلوں پر
مگر جہازوں کے پاس تم شہر سے بہت دور لڑ رہے ہو ـــ"
سنا جو یہ تو زمیں میں غیرت سے گڑ گئے وہ۔
پھر آئی دالیو مدیس کے پاس ملگجی نین ایتھنہ واں،
کہ اپنی رتھ کے قریب وہ مضمحل پنڈورس
کے تیز پیکاں کا زخم سہلا رہا تھا لیٹا،
عرق عرق اس کا جسم چوڑی سپر کے نیچے،
بہت ہی دق بدھیوں سے، شل ہو گیا تھا بازو۔
بمشکل اس نے ہٹا کے پیٹی، لہو کیا صاف اور بولی
جوتے یہ جوتی کمیت جوڑی کے، ہاتھ دھر کے:
"پڑا نہیں اپنے باپ پر تو، یہ ڈھنگ تیرا
یہ طور اے تائڈس کے بیٹے ــــ تفاوتی کس قدر ہے اس سے،

ہزار کوتاہ قد سہی تائڈس، لڑاکا تھا وہ بلا کا۔
گیا تھا اک بار ایلچی تھیبز کو اکیلا،
اخائی فوجوں سے دور، قدمائیوں کے انبوہِ بے کراں میں،
بطیبِ خاطر، اسے کوئی جبر بھی نہیں تھا۔
ہوا تھا وہ مدعو ضیافت میں ایک تالارِ محتشم میں،
سدا کا وہ سر پھرا لڑنے والا، نڈر، پہنچنے سے وہاں بھی قدمائیوں سے الجھا،
ہوئے مقابل تو سب کی آسان وہ خبر لی،
دلا دیا یاد دودھ اک ایک کو چھٹی کا۔
درست ہے پشت پر تھی میں، لیکن آج موجود ہوں یہاں بھی۔
مجھے ہے سوگند آسماں کی، تری بھی تائید میں کھڑی ہوں،
تجھے رکھوں گی امان میں، ہر طرف بچاؤ ترا کروں گی۔
تمام حربے محاربے کے سجھا چکی ہوں،
تری تو ٹانگیں رہی جیسے من من کی ہو گئی ہیں،
بدن لڑائی سے چور، اعصاب شل، جگر قلب مضمحل ہیں۔
ہراس طاری ہے وہ ذرا بھی لگو نہیں تم
دلیر فرزندِ تائڈس ان ڈیس کے مجھ کو!"

جواب میں فاخرانہ، گردن فراز دایومدیس اس کو:
"تجھے کیا ہے شناخت میں نے،
زیوس، مجموعِ ابر، کی دخترک ہے دیوی!
بصد ادب سب حقیقتِ حال پیش کر دوں،

بزور کہہ دوں کہ مسلط ہوا نہ مجھ پہ ہراس طاری ۔
لحاظ تیرے کہے کا لیکن مجھے ہے ۔۔ تو نے
بداہتہً آپ ہی یہ فرمائی تھی ہدایت
کبھی نہ ارباب سعد پہ ور کا سامنا لوں،
کروں سدا احتراز ان کے مقابلے سے،
بس افرادایت سے دو بدو ہو کوئی تو بے شک
روا ہر اک داؤ پیچ اس سے،
نہیں کوئی حرج اسے جو مجروح بھی کرے وہ ۔
تری ہدایت تھی یہ، لہذا ہوا ہوں پسپا
خود آپ بھی ہیں، کہا ہے ارگوسیوں سے بھی، وہ
ہٹ آئیں پیچھے ملائیں کندھے سے کندھا، مجھ کو
ہوا ہے یہ علم اریس ان کا
حمایتی بن کے آن کودا ہے معرکہ میں ۔"
جواب ہیں گر یہ چشم دیوی اسے ۔۔ "یقیناً"
چہیتے دایومدیس میرا یہ مشورہ تھا ۔
مضائقہ اب نہیں اگر کچھ، مری ہدایت سے تو بری ہے،
لڑائی سے احتراز مت کر کوئی بھی ہو دیوتا مقابل،
ہوا اب آزاد ہاتھ تیرا اریس پہ بھی ۔
اریس پر اس کمیت جوڑی کے ساتھ جا چڑھ،
ذرا بھی صرفہ نہ کیجیو دیوِ بربری سے،

وہ بد نہاد ایسا دوغلا ہے، دروغ گو ہے،
کہ اس نے دو اک گھڑی ہی پہلے
مجھے بھی، ہیرا سے بھی یہ بنکار کر کہا تھا
لڑائی میں وہ بنے گا ارگوسیوں کا حامی۔
مگر یہ سب بھول بھال کر جا ملا وہ ظالم ٹروجیوں سے۔"
یہ کہتے کہتے کیا تھنلس کو اک طرف، دی دبا کے کہنی،
اُسے اُٹھایا زمیں سے پھر ہاتھ دے کے خود ہی۔
وہ جنگجوئی کے واسطے مشتعل ہوئی تھی۔
سوار دایومدیس کے ساتھ چل پڑی تب۔
رکھا بلوطی دُھری پہ جب اس نے پاؤں، رتھ چرچرا اٹھی تھی،
کہ اس پہ رسوئتی اور جسورت کا گراں بار آپڑا تھا۔
سنبھال لی راس ایتھنہ نے، گھمائی چابک
ارِیس پر تھی چڑھائی مطلوب، تیز ہانکی کمیت جوڑی،
وہ بربری دیو عین اس وقت تیغ زن تھا
اطلیئی اک دبنگ جیدار، جثہ ور پر،
اخی سوس کا دلیر صلبی — پریفس — اس کو
لہو میں نہلا کے دیوتا نے گرا دیا تھا۔
نظر سے اوجھل، اندھیر پاتال کے وڈیرے
ارِیس پر ایتھنہ نے کاری ضرب لگائی۔
وہیں پہ پریفس کو چھوڑ کر اب ارِیس لپکا

پلیٹ کے گستاخ شخص دائیومدیس پر جھپٹ ۔
جب آئے اک دوسرے کی زد میں
اُبھار کر تند سینہ، دشمن کے توسنوں پر
سنان تانی اریس نے یوں، سنبھل کے جوغ وعناں کے اوپر
کہ عزم بالجزم کر چکا ہو ضرور اسے جاں سے مار دے گا۔
یہ داؤ خالی گیا۔۔۔ اسی وقت ملگجی نین ایتھنہ نے
پکڑ کے دائیومدیس کا ہاتھ زد سے باہر اسے دھکیلا۔
یہ گھوم کر رہ گیا ہوا میں، ضرر نہ کچھ رتھ تلک کو پہنچا۔
لگا کے نیزے کے جستی قبضہ پہ زور، دائیومدیس نے تب ۔۔۔
اضافہ پلاس ایتھنہ نے بھی قوت اپنی کچھ اس میں کر دی ۔۔۔
اریس کے سینہ بند پر تان کر لگایا شدید ایسا
کہ اس کے لحم ضبیع میں کھل گیا بغارا،
دبا کے، دھچکے سے تیز نیزہ بروں کھینچا۔
اریس یوں بے دریغ چیخا، اٹھا لیا آسمان سر پہ
چنگھاڑ وہ تیز تھی، تصادم میں لشکروں کی
سپہ گر اک دم دہاڑ اٹھیں دس ہزار جیسے۔
اخائی تھرائے تھے، ٹروجی لرز اٹھے تھے،
ہوئے تھے دہشت زدہ کچھ ایسے اریس ناسیر حرص کے اس دہاڑنے سے
وہ جس طرح ہو گئے ہوں بہرے ۔
سیاہ اک ابخرہ تمازت اچھال دے تو

بلند طراں ہو جیسے صرصر پہ عدیں وہ
اریس رو میں بدن بھی دالیودیس کو یوں دیا دکھائی
فلک کو جب وہ گھٹاؤں کے درمیان اٹھا
کہ وہ امر دیوتاؤں کے آشرم المپس پہ اڑ کے پہنچے۔
زیوس آقا کے پاس آیا کہ ہو تسلّی۔
خفیف تکلیف سے زبوں، نیم جان اس نے
وہ زخم، ٹپ ٹپ لہو ٹپکتا اسے دکھایا۔
شکستہ لہجہ میں کی یہ فریاد — "کیا کہو گے
پدر زیوس ایسے آدمی کو جو یوں کیے سے ہوا ہو باہر؟
اٹھائیں ہم تو ہو بھیانک اذیتیں ایک دوسرے سے،
بھلا ہو اس کے عوض نژادِ بشر کا — میں تو
نڈر کہوں برملا یہ تیرا کیا دھرا ہے۔
تجھی سے ٹھہرا تھا حمل اس دختر ک کا، جس میں
ذرا نہیں سوجھ بوجھ بس خوگرِ تشدد وہ غارتن ہے!
ہم اور سب دیوتا ہیں تیری رضا کے تابع،
ہر ایک یاں حکم میں ترے — بس یہی الفتہ ہوتی ہے سرکش،
مگر اسے سرزنش، نہ تنبیہہ، بول اک آدھ بھی ترا — جو
سدھر سنور جائے، ٹھیک ہو جائیں چھن اس کے۔
ہے بسکہ تیرے ہی صلب سے خیرہ چشم طفلک
وہ جس نے دالیودیس کو شہ دلاتی اتنی

کرے امر دیوتاؤں کے ساتھ سر پھٹول،
ہوا تھا کچہری پہ حملہ آور وہ پہلے، مجروح کی ہتھیلی،
بھڑا ہے پھر اس چڑیل کے ساتھ مل کے مجھ سے
مرے تو کام آ گئی مری برق پائی، یوں بچ کر آ گیا میں
دگرنہ شاید وہیں اذیت سے کھیت رہتا۔
وہیں پہ کشتوں کے ساتھ مردود، جان دادہ،
نہیں تو کانسی کی کاٹ سے ادھ موا زیادہ۔"
زیوس، بادل بٹور لیکن بڑی رکھائی سے پیش آیا،
چڑھا کے تیوڑی اسے کہا یوں: "بسورمت تو
المپیوں میں زیادہ تجھ سے یہاں نہیں کوئی ناپسندیدہ بربری دو غلے، مجھے تو
فساد دنگا سرشت تیری، طبیعت ایسی ہے زشت تیری
پڑے ہیں گھٹی میں شیطنت اور خوں خرابہ،
برائیاں اور خرابیاں یہ تجھے ودیعت ہوئی ہیں ماں سے۔
کٹھور ہیرا! — جو میرے قابو بمشکل آئے
مجھے یقیں ہے اسی کے ایما پہ تری درگت بنی ہے ساری
نہیں ہے منشا مگر مرا یہ مزید تکلیف تو اٹھائے،
کہ ہے مرے صلب ہی سے، میرا یہ سر ہی ماں نے تجھے جنا ہے،
اگر کسی اور صلب سے کوکھ میں ٹھہرتا، پھر ایسا گستاخ بھی نکلتا،
کبھی کا پاتال نرک میں میرے دیوتاؤں سے دور جلتا۔"

یہ کہہ کے تیمار دار پا یان کو بلایا،
طبیب نے دُکھ ہرن لگایا تو گھاؤ پہ جھٹ کھرنڈ آیا،
مسلسل اس نے رکھی توجہ، وہ ہو گیا صحت یاب جلدی
جنم تو ویسے بھی دیوتاؤں کا از برائے اجل نہیں ہے۔
اگر بَن انجیر کا عرق دودھ میں نچوڑیں،
ہلائیں تیزی کے ساتھ، تو جس طرح جمے وہ،
اسی طریقے سے کر دیا تھا
کمال پھرتی کے ساتھ پا یاں نے مندمل زخم اریس کا بھی
اسے دیا غسل صحت یابی متین ہیبی نے اور ملبوس نو پہنایا
زیوس آقا کے پاس زیرین وہ بصد احترام بیٹھا۔
فرود گاہ زیوس پہ کی مراجعت پھر
ہیو تنی ایتھنہ وار گو سیائی ہیرا نے جلد ہی — وہ
تباہ کارِ بشر کو روکا جنہوں نے معمول کشت و خوں سے۔

○

یعنی اریس کو

چھٹی کتاب

دیارو کارزار

— وقفہ —

شریکِ جنگِ عظیم جنگاہ میں نہ موجود دیوتا تھے،
اُلجھ رہے تھے بہم ٹروجی اخائی تنہا،
لڑائی میں اب کبھی تھا پلّہ ادھر کا بھاری، کبھی اُدھر کا،
کنارِ دریا اٹھائے بھالے، دھنک سنبھالے
وہ ٹوٹ کر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔
ایاس تیلامناس، اخائی دفاع کا غار تنگ کہیئے،
ٹروجیوں کا گروہ یورش سے منتشر کر کے، راہ اس نے
بنائی، بے روک فوج آگے بڑھا سکے وہ۔
بڑے بڑے منتخب تھریسی اجل کا لقمہ بنا دیئے پھر
ایوسرس کے گٹھیلے فرزند عاکمص کو رسید او ٹہ پہ خود کے، کی
اُتر گئی مغز میں سناں صاف توڑ کر سامنے کی ہڈی
سیہ اندھیرے سے داغ دیں، نوربین آنکھیں —

ہلاک وا ایوبدیس نے کر دیا دیارِ فصیل دار ا رسبی کے باشی
اثرائی لس طوطرِ اندس کو، — سخی و فیاض و منعم انساں،
ہر ایک کے کام آنے والا — ہر ایک کا دُکھ بٹانے والا،
کوئی بھی جو راہگیر جا گیر سے گزرتا۔
کوئی پرایا نہ لیکن اپنا مصیبت اور اس کے بیچ آیا،
دَوشس اغائی نے کی، ٹھکانے اسے لگایا،
اسی جگہ پہ دبیرا ور کوچبان کالس کو بھی شکارِ اجل بنایا،
زمیں نے خاکی کفن میں لاشیں لپیٹ لیں دو۔
دریس وافلا دتیس کو موت کی سدا نیند ایورلس نے سلادیا، تو
یدا سس وایسیاس کے وہ ہوا مقابل۔
توام، انھیں حورِ بحر عنبر پری نے سیراب وصل ہو کر
بکالیوں ابنِ لامدوں سے جنم دیا تھا
بکالیوں، خفیہ آشنائی کا خود پلوٹھا،
ہوئی شناسائی، جب مویشی چرا رہا تھا،
توام کا یہ حمل ایسے عنبر پری کو ٹھہرا۔
ایورلس نے مگر یہ دونوں ملائے مٹی میں، کر دیئے جسم ٹکڑے ٹکڑے۔
جھپٹ کے نوچے حمائلی ڈھال اور تلوار ان کے بے جان دوش پہ سے۔
تمام کام ایستانلس کا پلی پیاتس نے یاں کیا، داں
اڈیسیس نے سنان کی نوک پہ رکھا پدکسس پر تیس۔
تیوکرس کے مقابل ارتان ہو گیا ڈھیر، تو ابلرس

وہیں رہا کھیت ابنِ نسطور انتی لوخس کی بھر بر سے
عسا کر ارباب اگام امنان نے الاتس کو مار ڈالا ۔
وطن تھا اس کا پڈاسس سطح مرتفع پر ۔۔ چلی گئی ہے
تا ایسس آبرود کے ساتھ دور تک جو۔
رکھا فلاکس کو تیغ پہ لائتس نے، جب وہ
لڑائی سے جاں بچا کے لے جانا چاہتا تھا۔
ایور یلوس نے ٹھکانے ادھر لگایا ملانتھس کو،
منی لیاسِ نشانہ باز ادری ایستس کو اسیر لایا ۔
تھی بے تحاشہ دوبدہ جنگاہ سے ٹروجی کمیت جوڑی
اُلجھ گئی جھاؤ جھاڑیں رتھ یہ، زور کے ساتھ کھڑکھڑاتی
تڑاق سے بلیاں گئیں ٹوٹ، اور گھوڑے بھڑک کے بھاگ
ٹرائے کو، ساتھ ہی ہراساں سوار لے کر،
اُچھل کے رتھ بان سر کے بل گر پڑا زمیں پر
سب اس کا چہرہ غبار آلود ہو گیا تھا۔
منی لیاس اس جگہ پہ لمبی سنان تانے ہوئے کھڑا تھا،
لپیٹ کر بانہیں اس کے گھٹنوں کے گرد کی ادری ایستس نے
یہ التجا "تو مجھے اطریس کے بیٹے زندہ اسیر کر لے۔
ملے گا فدیہ مرے عوض تو مطالبہ جس قدر کرے گا۔
کثیر اشیائے بیش قیمت، طلا و نقرہ، ڈھلا ڈھلایا کثیر لوہا۔
بھرے پڑے ہیں ہمارے گھر میں، مرا پدر لا دے گا تجھ کو

ہر ایک شے سے ۔ شمار فدیہ نہ ہو سکے گا'

اسے یہ معلوم صرف ہو جائے بس سلامت اخائیوں کے جہاز پر ہوں'' ۔

ہوا وہ صیاد موم کچھ' ادری ایتس کو'

کیا ارادہ' پیام آور کے ساتھ بھیجے

پرے جہازوں پہ وہ حفاظت کے ساتھ ـــــ لیکن

وہاں پہ آیا جھپٹ اس کا بھائی اگام اماں'

یہ جذبۂ رحم دیکھ کر طنزیہ کہا یوں :

'' بھلا مرے نرم دل یہ کیا ہو رہا ہے' کہہ تو

گھروں پہ ایسی ہی مہربانی سے پیش آئے تھے کیا ٹروجی ؟

گراں پہ لعنت' منی لیاس ایک بار پڑ جائیں ہاتھ اگر یہ'

نہ کوئی بھی جانے پائے بچ کر اجل کی افتادِ واپسیں سے'

فرار کوئی نہ ہو سکے تخم آدمی کا' اگر وہ عورت کے بطن سے ہو'

مریں یہ بے اعتبار سارے'

مرے الی یون کا بشر آخری' نہ آنسو بہئے نہ باقی رہے نشاں تک !''

کیا جو تیار بھائی کے ذہن کو درشتانہ فرض کی یوں ادائیگی پر'

دھکیلا اس نے اگام اماں کی زد میں تب ادری ایتس کو'

گڑو دی اس نے جھپٹ کے پہلو میں تیز برچھی

زمین پر ڈھیر ہو گیا وہ ـــــ جما کے چھاتی پہ اس کے ایڑی

برون سوفار کھینچ لی خون میں نہائی ۔

پکار کر جنگباز ادگو سیوں سے نسطور نے کہا تب :

"اریس کے ہمدمو' جری ساتھیو' دنانی بپھرو تم

کرو نہیں کوئی بھی غنیمت کے واسطے اس طرح توقف

تمام انبار بار کر کے ترت جہازوں کی سمت چل دے'

کہ وقت کا اب ہے یہ تقاضا ٹھہر کے تم رہ چکی سے ان کا

کرو صفایا' وہ جب مریں' سب کھسوٹ لینا"۔

انہیں جو للکار کر بڑھایا، صفیں الٹ دیں ٹروجیوں کی

اکھڑ گئے پاؤں، اور پسپا ہوئے' انہیں پھر

لگا کر آگے اخائی لے آئے زیرِ دیوارِ شہر — اب وہ

ضرور الی یون میں گھس آتے — مگر ہیلنیس

ہر ایک سے باکمال، ہر اک سے پیش اندیش شاہزادہ

بزرگ فرزند شاہ پریام — اینئیس اور ہیکٹر کے

قریب آ کر رکا' یہ بولا — "تمہیں ہمیں

سدا اٹھاتے ہو لیکیوں اور ٹروجیوں کے عذاب کا دکھ'

نبرد پیمائی ہو کہ تدبیرِ جنگبازی

تمہیں ہمیشہ رہے ہو ہم سب کے آگے آگے۔

رکو یہاں، جم کے پیچھے ہٹتے سپاہیوں کی صفوں کو روکو'

ڈٹو یہاں پھاٹکوں پہ سیسہ پلائی دیوار بن کے ٹھہرو'

کرو مرتب انہیں ہر اک موڑ پہ ہر سو'

وگرنہ بھگدڑ رہی تو یہ جا گریں گے باہوں میں عورتوں کی'

یہ اپنے دشمن کے واسطے بے شک ایک روزِ عظیم ہوگا۔

بڑھاؤ ہمت ہر اک سلحشور کی، دوبارہ ہر ایک تو ماں کو حوصلہ دو۔
یقین ہے، ہم ونان کو روک لیں گے آخر۔
بہت سہی مضمحل، بہت نیم بسمل و جانگسل سہی ہم،
ہمیں مگر اور چارۂ کار کچھ نہیں ہے۔
تم اس طرف جاؤ شہر میں ہکٹرؔ، کہو اپنی والدہ سے،
تمام ہم عمر عورتوں کو کرے اکٹھا،
طوافِ بالا حصار کو جائیں، واں پہنچ کر
وہ ملگجی نین ایتھنہ کی بڑی زیارت کا قفل کھولیں۔
وہ ساتھ لے جائے ایک پشواز فاخرہ زرق برق، جو بھی
پسند ہو بہترین دار السّار میں اس کو۔
اسے چڑھائیں وہ زانوے ایتھنہ پہ، منت مزید مانیں
وہاں پہ بارہ چھریری بے عیب بچھڑیوں کی۔
پہنچ جائے، وہ شاید اس طرح رحم کھائے
ہمارے بچوں، جوانوں، بوڑھوں پہ، شہر کے مرد عورتوں پہ،
کرے مقدس ٹرائے سے دفع دور دائیومڈیس وحشی، ـــ
بلا کا وحشی ستیزہ کاری ہو یا تعاقب۔
مجھے تو سارے اخائیوں میں وہی خطرناک ہے زیادہ۔
ہمیں اخیلس کا خوف بھی اس قدر نہیں تھا،
روایتِ عام اگرچہ یہ ہے وہ شخص دیوی کے بطن سے ہے۔
مگر ذرا دیکھ اس آدمی کو مصاف پیما کچھ اس طرح ہے

کہ سایہ اس پہ ہوا ہو آسیب یا پری کا۔
وہ تاؤ میں جھنجھلائے تو کوئی اس سے پورا اتر نہ پائے،
محال ہے دیوتا بھی ٹھہرے مقابلے میں"۔
سمجھ میں بھائی کی بات اچھی طرح سے آئی،
لگائی رتھ سے چھلانگ جھٹ ہیکڑ نے اس پہ عمل کی خاطر،
فساں لگے نیزے سر پہ لہراتے، پست و بالا
چھڑی اس ایما پر اس کے گھمسان کی لڑائی۔
تمام جو ڈگمگا چکے تھے، پلٹ کے ناکوں پہ تھم گئے پھر،
اکھڑ رہے تھے جو پاؤں میداں میں جم گئے پھر،
ڈٹے مقابل اخائیوں کے بصد عزیمت،
وہ پیشقدمی کی رہ میں دیوار بن گئے تھے،
سروں میں دھن مرنے مارنے کی سما گئی تھی،
فلک سے جیسے کوئی امر دیوتا اُتر کر
ٹروجیوں میں نفوذ سر تیز ولولہ تازہ کر گیا تھا۔
مڑے تو پھرتی کے ساتھ ایسے، ڈٹے تو سختی کے ساتھ ایسے۔
یہ ہیکڑ مستزاد للکار کر پکارا:
"سپہگری پیشہ، شیر بیشہ، ٹروجیو، اتحادیو، خارجی رفیقو!
تنو، بنو مرد، جرأت و عزم کا کرو وہ مظاہرہ تم
بنے ضمانت دفاع کی جو ــــــ بچاؤ بھی اور خود بچو بھی۔
چلا الی یون شہر کو میں کہ سب بزرگ اور بیبیوں کو

کہوں دعائیں کریں، چڑھائیں نیاز نذریں،
حضور میں جادوانیوں کے وہ گڑگڑائیں۔"
یہ کہہ کے یوں شہر کو مڑا ہکیڑ کہ مغفر
ضیا فشاں تھا، عقب میں ترسول جھولتا تھا۔
سیاہ دھوڑی کی کور سے گدّی اور ٹخنے
چھلے ہوئے، صاف دے رہے تھے دکھائی کھُل کر۔
اسی سمے، بیچ میں عساکر کے اک کشادہ جگہ پہ آئے
رتھیں بھگاتے گلاؤکس ابن ہپولوخاس اور دایومدیس ۔۔ دونوں
مقابلِ یکدگر ۔۔ فراواں دلوں میں جذبہ
وہ دو بدو آ گئے جب اک دوسرے کی زد میں
سخن طراز اس کے ساتھ دایومدیس ایسے :
"جوان، جیدار اجنبی شخص، کون ہے تو،
کہیں لڑائی میں قبل ازیں تو، نظر نہ آیا ۔۔
کہیں نہیں کارزار میں تو،
دوام مردانگی سے دنیا میں ثبت بے شک
ہر ایک سے دور، آن نکلا یہاں اکیلا
کمال جرأت کے ساتھ ایسے محاذ پر یوں،
مرے اجل آفریں نیزہ کی دھار کا مول لے کے خطرہ۔
ملال انگیز عہدِ پیری انہیں بہت ہے
لڑائی میں جن کی آل اولاد آئے میرے مقابلے میں۔

اگر ہے آکاش کا کوئی دیوتا تو بے شک
کوئی جو آکاش کا ہے، اس سے نہیں لڑوں گا،
کہ اب زیادہ بھی زندگانی نہیں رہی ہے —

—— بعید اس سے ——

پسر وڈائس کا تند، اکھڑ لکرگس اپنی حیات میں جب
ہوا تھا مصروفِ کشمکش دیوتاؤں سے تو، بڑی مقدس
لکرگ پہ نیسا گری کی لپکا اسیر دامِ ہوس میں کرنے
وہ راس رس دیوتا دیونائی سیس کی دیو داسیوں کو،
بری بلا بن گیا تھا وہ، سخت جان لیوا،
لکرگس نے ہانکنے کے آنکس سے جب ٹہوکا،
تو سہم کے اپسراؤں نے پھینک دیں وہیں پر
لطیف ہاتھوں سے عشق بیجاں کی بیل چھڑیاں۔
ہراس خوردہ وہ راس رس دیوتا دیونائی سیس کود ا
بسیط قلزم میں، نرم باہوں پہ جل پری تھٹیس نے اٹھایا۔
مگر یہ تھی اسکی کیفیت سر سے پاؤں تک کپکپی چھٹی تھی،
کیا تھا ایسا تعاقب اس کا مہیب چنگھاڑتے بشر نے —

یہ ماجرا پیش آیا ایسے ——
سدا سکھی دیوتا بھیانک لکرگس کے ہوگئے مخالف،
زیوس نے اسکی آنکھ کی روشنی بجھا دی،
حیات اسکی گنے چنے چند روز کی پھر

بسر ہوئی نفرت و حقارت میں حیف ساری!
کبھی نہیں میں لڑوں گا ___ حاشا کبھی نہیں میں،
فلک کے ارباب سعد پرور سے تو اگر ہے۔
مگر ہے انسان بے بقا تو
گذر بسر جس کی فصل پر غلہ زار کی ہے،
قدم اٹھا ایک اور نزدیک آ ___ کہ پہلے
تجھے خبر ہو، اجل کی سرحد کے پاس ہوگا"
تو ہونہار ابن ہپولوخاس اسے جواباً:
"بتاؤں دایومدیس تجھ کو، مرے گھرانے کا پوچھنا کیا
زمیں پہ مانند برگ ہیں آدمی کی نسلیں،
پرانے پتے ہوا بکھیرے غبار میں ___ جب بہار آئے
تو لہلہائیں چمن چمن دشت دشت پھر برگہائے تازہ!
فنا پذیری نژادِ آدم کی پشتہا پشت اسی طرح ہے،
کہ نسل اک پرورش کناں ہے، فنا کی آغوش میں دگر جب ہو آرمیدہ۔
مرا گھرانا؟ مُصر اگر واقعی تعارف پہ تم ہو اس کی،
مری کہانی اسے بہت لوگ جانتے ہیں ___
سنو یہ تم بھی سنو ___ افیرہ
خلیج ارگوس پر ہے واقع یہ شہر ___ ہے واقعہ یہاں کا
اسی افیرہ کے شہر میں ایک شخص مشتاق اور ماہر
سسی فش آیول دس پدر تھا گلاؤکس کا،

گلاؤکس پھر امیر بیلیرفونطس کا پدر رہا تھا،
امیر بیلیرفونطس پہ کرم بہت دیوتاؤں کا تھا
اسی لئے صاحبِ جمال و کمال یہ آدمی جری و وجیہہ نکلا —
طلوع پھر ایک دن ہوا، ہوگیا مخالف
پرائطس کر دیا تھا اُس کے مطیع اس کو زیوس نے جب —
بچارا بیلیرفونطس بن گیا زبردست حکمراں کے
عتاب کا ناروا نشانہ — کہ دیس ارگوس سے ہی اس کو
جلا وطن کر دیا گیا — تھا قصور اس کا
ہوس تھی سلطانہ انتیا کو، کرے وہ سرشارِ وصلِ پوشیدہ — ہم طرب ہو!
یہ ایک غیور، پاسِ ناموس لیے بہت تھا،
نہ ڈگمگایا — کسی طرح بھی نہ اس کو پھسلا سکی، تو اس نے
بھرے پھر اس طرح جھوٹ سے کان بادشہ کے،
پرائطس ہائے جان سے آپ جائیں، ہے یہ مری تمنّا،
کمینے بیلیرفونطس کو نہ موت کے گھاٹ اگر اتارو،
وہ اپنی نفسانیت کی تسکین مجھ سے بالجبر چاہتا تھا"
سنا جو عورت کے منہ سے بہتان، شاہ فرطِ غضب سے بھڑکا
مگر وہ محتاط حکمراں تھا — نہ چاہتا تھا
رنگے خود اس کے لہو سے ہاتھ، اسلئے کیا لیکیہ روانہ —
طلسم کے نقش کندہ خفیہ لگائے الواح تہ بہ تہ میں،
اسے دیا حکم جائے پہنچائے لیکیہ میں خسر کو اس کے،

یقین تھا اس طریق سے اس کا خاتمہ بالضرور ہوگا۔

جہاز کھیتا وہ رہنمونی میں دیوتاؤں کی، رودِ زینتھس

کی سرزمیں سطح مرتفع لیکیہ میں پہنچا۔

ملا اسے لیکیہ کا حاکم تیاک سے، اور نو دنوں تک

بہت پذیرائی کی، ضیافت کبھی، کبھی جشن پُر تکلّف۔

کئی ذبیحے، کئی نیازیں — کیا جب اوشا نے روزِ دسواں

منوّر، اپنی حنائی انگشتہائے رنگیں سے شرق میں، تو

بداہتہً، اصل غایت آمد کی اس سے دریافت کی گئی — تب

ہوا یہ معلوم ساتھ لایا ہے وہ علائم

بہت ہی مخصوص اسکے داماد کی طرف سے۔

رموز مہلک پڑھے، رویّہ بدل گیا جھٹ۔

یہ حکم صادر ہوا وہ مہماں

بزور اک کف دہن الفتہ کرے مسخّر —

خمائرہ — یہ تھی غیر انسانی و بیاباتی ایک ڈائن،

دھڑ اگلا چیتے کا، اور دُم اژدہے کی، اس کی

کمر مگر گوسفند کی تھی — ڈراؤنی وہ چڑیل، منہ سے

بھڑکتے شعلے، لپکتے بھبکے، دھوئیں لگاتار اُگل رہی تھی۔

رہی مگر خیریت — اسے، دیوتاؤں سے سعد فال لے کر

ہلاک بیلیروفونٹس نے کیا — (نہ لیکن تھی جاں بخشی)

یہ آزمائش دگر — کرے وہ مقابلہ اب

بھیانک اور خون خوار ادی باسی سلمیٔ سے،
لڑائی جس میں اسے ہوا تجربہ — کسی کا
کبھی نہ دنیا میں سابقہ ایسی تند پیکار سے پڑا ہو۔
اسے ہوا حکم تیسرے سامنا امازونیوں سے لے اب،
اگرچہ تھیں عورتیں، لڑائی میں ڈھنگ مردانہ وار لڑنا،
یہاں سے لوٹا تو شاہ نے جال اور اس کے لئے بچھایا،
بٹھا دیئے گھات میں مہا گھاگ لیکیہ کے۔
کسی کو لیکن نہ گھر پلٹنا ہوا مقدر،
دلیر بلیورفونطس نے ہر ایک کا کر دیا صفایا۔
تہور و زورِ نوجواں کا یہ دیکھ کر کھل گئیں اب آنکھیں،
یہ اعتقاد اب ہوا کہ وہ دیوتا نسب تھا۔
نہ شہ نے کی صرف جان بخشی ہی بلکہ اس سے
بیاہ دی دھوم دھام کے ساتھ دخترِ نیک اختر اپنی۔
دیا مراعاتِ خسروانہ میں نصف حصہ
بطیب خاطر تب اس کو ہبہ لکانیوں نے بھی کی اراضیٔ مزرعہ
جس میں تاک باڑی گھنی گھنی اور کھیت گیہوں کے
لہلہاتے ہرے بھرے تھے۔
اساندرس، لاؤدامیہ اور ہپولوخاس — تین بچے
ہوئے تھے پھر بطنِ دخترِ بادشہ سے بلیوفونطس کے۔
زیوس کامل نے وصل سے سرفراز کی لاؤدامیہ تو

جری سرپ داں ہوا تو لدؔ ـــــ عظیم اپنے سپہگروں میں،
پھر ایک دن کیا ہوا کہ بیلیر فونسطس سے
خفا ہوئے دیوتا ـــــ یہ بے چارا تب اکیلا
الائیوں کی ترائی میں سارا دن بھٹکتا پھرا افسردہ۔
کھرچ رہا تھا وہ ناخنوں سے دل و جگر کو،
جہاں کسی کا گزر ہو ان راستوں سے بچتا۔
اریس وحشی کے ہاتھ ادی باسی سلمئی سے جھڑپ میں اس کا
اساندرس قتل ہو چکا تھا، سلا دیا لاؤ دامیہ کو
بھی موت کی نیند آہ مخبوط ارتمس نے۔
یہ ہپولوخاس ہے مرا باپ، فخر سے میں تجھے بتاؤں،
مجھے روانہ کیا ہے سوئے ٹرائے اس نے،
یہ خاص تلقین کی، ہمیشہ دکھاؤں جوہر بہادری کے
بنوں نجابت کا وہ نمونہ، لگے نہ بٹہؔ
مرے بزرگوں کے نام نامی کو، وہ مشاہیر، خوب پہلے
رہے افیرہ میں جب تملک تھے، اسی طرح لیکیہ میں آکر۔
رگوں میں خون ان کا دوڑتا ہے۔ اس اصل اعلیٰ کا مدّعی ہوں!"
جوانِ رعنا کے اس سخن سے ہوا تھا دالیومدیس محظوظ اور اس نے
جہاں چراگاہ ریوڑوں کی رہی تھی، لاٹھی کی طرح نیزہ زمیں میں گاڑا۔
ملائمت سے جواں کمید ان کو کہا پھر یہ مسکرا کر:
"چہ خوب، تو میرا دوست نکلا، کہ میرے دادا اوینیس نے

ہمیں بنایا حلیف باہم، یہ چند سالوں کا واقعہ ہے۔
کیا تھا ایواں میں خیر مقدم امیر بلیور فونطس کا
اسے رکھا بیس روز مہماں بڑے تکلّف کے ساتھ اس نے۔
تبادلہ دوستی میں باہم ہوا تھا عمدہ نشانیوں کا،
نفیس، زرکار، ارغواں دوختہ کمرکس
اسے دیا تحفہ میرے دادا نے، اور بلیور فونطس سے
ملا تھا دو دستہ ساتگین طلائی اس کو۔
ہمارے گھر میں وہ یادگار آج بھی رکھی ہے،
سنبھال آیا تھا اسے آتے ہوئے جسے میں۔
مجھے مرا باپ ٹائڈس یاد تو نہیں ہے،
کہ میں ابھی تھا بہت ہی چھوٹا وہ چل بسا تھا۔
اُٹھا کے نقصان اخائی افواج تھیبز سے جب ہوئی تھیں پسپا۔
رفیق ہوں بس ترا رفیق شفیق ارگوس مرکزی میں،
اسی طرح لیکیہ میں تو بھی مرا کبھی آؤں گر وہاں میں۔
ہمیں لڑائی نہیں ہے زیبا،
رکھیں گے ہتھیار دور اک دوسرے سے باہم۔
سناں نوازی و نیزہ بازی کے واسطے تو
بہت ملیں گے مجھے ٹروجی — بہتیرے ان کے یہ اتحادی،
انہیں امر دیوتا مری رہ میں ڈال دیں گے۔
ترے لئے بھی اخائی کافی، اگر تجھے شوق واقعی کشت و خون کا ہے۔

بنیں گے ہم اسلحہ بدل دوست، تاکہ سب ارد گرد جانیں۔
ہمارے اجداد سے ہمارا یہ اختلاف موافقت ہے۔"
رتھوں سے وہ دونوں آدمی پھر اتر گئے، اور ہاتھ تھامے
وثوق کے ساتھ تاکہ تجدید عہد کریں۔
زیوس نے کر دیا تھا ابلہ گلاؤکس کو
کہ نوجواں آدمی نے سارا سلاح زریں
عوض لیا کانسوی کے بدلے ۔
یہ صرف نو بیل کے مساوی، وہ جس کے سو بیل دام چکتے ۔
سنو ادھر ہیکٹر جب آیا سکائیہ پھاٹکوں پہ، فوراً
ملیں اسے شہر کی بہو بیٹیاں لپک کر،
دعا سلام اس کے ساتھ ہو لی
تو اپنے اپنے عزیز اقارب کی سب نے دریافت خیریت کی،
کئی نے گر اپنے بھائی بیٹوں کی، چند نے اپنے شوہروں کی۔
ہر ایک سے بار بار تھا وہ یہی جواباً:
"دعا کرو دیوتاؤں سے، خیریت کی طالب انہی سے تم ہو!"
بتا نہ سکتا تھا بیشتر کو
شدید صدمہ کی بات ان کے نصیب میں جو گزر چکی تھی۔
وہ قصرِ پریام کی طرف پھر ہوا روانہ،
محلسرائے پُرحشمت کھلی سلوں سے تعمیر سلسلہ سلسلہ ہوئی تھی۔
ستون و محراب دار، اس میں پچاس طالار تھے کشادہ،

قطار اندر قطار — اٹھائے ہوئے تراشیدہ پتھروں کے،
تمام شہزادے — شاہ پریام کے پسر۔ بیگمات کے ساتھ
انہی میں کرتے تھے استراحت.

مزید اندر وسیع بارہ دری سے آگے
بنے ہوئے تھے نفیس سنگین بارہ طالار ایک رویہ،
یہ خواب گاہیں، جہاں پہ داماد شاہ پریام کے مکیں تھے.
محلسرا میں اسے ملی مہربان مادر لیے ہوئے ساتھ لاؤدقہ کو،
وہ اسکی سب بیٹیوں میں صاحب جمال بڑھ کر،
اسے جو دیکھا، پکڑ کے وہ دونوں ہاتھ بولی:
"لڑائی سے کیوں پلٹ کے تو آگیا ہے میرے دلیر بچے!
پلید اخائی دیار کے پاس لڑ رہے ہیں،
انہوں نے کیا خستہ و شکستہ تجھے کیا ہے
زیوس کے سامنے اٹھائے ہتھیلیاں یوں
اس اپنے ٹیلہ پر آگیا ہے پناہ لینے؟
ٹھہر کہ لاتی ہوں شہد آگیں شراب کا ساتگین — دینا
نیاز کی ایک بوند پہلے زیوس اور جاودانیوں کو،
بجھائیو تشنگی پھر اپنی —
شراب آدمی میں کرتی ہے عود طاقت
پڑیں جو اعصاب مضمحل ہوں نڈھال اعضا،
دفاع میں بھی وہ پھر لگاتار لڑ رہا ہو۔"

تو منفرا آبدار میں ہیکٹرا سے یوں :

"نہیں مری پیاری ماں مرے واسطے ہلا کر شراب مت لا
کہ اس طرح تم کرو گی اعصاب کند میرے،
مری یہ جرأت، یہ بانکپن، یہ حواس زائل۔
مجھے تامل ہے ہاتھ لتھڑے ہوئے ہیں میرے،
زیوس کو جام پیش ایسے کروں — کہ سارا
عرق عرق ہوں — لہو لہو ہوں،
مجھے تو آقائے ابر تیرہ کو یوں بلانا روا نہیں ہے۔
نہیں — مگر آرزو ہے میری،
چلو، اتارو بزرگ خواتین شہر کے ساتھ منتیں تم،
چلو شوالہ پہ ایتھنہ کے، یہاں سے تم یاترا پہ جاؤ،
چلو، چلو تم کہ وہ امید سپہگراں ہے۔
پسند، دار النساء سے پوشاک بہتریں اِک
نفیس، زر دوز چھانٹ لینا۔
وہ زانوئے ایتھنہ پہ دھر کے، پھر آپ منت مزید مانیں
وہاں پہ بارہ چھریری، بے عیب بیہڑیوں کی —
جنہیں نہ جوتا گیا ہو ہل میں وہ بھیڑیاں سب۔
بھینٹ چڑھاتے، وہ رحم کھائے کرم نما ہو،
ہمارے شہر اور سارے اہل و عیال پہ مہربان دیوی،
دفان دایومدیس کو وہ کرے مقدس ٹرائے سے — جو

بلا کا وحشی، کھلا درندہ ــــ ستیزکاری ہو یا تعاقب۔

پس اس کے تیر تفو پہ جاؤ ماں، یا ترا کرو ایتھنہ کی ــــ جاؤ

کہ وہ امید سپہگراں ہے!

جھنجھوڑتا ہوں سنے اگر کان دھر کے پارس،

نہیں اسی وقت کاش اس کو زمیں نگل لے،

وجود میں اس کے ہم پہ کیسا المپیوں نے عذاب بھیجا،

کہ اک نحوست وہ نسل پریام اور پریام کے لئے ہے۔

اگر میں اس آدمی کو دیکھوں شب اجل میں غروب ہوتا

مجھے یہ محسوس ہو مری ذات کی اذیت بھی چھٹ رہی ہے۔"

یہ بات سن کر وہ ہیکٹر کی حرم سرا کو ہوئی روانہ،

وہاں سے پھر مہریوں کو بھیجا، دیا بلاوا

تمام خواتینِ شہر کو جو بزرگ تھیں اور معتبر بھی۔

اُتر کے نیچے گئی حلیمی،

زمین دوز اور غالیہ بیز توشہ خانوں میں، جس جگہ تھیں

دھری قرینہ کے ساتھ خفتان کی قبائیں،

کڑھے ہوئے دیدہ زیب زریں پھول بوٹے ہر ایک پہ تھے،

سڈونیہ کی مہارتی عورتوں نے کی تھی یہ خوبصورت کشیدہ کاری،

انہیں بھی اسکندرس ہی لایا تھا کر کے اغوا،

جہازراں جب وہاں گیا تھا، یہی جگہ تھی، جہاں پہ اس نے

کیا تھا ہیلین کا گوہرِ آبرو شکستہ۔

پہ حسن حلیبی نے ایک پشواز فاخرہ، زرق برق اعلیٰ
منقش زربفت بادلے کی ٹنکے ہوئے جس پہ گوگھرو اور بانکڑی تھے۔
اٹھائے نذرانہ بیش قیمت وہ ایتھنہ کے حضور پہنچیں،
جلو میں لمبی قطار ممتاز عورتوں کی
لئے سراکرا پولس آئی جو شاہ بیگم
تو زوجہ تیس، دختر اینتر، زیارت کی مقتدر کاہنہ تھیانو
بڑھی، کواڑ آستانۂ ایتھنہ کے کھولے۔
اُٹھا کر ان عورتوں نے باہیں، دعا تضرّع کے ساتھ مانگی،
دھری عقیدت کے ساتھ پشواز تب تھیانو نے
خوب مو ایتھنہ کے زانو پہ اور بنتِ زیوس سے التماس یوں کی:
"شریف زادی، جلیل دیوی، ٹرائے کی بے نظیر مونس!
اٹھ اور دایومدیس کے رائے بانس بلّم کو توڑ دے تو
سکائیہ پھاٹکوں کے نیچے — اسے ہماری نگاہ کے سامنے پہ ٹخ دے۔
چڑھائیں گی بارہ بھیڑیاں بچھیاں کہ داغی نہیں ہوئی ہوں،
نیاز قربان گاہ پہ ہم — ہمارے اس شہر پہ کرم کر،
کرم ٹرائے کے سارے مردوں پہ، اُنکے بچوں پہ، بیویوں پہ۔"
یہ منتیں تھیں، مگر تھیانو کی منتیں بے مرام نکلیں،
نفی میں پلاس ایتھنہ نے ہلا دیا سر — کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔
جب اس طرح آستانہ پہ التجا و الحاح ہو رہی تھی۔
پہ پہنچ کے دی ہیکٹر نے اسکندرس کے اس پر شکوہ مسکن کے در پہ دستک،

جو اس نے بنوایا شہر کے ماہرین، مشہور وقت کاریگروں سے

بالا ٹرائے میں خود ــــ

محل تھے پریام و ہیکٹر کے جہاں، وہیں خوابگاہ، والان، ہال کمرے

یہ اس کے تعمیر، خوبصورت کیئے گئے تھے"۔

زیوس کا ہیکٹر دلارا، محل میں داخل ہوا، اٹھائے

گیارہ ہاتھ اک سنان لمبی ــ ہوا میں کانسی کی نوک تارے بکھیرتی تھی۔

گلے میں زرّین طوق اسی طرح ضوفشاں تھا۔

ہوئی ملاقات بھائی سے خواب گاہ میں، جو

جھلم لگائے، سپر کو تھامے، خمیدہ ٹہنی کی اک کماں پر

گھڑی گھڑی زور کر رہا تھا ــ

گھڑی گھڑی کھینچتا تھا، رہ رہ کے تانتا تھا۔

قریب بیٹھی ہوئی تھی جھرمٹ میں باندیوں کے

حسین ہیلین اسے یہ سمجھا بجھا رہی تھی

کشیدہ کاری کڑھائی کی موشگافیاں، تار پود کیا ہیں۔

دلائی یوں ہیکٹر نے غیرت ــــ سکندرس کو:

"یہ رنج، بے چین روح خلوت میں کیوں اٹھائے

کہ شہر کے گرد آخری مورچہ یہ اب جنگ آگئی ہے۔

سپہ گرا اونچی فصیل کے پاس اب کھلے عام مر رہے ہیں۔

اٹھا تھا تیرے سبب کبھی جو

خروشِ پیکار صورتِ سیل اندر اب ہو رہا ہے داخل،

تجھے بڑا ناگوار ہوگا، جو تیرے منحوس معرکے سے
کبھی کوئی اور شخص کاٹے۔
مگر ہوا ہے یہاں پہ خلوت گزین خود تو،
چل اٹھ کمر باندھ، کود رن میں، ہے وقت اب بھی،
برس رہے ہیں جو دور شعلے لپیٹ میں شہر کو نہ لے لیں،
بھڑک اٹھیں عام، آگ لگ جائے جا بجا، اور یہ بھسم ہو۔"
خدیو ساتا بدار اسکندرس جوابا:
"بہت بجا ہیکٹر بلا واہے فرض کا یہ،
بہت ہی بروقت کارروائی کے واسطے تو پکارتا ہے"
کروں مگر آہ، عرض میری اگر سنے تو،
یہ چھوڑ رکھتا ہے مری، نہ حاشا
بدی و برگشتگی مجھے ہے ٹروجیوں سے،
کئی دنوں سے پڑا جو یوں خواب گاہ میں ہوں
سکو یہ مجہول آرزو تھی، مری ہزیمت ہوا نتہائی
مزہ ملے بھر کے جی ستم ہائے رنج کا بھی۔
مری یہ بانو بھی شستگی سے
لڑائی کی ایک سار ترغیب دے رہی ہے"
یہی تقاضا ہے مجھ سے ہر دم،
زیوس لگتی اگر کہوں میں یہ بات لگتی ہے جی کو میرے۔
شکست اور فتح تو نصیبوں سے ہے، دلے ہو

مقابلہ تو — ابھی ظفر یاب ایک ہے گر، تو دوسرا تب۔
ذرا ٹھہر، میں بدن پہ سب دیوتائی ہتھیار لیس کر لوں،
نہیں تو، چل تو، ترے ہی پیچھے لپک کے میں بھی
ابھی ذرا دیر میں تجھے دیکھ آملوں گا"
تو معفر تابدار میں ہیکٹر جواباً خموش ہی تھا
کہ زیرِ لب اس سے ہیلین دلفریب بولی:
" عزیز بھائی، عزیز تر فاحشہ کو، یہ ایک زن کی قابوسیت کا عالم،
مجھے مری ماں نے اس جہانِ خراب میں نوچ کیوں جنا تھا،
جنم مجھے ہائے جب دیا تھا،
کوئی بگولہ اڑا کے لے جاتا کاش میرے پُرزے
بکھیر دیتا اُجاڑ ویراں پہاڑیوں پر،
نہیں تو غرقاب موجِ پُر شور بحرِ طغیاں زدہ میں کرتی،
مجھے کہیں پہلے — یہ نحوست کے دن برے دیکھنے میں آتے۔
کریں یہ تسلیم اگر کہ یہ ہولناک سال ان خداؤں کے طے کئے ہوئے تھے،
مری تمنا ہے، میرا دلدار کوئی مردِ سلیم ہوتا،
وہ صاحبِ دل ندیم ہوتا،
کہ بھانپ لیتا کسی کے دل کی لگی، کسی کے دروں جنوں خیز کیفیت کو۔
مگر شقی و قسی یہ حضرت، سدا رہے گا اسی طرح کا،
نصیب اس کا وہی ہے یہ جس کا مستحق ہے۔
عزیز بھائی یہ سچ ہے، اس پہ کرے ساتھ استراحت

ترے لئے باعثِ مصیبت بہت ہوئے ہیں؛
یہ بیسواپن مرا، وہ دیوانگی جو اس سے ہوئی ہے سرزد،
نصیب ہے یہ مرا، زیوس سے اسلئے ملی ہے،
کہ گیت سنگیت میں امر ہوں ― کہ لوگ آئندہ آنے والے
غنائیہ نظم میں ہمیں جاودان کر دیں۔"
تو مغفر تابدار میں ہیکٹر نے جنبش
نفی میں دی سر کو ― اور کہا یوں:
"نہیں مجھے ہیلن استراحت کی بات مت کر،
بس اس قدر التفات مت کر،
مجھے خبر، تو مری ہے گرویدہ، بلکہ ہوں میں بھی دل دریدہ،
یہ سچ، راحت کی شہ نشیں دور سے تکوں گا،
یہاں پہ آرام کے لئے رک نہیں سکوں گا
نہیں ہے یہ وقت کا تقاضا ― لڑائی پہ دل ابھارتا ہے،
محاذ سے فرضِ عین مجھ کو پکارتا ہے۔
ٹروجیوں کی بندھے گی ڈھارس، جب اُن کا سالار پاس ہوگا،
انہیں مری غیر حاضری سے عجب طرح کا ہراس ہوگا۔
ضرور تو اہمیت سمجھتی ہے مسئلے کی،
سکندرس کو بھی کاش محسوس ہو نزاکت معاملے کی۔
تیار ہو یہ، لسے ہے درکار وقت چندے،
ذرا ادھر گھر میں دیکھ لوں میں بھی کام دھندے،

کروں کچھ اپنوں کا حال دریافت، ان کی معلوم عافیت ہو،

وہاں پہ ہر طرح خیریت ہو۔۔۔

چہیتی بیوی وہ میری معصوم پیارا پیارا

کسے خبر ہے ملے یہ مہلت بھی، دیکھ پاؤں انہیں دوبارا۔

کسے خبر کس اخائی کا وار کارگر ہو، نصیب پھر دیکھنا نہ گھر ہو،

کسے خبر ہے کسی لڑائی میں کام آؤں ۔۔

مہیب دیوا جل کے میں زیر دام آؤں،

ہر ایک فانی ہے، لیکھ تقدیر کی اٹل ہے۔ کہ آج ہے جو ۔ نہیں وہ کل ہے!

مڑا وہ تیزی کے ساتھ، اپنے مکاں پر آیا۔

چہیتی بیوی، کماری اندرمکھی وہاں گھر نہیں ملی ۔۔۔ وہ

گئی تھی دایہ کے ساتھ بچہ لئے الی یون برج پر، اب کھڑی جہاں سے

بچشم نمناک گھورتی تھی خلا ۔۔۔ فسردہ!

ٹھٹک کے دہلیز پہ یہ پوچھا پھر ایک مہری سے ہیکٹر نے:

”اری بتا، تو، کماری اندرمکھی یہ کس کی طرف گئی ہیں،

گئیں مری بھابیوں کو ملنے، کہ میری بہنوں کے ہاں، کہ وہ بھی

وہیں ہیں مندر پہ ایتھنہ کے۔ جہاں ٹرائے کی عورتیں سب

طواف کے واسطے روانہ ہوئی ہیں دیوی کو رام کرنے،

بچاؤ کا اہتمام کرنے۔“

لگی ہوئی اپنے کام دھندے میں ایک مہری اسے جوابا:

”بتاؤں صاحب یہ صاف، خانم

نہ آپ کی بھابیوں سے ملنے گئیں، نہ بہنوں کے ہاں تہنیت سے
نہ وہ شوالہ کی، گھر سے نکلیں،
جہاں یہ منت سماجت اپنی بزرگ خواتین کر رہی ہیں۔
یہاں سے چوکور برج الی یون کی طرف رُخ کیا انہوں نے
یہ بات سن کر، ہمارے شہری
لڑائی میں مات اخائی نیزوں سے کھا رہے ہیں۔
فصیل کی سمت وہ پریشان جا رہی تھیں،
اٹھائے بچہ کو گود میں، ساتھ ساتھ انّا۔"
پلٹ گیا ہیکٹر یہ سن کر مکان سے، ہو لیا اسی پر
ابھی وہ جس راستہ سے آیا تھا یاں گزر کر۔
یہاں یہ گلیاں، وہاں یہ دیوار بند کوچے،
نگا کے سارے نگر کا چکر سکائیہ پھاٹکوں پر آیا،
جہاں سے پھر جلد ہی نکل کر وہ سوئے جنگاہ چل پڑے گا!
نظر پڑا وہ تو گرمجوشی کے ساتھ آگے
ہوئی خراماں خلیق خانم ـــــ کماری آندرمکھی ـــــ یہ بنتِ امیر اتیاں،
تھا صوبہ دار اس کا باپ بھتیبی میں، کوہ پلگاس
کی بنوں سے اٹی ترائی کا، زیر پلگاس ـــ حکمراں وہ کلیکیوں کا،
مگر تھا اندرمکھی کا سب کچھ یہ ہیکٹر اب، مسلح جست سر سے پا تک،
اسی کو بڑھ کر ملی وہاں وہ،
اٹھائے بچہ کو گود میں ساتھ ساتھ انّا،

ابھی تو ننھا گلاب وہ، ایک ہکڑا دی،
جہانِ راحت، وہ باپ اور ماں کی آنکھ کا دلکشا ستارا،
پدر نے تو نام اسے سکامندرس دیا تھا
اسے پکاریں گے دوسرے لوگ استناکس،—
دیارِ پایاں کا میر — یعنی،
دیار، جس کا دفاع اب کر رہا تھا یہ ہیکٹر اکیلا۔
دلِ پدر خوش ہوا، کھلی لب پہ مسکراہٹ
نگاہ جیسے رُخِ پسر پر اٹک گئی تھی۔
فراخ سینہ کے ساتھ اندرمکھی لگی، اور ایک آنسو
اُمڈ جو بے اختیار آیا تھا — پونچھ ڈالا۔
دبائے ہاتھوں میں ہاتھ پھر اک ادائے نسوانیت سے بولی:
"ارے مرے جیوٹ اب تری سرفروش جرأت
دکھائی دیتا ہے ختم کر کے تجھے رہے گی۔
خیال کر لاڈلے کا، اپنے جگر کا ٹکڑا،
مری زبونی و داغ گونی کا دھیان کر تو،
یہ تیرا سایہ جو میرے سر سے اٹھا (مرے منہ میں خاک) لیکن
کریں گے تجھ پہ اخائی دیوانہ وار ہلّہ
مجھے ہے خطرہ، وہ دم تجھے ختم کر کے لیں گے۔
نہ گر رہے تو، مرے خداوند میرے سرتاج، اس سے پہلے
بھلا ہے، میں سرد خاک کا اوڑھ لوں لبادہ،

ترے بنا چین ہے نہ راحت ہمیں — ہمیں بھی
تجھے اگر گھیر لے گی تقدیر — گھیر لے گی،
یہاں، ہمارے لئے جہاں میں فقط شکستہ دلی رہے گی۔
نہ ماں ہے زندہ، پدر بھی میرا گزر چکا ہے،
کہ وہ اخیلس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا
محاصرہ ڈال کر جب اس نے
کیا تھا پامال رستا بستا ہمارا مشہور شہر تھیبی،
کلیکیوں کا حصار ملبہ بنا دیا تھا۔
وہیں مرے باپ کو بھی مارا، اگرچہ مثلہ نہیں بنایا۔
بدن، یراق اور ساز ہتھیار، عمدگی سے گھڑے ہوئے — سب
جلا دیئے، پھر بنائی اس راکھ پہ سمادھی۔
اگائے ناغوں کے پیڑ پھر ارد گرد اس کے
پہاڑ کی اپسراؤں نے — اپسرائیں اسکی
فلک پہ جو رعد و ابر بردار دیوتا ہے۔
ہمارے گھر میں تھے سات بھائی،
اجل کے تیرہ کدے میں ساتوں کے سات داخل
کیئے گئے، بدنصیب اسی دن،
اسی دوندۂ تند اخیلس نے، ہارے رہی ہیں،
انہیں بھی ایک ایک کر کے مارا — ہر اک بچارا
نہائے اپنے لہو میں، بیچ اپنی نقرئی بھیڑ بکریوں کے مرا پڑا تھا۔

بنائے بیگم پلاکس، اس میری ماں کو وہ یرغمال — لوٹا
لدا پھندا اور بھی غنائم سے پھر وطن کو۔
رہا کیا ماں کو لے کر اس نے کثیر فدیہ،
مگر چڑھی مار اٹس نے پھر اپنے آبائی گھر میں آخر
کہوں یہ افسوس سے، مری ماں کو مار ڈالا۔
نہ اب مرا باپ ہے، نہ ماں ہے، نہ کوئی بھائی،
مرے سبھی کچھ تمہیں ہو اب ہکیٹر تمہیں ہو،
فقط تمہیں ہو، تمہیں مجھے پیار کرنے والے۔
یہی ہے میری بہار، اس کو خزاں کرو کیوں؟
کرم کرو، رحم کھاؤ مجھ پر، رکو یہیں برج پر، نہ جاؤ
مری طرف دیکھ لو، جدائی کا سخت گھاؤ نہیں لگاؤ،
اس اپنے بچے کو بے سہارا نہیں بناؤ،
مجھے نہ بیوہ کرو — تمہارے دلیر دستے
درختِ انجیر کے قریب اس طرف اگر مورچہ لگائیں،
دفاع کے واسطے قطاریں وہاں بنائیں،
تو روک لیں گے تمام رستے،
کہ شہر اس رُخ کھلا ہوا ہے، نشیب بھی ہے،
غنیم ادھر سے ہجوم کر کے
فصیل پر شہر کی چڑھائی کرے گا یکدم،
وہیں پہ ان کے چنے ہوئے آدمی، کم از کم

چڑھائی سہ بار کر چکے ہیں کماں میں نامی بہادروں کی۔
وہیں ہیں دونوں ایاس مشہور، الیطریدی ادومنی اس،
ضرور دالیو مدیس بھی تھا۔
ہوا ہے القا انہیں کیا ہے کسی نے یا آج استخارہ،
کہ دی گواہی انہیں کے دل نے، ادھر سے یورش کریں دوبارہ۔"
تو منفرِ تابدار میں ہکیٹر جواباً :-
" امور یہ میرے ذہن پر بھی اسی طرح ہیں محیط بانو
مجھے ہے یہ باعثِ ملامت یقین جانو،
ہدف ٹرائے کی عورتیں مرد طعن تشنیع کا بنائیں
گریز پائے ستیز، مردک مجھے بلائیں،
مری طبیعت کو یہ گوارا کبھی نہ ہو گا ــــ
شجاعت آموز گار مجھ کو سدا رہی، سورما بنوں میں
کروں لڑائی میں پیش قدمی، رکھوں سپاہی کی آن قائم،
کشاکش و کشمکش کروں اس طرح ہمیشہ
مری، نہ میرے پدر کی عزت پہ حرف آئے۔
مجھے سکھایا گیا ہے میں برقرار رکھوں وقار کیسے،
وقار ــــ اگرچہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے، اک دن
ضرور ہو گا طلوع جب یہ قدیم الی یون زیر ہو گا،
ضرور پریام اور پریام کی رعایا تباہ ہوں گے،
مقدر اپنے سیاہ ہوں گے۔

مگر مجھے دردخیز، تشویشناک سب اس قدر نہیں ہے ــ
ٹروجیوں پر شدید ٹوٹے گی جو قیامت
جو آنے والی ہے سخت شامت
ابھی ہکابی کی اور پریام کی، مرے شیرِ زور غیور بھائیوں کی،
ہمارے دشمن کے ہاتھ سے جو ملیں گے مٹی میں جان دادہ ــــ
مجھے قلق جس قدر ترا ہے ــ قلق زیادہ ــ
کوئی مسلح اخائی تجھ کو، اسیرِ گریاں بنا کے تیری
حیات وارستہ چھین لے گا۔
نہیں تو ارگوس میں، بٹھائیں گے دور، تجھ کو
وہ راچھ پر ارد بگینی کی ــــ
مسیس یا ہبرمری کے پنگھٹ سے ایک پنہار غم کی ماری
ہماری رانی یہ، روز ڈھویا کریگی پانی۔
نہ صرف پانی بھرائیں گے اور بھی مشقت کرائیں گے وہ،
نہیں تو جولانِ آہنیں میں جکڑ رکھیں گے،
تری جوانی جمال کا لطف آنکھ ہی سے نہیں چکھیں گے ــــ
تجھے کوئی شخص دیکھ کر آب دیدہ تشنیع یوں کریگا،
وہ سوقیانہ کئی کئی نام بھی دھرے گا
کہے گا، دیکھو یہ استری جی، ہے گھڑ چڑھے ہیکٹر کی بیوی،
وہی وہی ہیکٹر کہ بڑھ کر لڑا تھا سب سے
ٹرائے کے گھڑ چڑھوں میں جب وہ نبرد پیما ٹرائے میں تھے۔"

یہ بات سن کر ملال سے یاد تم کرو گی،
بچشم نم سرد آہ تکلیف وہ بھرو گی،
اس آدمی کے لئے 'رہا جو تمہیں کراتا۔ نہیں، اسیری سے دور رکھتا،
کرو گی تم یاد ہائے مجھ کو!
مجھے اجل اپنی تیرہ دہلیز پار کر دے
وہ اس سے پہلے مجھے چھپا لے
کہ تیری فریاد نارسا ہو بلند، مجھ تک تیری اسیری کا آئے چرچا"
کہا یہ، پھر ہیکٹر نے بازو بڑھائے، لے کر
وہ اپنے ننھے کو خوب جی بھر کے پیار کر لے۔
دبک کے لیکن بغل میں آیا کی بلبلانے لگا، کہ بچہ
پدر کے بھاری یدھی منڈلے سے ڈر گیا تھا۔
وہ جگجا جست اسپہ طرہ میں کنچہ گھڑیال کا لرزتا
ہلا جو سر، جیتی جاگتی چیز لگ رہا تھا۔
یہ دیکھ کر باپ ہنس پڑا، اور ماں بھی بے اختیار ہنس دی۔
سڈول سر سے وہ خود تاباں اتار اس نے
دھرا زمیں پر، ضیا فشاں، پھینکتا شرارے،
پھر اپنے بچے کو اس نے چوما، دیئے اسے گود میں جھکولے،
وہ لاڈ چاؤ سے خوب پرچا چکا اسے تو
دعا یہ کی: "اے زیوس، سارے امر خداؤ،
مرا یہ لخت جگر، یہ بیٹا، ٹروجیوں کا

مری ہی مانند شاہزادہ بنے' الی یون کا قوی حکمران نکلے۔
دلاور ایسا یہ کہہ اٹھیں لوگ باپ سے بھی نکل گیا ہے۔
پلٹ کے وہ کارزار سے آتے گھر، تو دیکھیں
کسی جری شہسوار دشمن کا خون آغشتہ اسلحہ
اس سڈول کاندھے پہ سج رہا ہو'
بلند ہو جائے فخر سے ماں کا سر خوشی میں۔"
دعا یہ جب مانگ لی تو واپس
تھمایا بچے کو پیاری بیوی کی گود میں پھر'
جسے لگایا مہکتے سینے کے ساتھ اس نے
بڑی ہی ممتا سے پیار ہنس کر اسے کیا۔ گو
بھر آئے تھے آنکھ میں بھی آنسو۔
بہت ہی تب ہیکٹر کو آیا خیال اس کیفیت پہ اسکی۔
دلاسہ دیتے ہوئے یہ بولا: "نہ مضطرب ہو
نہ روح کو اس طرح زیادہ نڈھال کر تو'
نہیں' نہ میرے خیال سے دل گرفتہ و دل فگار یوں ہو۔
تجھے ہے معلوم سب مقدر کا کھیل ہے یہ
مرے مقدر میں گر نہیں ہو'
اندھیر پاتال میں کسے مقدرت ہے، کوئی مجھے اتارے۔
کوئی بھی انسان خواہ بزدل ہو یا بہادر'
نہ کر سکے میرا بال بیکا — کسی کو لیکن نہیں ہے یارا

اگر مقدر ہی گھیر لے گا، تو رستگاری نہیں ہے ممکن،
نہیں ہے پھر کوئی اور چارا!
سدھار گھر کو، سنبھال جا، چرخا اور تکلے کی دستکاری،
کنیزکوں باندیوں کے بھی کام کاج کی دیکھ بھال کر، جا۔
رہا لڑائی کا مسئلہ، سو یہ شغل مردوں کے واسطے ہے،
جنم جنہوں نے لیا الی یون میں، یہ سب ان پہ فرض ہے اب،
ہر ایک سے بیشتر مرا بیشتر فریضہ ہے"
جھکا وہ پھر اپنا مغفر طرہ دار اٹھانے،
ہٹی، ذرا سر کو پھیر کر ایک سمت بیوی،
اسی پہ آنکھیں ٹکی ہوئیں، ڈبڈبا رہی تھیں۔
ہوئی روانہ وہ گھر کی جانب، وہ گھر کہ اس ہیکٹر کا گھر تھا۔
وہاں پہ شیون بپا تھا، سب بین کر رہی تھیں،۔
ہر ایک ماتم کناں اس پہ — ابھی اگرچہ وہ جی رہا تھا۔
ہر ایک کو دھکدھکی سی لیکن لگی ہوئی تھی،
گیا ہے پھر کارزار سے وہ کبھی نہ شاید پلٹ کر آئے
اخائیوں کے غضب سے مشکل ہے جاں بچائے۔
رکا نہ پارس بھی کچھ زیادہ
لپک لیا زیب تن کیا جب لڑائی کا اسلحہ فروزاں،
ٹرائے کے شہر میں سے گزرا، ثبات پا، ڈگ بڑے اٹھاتا،
کرو تصور، پلا ہوا خوب گھاس دانہ پہ ایک گھوڑا!

بھڑک اٹھے، اصطبل میں پرشور ہنہناتے،
تڑائے کھونٹے سے وہ اگاڑی بھی، اور پچھاڑی بھی — اور گھوڑے
تمام کھلیان کھیتیوں سے نکل کے سرپٹ
لگائے ڈبکی ندی میں جاکر، جو اس کا معمول روزمرہ،
رہائی پر اینڈتا، سر و سینہ تانتا ہو،
ایال گردن پہ اڑ رہے ہوں،
سڈول گھٹنوں کے جوڑ پھرتی دکھا رہے ہوں،
کچھ ایسے گھڑ باز اسے چراگاہ میں سدھانے کو پھیرتا ہو،
وہ نسل در آتش — اس طرح کا تمام نقشہ کھنچا، دو دیدہ
جب آیا پریام کا پسر پارس اس جگہ پر۔
پرا گمس کے رفیع چھجے سے نیّر اعظم اوپر ابھرے
تو آتش افروز ہو نظارہ — وہ اسکے ہتھیار آگ سے یوں
دمک رہے تھے
لگا رہا تھا وہ قہقہے، تیز چل رہا تھا۔
پھر آملا بھائی سے، اسے بھی روانگی میں
ہوئی تھی تاخیر، گفتگو کچھ طویل بانو کے ساتھ کی تھی۔
سکندرس نے سخن میں یوں کی پہل: "رفیق عزیز، میں نے
رکھا نہیں منتظر زیادہ — مرے سبب دیر کم ہوئی ہے،
کہا تھا جیسے لپک کے ٹھیک آ گیا ہوں میں کہ لے۔"
یہ منغفر آبدار میں ہیکٹر جواباً: "عجیب بھائی

کوئی بھی منصف مزاج انساں، ترے لڑائی کے پیچ داؤ
نہ جانچ پائے درست — بازو ترا قوی ہے۔
یقین ہے تو بڑا جری ہے۔
مگر یہ افتادِ طبع کی ہے ستم ظریفی،
سپر بڑی جلد ڈال دے تو زمین پر، عزم خاک کر دے۔
مجھے دلی کوفت کس قدر ہو سنوں جب اپنے ہی کچھ سپاہی
ترے سبب جو لڑائی کی اس سعیر بھٹی میں جل رہے ہوں،
کریں حقارت سے ذکر تیرا۔
چل آ، تلافی کریں کسی دن، دھکیل ڈالیں
ٹرائے سے دور حملہ آور اخائیوں کو۔

زیوس حامی، زیوس ناصر، زیوس اپنا حلیف ہر دم،
فلک کے دائم جواں امر دیوتاؤں کے روبرو دھریں ہم
نجات و شکرانہ کے لئے، بادہ ہائے رنگین کے پیالے،
انہی کی ہے دین یہ، انہیں زندگی حوالے۔

— تمت —